سلسلۂ تالیفات ہاشمی ۱۴؍

خواتین دکن کی اردو خدمات

جسمیں

"دکن میں اردو" "مدراس میں اردو" کی نہج پر خواتین دکن
کی اردو نظم و نثر، صحافت اور نسوانی انجمنوں وغیرہ
کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے

(مؤلف)

نصیر الدین ہاشمی

۱۳۵۹ھ
۱۹۴۰ء

(ناشر)

سید عبدالرزاق تاجر کتب عابد روڈ

مطبوعہ

مذاقی مشین پریس حیدرآباد دکن

پیش لفظ

(ازجناب محترم محل عالیجناب نواب کمال یار جنگ بہادر)

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی حیدرآباد کے ایک ہونہار مصنف ہیں ان کی کئی ایک کتابیں مقبولیت حاصل کرچکی ہیں جن میں "دکن میں اردو" قابل ذکر ہے ہاشمی صاحب کی ایک دوسری تالیف "یورپ میں دکھنی مخطوطات" ہے جس میں ان قدیم دکھنی قلمی کتابوں کے متعلق تفصیلی صراحت کی گئی ہے جو انگلستان اور پیرس کے کتاب خانوں میں محفوظ ہیں۔

حضرت اقدس و اعلی آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے جشن سیمین کے مبارک موقع پر ہاشمی صاحب نے "خواتین عہد عثمانی" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ اس میں حیدرآبادی خواتین کی پچیس سالہ ہمہ جہتی ترقی کا تذکرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے کیا ہے۔ عورتوں کے متعلق موصوف کی ایک دوسری تالیف "خیابان نسواں" بھی ہے۔ اس میں تعلیمی، معاشرتی، اور اصلاحی مضامین شامل ہیں اس طرح ہاشمی صاحب "حامی تحریک نسواں" کی حیثیت سے بھی پیش ہوسکتے ہیں۔

ہاشمی صاحب کی اس تصنیف میں قلمرو آصفی کی خواتین کی اردو شاعری۔ نثر نگاری، صحافتی مشاغل وغیرہ کی تفصیل کی گئی ہے۔ خواتین کے حالات اور

نمونۂ کلام کو پیش کیا گیا ہے۔ ان میں نہ صرف مسلمان خواتین شامل ہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں۔

چونکہ "دکن" میں قلمرو آصفی کے علاوہ دوسرے ممالک میسور، مدراس وغیرہ بھی شامل ہیں اس لئے وہاں کی خواتین کی نظم و نثر کا نمونہ بھی دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حیدرآباد خواتین بھی اردو علم ادب کی خدمت گزاری میں مناسب حصہ لے رہی ہیں اور مستقبل امید افزا ہے۔

ہاشمی صاحب کی یہ تصنیف ان خواتین کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی جو ادبی ذوق رکھتی ہیں۔ میری رائے میں ہماری بہنوں کو چاہیئے کہ افسانہ نگاری یا غزل گوئی سے ہٹ کر مفید تر مضامین مثلاً تاریخ، معاشیات، صحت عامہ، تربیت اطفال، امور خانہ داری وغیرہ پر خامہ فرسائی کریں۔

شاعری بھی ہو تو کسی اعلیٰ مقصد کے تحت ہو جیسے حالی یا اقبال کی شاعری۔

بہرحال ہمیں ہاشمی صاحب کا ممنون ہونا چاہیئے کہ جن کی کاوش سے ہم دکن کے ادبی ذوق رکھنے والے خواتین سے واقف ہو سکے فقط

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ حال

میری تالیفات سے یہ اَمر واضح ہوسکتا ہے کہ میں نے اپنے لئے دو موضوع خصوصیت سے مختص کئے ہیں (۱) دکن کی اُردو زبان کی تاریخ و تنقید (۲) نسوانیات۔

پہلے عنوان کے تحت حسب ذیل کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں:—

(۱) دکن میں اُردو[1] (تین اڈیشن) (۲) مدراس میں اُردو (۳) یورپ میں دکھنی مخطوطات (۴) مقالات ہاشمی حصہ اول (۵) سلاطین دکن کی ہندوستانی شاعری (۶) "دفتر دیوانی کے اُردو مخطوطات کی فہرست" (۷) حضرت امجد کی شاعری، (۸) مکتوبات امجد۔

اور دوسرے عنوان کے تحت "خواتین عہد عثمانی" اور "خیابان نسواں"[2] شائع ہو چکی ہیں۔ اب میں ایک ایسی کتاب پیش کرتا ہوں جو دونوں عنوان کے تحت آسکتی ہے یعنی "خواتین دکن کی اُردو خدمات"۔ اِس کتاب سے میرا منشاء یہ نہیں ہے کہ دکن کی نسوانی اُردو کو پیش کیا جائے۔ بلکہ خواتین دکن کی اُردو خدمات کا مختصر تذکرہ مقصود ہے۔

---

[1] پہلے اور تیسرے اڈیشن کا مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دونوں جداگانہ تصانیف کی حیثیت رکھتے ہیں

[2] ان کے علاوہ میری دوسری کتابیں ذکر نبی۔ رہبر سفر یورپ، اور نجم الثاقب بھی شائع ہو چکی ہیں

اگرچہ "خواتین عہد عثمانی" میں حیدر آباد کی شاعرہ اور نثر نگار خواتین کا تذکرہ ہو چکا ہے، مگر تفصیلی صراحت نہیں ہے اور پھر نثر کا نمونہ بھی نہیں دیا گیا ہے اس کے علاوہ چونکہ "دکن میں اردو" اور "مدراس میں اردو" میں بھی خواتین کا تذکرہ تقریباً نہیں ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان ہی کتابوں کی نہج پر خواتین دکن کی اردو خدمات کا تفصیلی تذکرہ بھی مرتب کر دیا جائے تاکہ آئندہ اردو کی جامع تاریخ مرتب کرنے والوں کے لئے مکمل رسالہ ایک جگہ دستیاب ہو سکے۔ اگرچہ اس کتاب میں "قلمرو آصفی" کی حد تک زیادہ وضاحت سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا موضوع لکھنے پڑھنے والی خواتین کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ اُن کی اردو خدمات کا تعارف کرانا ہے۔ اس لئے کئی خواتین کو قصداً ترک کر دیا گیا ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں جن خواتین کے علمی کارنامے نظم اور نثر کی صورت میں منظر عام پر پیش ہوتے رہے ہیں اُن کے تین اقسام کئے جا سکتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جن کے نام اور کام سے ہم بخوبی واقف ہیں اور اُن کا تذکرہ ہماری اس کتاب میں کر دیا گیا ہے، دوسری وہ خواتین ہیں جن کے نام سے بوجہ اشاعت مضامین ہم واقف ہیں لیکن ان کے حالات کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں اور باوجود کوشش ہمیں ناکامی ہوئی ہے، تیسری وہ ہیں جن کو قصداً متروک کیا گیا ہے اگرچہ اکثر وبیشتر روزانہ اخبارات میں اُن کے نام سے مضامین شائع ہوا کرتے ہیں مگر ہمارے معلومات کی حد تک وہ اس قابل نہیں ہیں کہ مضامین کو ان کی جانب منسوب کیا جائے۔ اس لئے ان کو نظر انداز ہی کرنا موزوں سمجھا گیا۔

قلمرو آصفی کے علاوہ "دکن" میں دیگر علاقے بھی شامل ہیں اس لئے کسی قدر برار، مدراس اور میسور و بنگلور کی خواتین کے متعلق بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو ذخیرہ ہم نے "مدراس میں اردو" کے لئے فراہم کیا تھا اس کو بھی اس میں منتقل کر دیا گیا۔ کیونکہ "مدراس میں اردو" کی طباعت کے وقت اس کتاب کی ترتیب شروع ہو چکی تھی اس لئے خیال ہوا کہ نام کے لحاظ سے کتاب ایک حد تک مکمل رہے، جیسا کہ "دکن میں اردو" کے پہلے اور دوسرے اڈیشن میں کیا گیا تھا۔

اس امر کا مجھے اعتراف ہے کہ نفس مضمون کے لحاظ سے کتاب پوری طرح مکمل نہیں ہے، مگر ہر نئی چیز کی ابتدا مشکل ہوتی ہے۔ نقش اول کی خامیوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

"دکن میں اردو" کی پہلی اشاعت کے موقع پر میں نے اس کے دیباچہ میں دو باتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ ان کا اعادہ دوسرے الفاظ میں اس موقع پر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(الف) میں نے اپنی کتاب میں ان خواتین کو بھی جگہ دی ہے جن کی پیدائش دکن میں نہیں ہوئی، البتہ زمانہ مابعد میں انہوں نے حیدرآباد کو وطن بنا لیا اور سرکار عالی کے قانون کے بموجب ان پر "ملکی" کا اطلاق کرنا چاہئیے۔ میر اور غالب آگرے کے رہنے والے تھے مگر دہلی کی بود و باش نے اُن کو دہلی کا مشہور کر دیا۔ اسلئے ہماری کتاب میں اس قسم کا تذکرہ نامناسب نہیں ہو سکتا۔

(ب) نظم اور نثر کے انتخاب میں کوئی خاص بات نہیں رکھی گئی ہے بلکہ

میں نے اپنی پسند سے اِنتخاب کیا ہے، اگر اس میں کوئی سقم نظر آئے تو وہ میرے انتخاب کی غلطی ہے نہ کہ مصنفہ کی۔

"خواتین عہد عثمانی" کی ترتیب کے وقت فراہمی معلومات کے سلئے جو دشواریاں تھیں وہ اِس موقع پر بھی پیش آئیں۔ مگر یہ اَمر باعث مسرت ہے کہ اِس مرتبہ کئی خواتین نے ہمیں اِمداد دیکر ممنون فرمایا۔ ان کا یہاں تذکرہ نہ کرنا اِحسان فراموشی کے مصداق ہوگا۔

جہاں بانو بیگم (نقوی) ایم۔اے۔ سیدا حمد النسا بیگم عاصی۔ سارہ بیگم اور سیدہ احمد النسا بیگم ثریا جبین کے نام سب سے زیادہ پیش پیش ہیں، اگر ان خواتین کی امداد نہ ہوتی تو میری کتاب نامکمل اور ناقص رہجاتی۔ ان کے علاوہ سکینہ بیگم صغرا بیگم (ہمایون مرزا) حنیفہ صدیق صاحبہ، انور جہاں بیگم قریشی، حفیظہ جان بیگم لیاقت خانم صاحبہ لطیف النساء بیگم انیسہ بیگم شروانی اور محمدی بیگم بی۔اے کے اسمائے گرامی بھی نظر انداز نہیں کئے جاسکتے، جن کی اِمداد ہمارے ذخیرہ میں اضافہ کا موجب ہوئی ہے۔

مردوں میں مجھے سب سے پہلے مولوی عبدالرزاق صاحب بسمل اڈیٹر رسالۂ "شہاب" و "ناہید" کا نام لینا ہے، بسمل صاحب زمانۂ دراز سے عورتوں کی خدمت بجالاتے ہیں، ہمدردنسوان کی فہرست میں اُن کا نام جلی حروف میں لکھنا چاہیئے "تذکرۂ جمیل" اُن کا وہ قابل قدر تذکرہ ہے، جس میں ہندوستان کی عورتوں کا تفصیلی تذکرہ پہلی مرتبہ منظر عام پر آیا ہے بسمل صاحب کا رسالہ "ناہید" عورتوں کے مضامین کے لئے مخصوص ہے، بہرحال اُن کے رسالہ کے علاوہ خود بسمل صاحب نے

ہم کو مدد دی اور اُن کے توسط سے معلومات میں بیحد اضافہ ہوا۔

یٰسین علی خاں صاحب ایم۔اے۔کے باعث دو ہندو خواتین کے حالات اور کلام دستیاب ہوا۔ان تمام کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مجھے اس کو ختم کرنے کے پیشتر محترمہ بیگم صاحبہ نواب کمال یار جنگ بہادر (دختر نیک اختر نواب فخر الملک مرحوم) کا شکریہ ادا کرنا لازمی ہے جنھوں نے بکمال ادب نوازی و علم دوستی میری خواہش کو قبول کر کے کتاب کی سرپرستی فرمائی اور ”پیش لفظ“ بھی لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی، طبقۂ امرا میں نواب کمال یار جنگ بہادر جس طرح علم کی سرپرستی اور قومی و ملکی کاموں کی دلچسپی کے باعث ہر دل عزیز بن رہے ہیں۔ اِسی طرح ان کی بیگم صاحبہ بھی اپنی علم دوستی کے باعث خواتینِ دکن کی موجبِ فخر ہستی بنینگی۔

”دکن میں اردو“ کی پہلی اِشاعت دو سالہ محنت کے بعد عالمِ وجود میں آئی تھی۔ اِسی طرح اِس کتاب کی ترتیب اور اِشاعت میں بھی دو سال صرف ہوئے ہیں۔

دُعا ہے کہ ہمارے بادشاہ سُلطان العلوم ظلِ سُبحانی کا سایہ دیرگاہ قائم و دائم رہے جن کے زیر سایہ اردو کی روز افزوں ترقی ہو رہی ہے فقط

یکم جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ
جون ۱۹۴۰ء
خیریت آباد
حیدرآباد دکن

نصیر الدین ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواتین دکن کی اردو

تمہید دکن میں اردو زبان کی ترویج ساتویں صدی ہجری (بارہویں صدی عیسوی) میں ہو چکی تھی، اس کے بعد وہ بہت جلد بول چال کے درجہ سے گزر کر تحریری صورت میں بھی آگئی، پھر اس نے ترقی کے مدارج مسلسل طے کئے، تا آنکہ آج جامعہ عثمانیہ کے ذریعہ اُس کا معراج ہو رہا ہے۔

دکن میں اردو کی ابتداء اور اس کی ترقی کا مفصل تذکرہ دکن میں اردو کی تیسری اشاعت اور مدارس میں اردو میں قلمبند کر دیا گیا ہے، اگرچہ دکن میں اردو کے چند صفحات پر خواتین کا تذکرہ بھی آیا ہے، لیکن اردو کی ترقی میں خواتین دکن نے جو حصہ لیا ہے اُس کا کوئی مفصل تذکرہ ابھی قلمبند نہیں ہوا ہے، اس مختصر سی کتاب کا مقصد یہ ہے کہ بعض ان خواتین دکن کے کارناموں کی وضاحت کی جائے جنھوں نے "اردو" کی ترقی میں حصہ

لیا ہے، اُردو یا "ہندوستانی" کی ترقی کے لئے دکنی خواتین نے جو خدمت کی ہے، اُس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(۱) موٴلفین اور شعرائے اُردو کی سرپرستی وغیرہ -

(۲) شعر گوئی -

(۳) نثر نگاری و اِنشا پردازی -

(۴) خطابت -

(۵) صحافت اور انجمنوں کے ذریعہ اُردو کی خدمت گذاری -

اِن ہی عنوانوں کے تحت صفحات آئندہ میں خواتین دکن کی خدمات کا تذکرہ کیا جائیگا۔

قلمروِ آصفی

چونکہ اس کتاب کا مقصد نام کے لحاظ سے جنوبی ہند کی خواتین کے کارناموں کا تذکرہ کرنا ہے، اس لئے علاحدہ علاحدہ عنوان قرار دئے گئے ہیں، مثلاً قلمروِ آصفی (برار)، میسور، و بنگلور، مدراس۔ پہلے ہم قلمروِ آصفی کی خواتین کے کارنامے پیش کرتے ہیں۔

(۱) مؤلفین اور شعرائے اردو کی سرپرستی وغیرہ

خواتین کا مؤلفین اور شعراء کی سرپرستی کرنا، اور ان کے خدمات کا صلہ دیکر قدردانی و ہمت افزائی کرنا درحقیقت زبان کی خدمت گزاری میں داخل ہے۔ دنیا میں ہر جگہ ایسا ہوتا ہے، اور علماء شعراء فکر معاش سے مستغنی ہو کر علمی خدمت میں منہمک اور مصروف ہو جاتے ہیں۔

خواتین دکن نے بھی اردو مصنفین اور شعراء کی قدردانی کی ہے، اور اپنی سرپرستی سے نظم و نثر میں کتابیں مرتب کرائی ہیں۔ اس خصوص میں ہم سب سے پہلے بیجاپور[1] کی عادل شاہی ملکہ خدیجہ سلطان شہر بانو کا نام پیش کرتے ہیں۔ جو سلطان قلی قطب شاہ (والی گولکنڈہ) کی پوتی، سلطان محمد کی برادرزادی

---

[1] بیجاپور پہلے قلمرو آصفی میں شامل تھا۔

وسلطان عبداللہ کی بہن تھی۔ اور سلطان محمد عادل شاہ (والی بیجاپور) سے بیاہی گئی تھی۔

سلطانہ کے دربار میں کئی نامور شعراء کو بار حاصل تھا، ان میں ملک خوشنود، اور رستمی جیسے اُستادان سر آمد بھی شامل تھے، ملکہ کی سرپرستی سے ملک خوشنود نے کئی مثنویاں لکھیں، جن میں ہشت بہشت اور یوسف زلیخا قابلِ تذکرہ ہیں، رستمی نے دکھنی مثنوی کاشہ کا رخاورنامہ قلمبند کیا، اس کی وجہ سے ملکہ کا نام اس وقت تک باقی رہیگا جب تک کہ یہ مثنوی باقی ہے، سُلطانہ شہر بانو کی علمی فیاضی کا تذکرہ خیابانِ نسواں[۱] میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے، اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اِس سلسلے میں ایک دوسرا نام ماہ لقابائی چنداکا پیش ہوسکتا ہے اس کی علمی قدر دانی شعراء مصنفین اور مورخین کے لئے بہت بڑی ہمت افزائی کا باعث تھی، چندا کا مفصل تذکرہ آگے آتا ہے۔

نور النساء بیگم مرحومہ بنت نواب مختار الملک اول کا نام نامی اس سلسلہ میں لانا ضروری ہے جن کی تعلیمی دلچسپی اور نسوانی ہمدردی کے باعث تذکرۂ جمیل ان کے اسم گرامی پر معنون ہوا ہے، اور ان کی سرپرستی میں اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

موجودہ دور میں۔ اس ذیل میں شہزادی ہر ہائینس درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ اور شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ کا اسم گرامی پیش کیا جا سکتا ہے

---

[۱] مولف کی دوسری تالیف جو عصمت بک ڈپو دہلی سے شایع ہوئی ہے۔

جن کے اسماءِ گرامی پر کئی کتابیں معنون ہوئی ہیں۔ مثلاً ہز ہائینس کے اسم گرامی پر راقم کی کتاب "خواتین عہد عثمانی" اور جہاں بانو بیگم نقوی کی رفتار خیال اور شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ کے اسم گرامی پر بسمل صاحب کی تصنیف "صنفِ نازک" اور راقم کی خیابانِ نسواں کو معنون ہونے کا امتیاز حاصل ہے، اس کے بعد محل نواب کمال یار جنگ بہادر کا نام لینا ضروری ہے، جنھوں نے بکمال علم دوستی اس کتاب کی سرپرستی قبول کرکے پیش لفظ لکھنے کی بھی زحمت گوارا فرمائی ہے۔

ابھی حال میں آپ کلکتہ کے سفر کے موقع پر وہاں کے عموماً نسوانی اور خصوصاً تعلیمی مجلسوں میں جس طرح ہر دل عزیز بنی ہیں وہ فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

اس عنوان میں صغرا بیگم ہمایون مرزا کا نام بھی پیش ہو سکتا ہے، جو عموماً اپنی علمی ہمدردی اور خصوصاً اردو کی دلچسپی کے باعث ادارۂ ادبیاتِ اردو کے معاونین کے زمرہ میں شامل کی گئی ہیں۔

(۲) شعر گوئی اور نثر نگاری

اب ہم خواتین کی شاعری اور نثر نگاری کی تفصیل بیان کرتے ہیں، مورخ اردو کے لئے یہ دشوار ہے کہ وہ ہر صدی کے خواتین کی ادبی خدمتوں کا تذکرہ کر سکے، اول تو اس لئے کہ پردہ کے باعث خواتین کے علمی کارنامے بھی پردۂ خفا میں رکھے گئے، اور آج بھی بعض گھرانوں میں اسی پر عمل ہے۔

دوسرے یہ کہ زمانہ گذشتہ میں عام طور سے تعلیم نسواں کا رواج

نہیں تھا۔ اور تعلیمی سہولتیں حاصل نہیں تھیں، اس لئے خواتین نے
کچھ کام بھی کیا تو وہ پوشیدہ رہا۔
گو یہ صحیح ہے کہ بعض خاندانوں میں عورتوں کی تعلیم کا رواج تھا، مگر
اُن میں بھی زیادہ تر ابتدائی اور معمولی مذہبی تعلیم کا رواج تھا، اعلیٰ عربی اور
فارسی تعلیم حاصل کرنا سب کا کام نہیں تھا۔
ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ہم کو گزشتہ صدیوں کے "اردو"
خدمات کی تفصیل بیان کرنی دشوار ہے، جو کچھ صراحت اس موضوع کے
تحت کی جا سکتی ہے وہ زیادہ تر چودھویں صدی ہجری سے متعلق
ہو گی۔

تیرہویں صدی ہجری

چودہویں صدی ہجری کے قبل ہم جن شاعر خواتین کا تذکرہ کر سکتے ہیں وہ صرف چندا، شرف النسا اور فاطمہ ہیں۔

چندا

مہ لقا بائی چندا، ایک ماہر فن موسیقی اور شاہی طوائف تھی، مگر آج کل کے پیشہ ور طوائفین سے اس کی حالت جداگانہ تھی، اس کی علمی قابلیت اور شعراء اور مصنفین کی قدر دانی کے باعث آج تک اس کا نام زندہ ہے۔

سنہ ۱۱۴۸ھ میں تولد ہوئی اور سنہ ۱۲۳۶ھ میں اُس کا اِنتقال ہوا، حیدر آباد میں کوہِ مولا کے قریب مدفون ہے۔

وہ صاحب منصب و جاگیر تھی، اس لحاظ سے بلند پایہ اور اعلیٰ حیثیت رکھتی تھی، اِس کے موسیقی کے جلسوں میں اَرسطو جاہ، اور میر عالم (وزرا حیدرآباد) جیسی شخصیت کے اَصحاب شریک ہوتے تھے، اور میر عالم نے تو ایک مثنوی اِس کی مدح میں لکھی ہے، چندا کے پاس صرف پہرہ کے لئے پانچ سو سپاہی ملازم تھے، اس سے اس کی دولت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

چندا ایک باکمال ماہر موسیقی ہونے کے علاوہ ایک نازک خیال اور بلند پرواز شاعرہ بھی تھی، اس کا دیوان سنہ ۱۲۱۳ھ میں اَرسطو جاہ کے حکم سے مرتب ہوا ہے۔ جس کا ایک نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، جو سر جان ملکم کو بطور تحفہ دیا گیا تھا۔[1]

---

[1] یورپ میں دکھنی مخطوطات ص ۵۵۴

وہ شاعری کے ساتھ شعرا کی قدر دان بھی تھی، اس کے پاس ہمیشہ شعر و شاعری کی گرم بازاری رہا کرتی، شعرا کی ہمت بندھانا اور حوصلہ افزائی بھی اُس کا معمول تھا۔

چندا کو موسیقی، شاعری کے ساتھ تاریخ سے بھی شغف تھا، اس کی سرپرستی سے ایک تاریخ "دل افروز" کے نام سے لکھی گئی ہے، جو دکن کی معتبر تاریخوں میں شمار ہو سکتی ہے۔

بہرحال چندا نے نہ صرف اپنی شاعری کے ذریعہ بلکہ شعرا اور مصنفین کی سرپرستی کر کے بھی اُردو زبان کی خدمت گذاری میں حصہ لیا ہے۔ چندا کو شیر محمد خاں ایمان سے تلمذ تھا۔

موضع "اڈیکمیٹ" اسی کی جاگیر میں تھا، جہاں آج جامعہ عثمانیہ کی پرشوکت اور شاندار عمارت تیار ہو رہی ہے۔

چندا کا دیوان کوئی ضخیم دیوان نہیں ہے، اس کے کلام میں پاکیزگی اور لطافت کے ساتھ شعریت اور موسیقی بھی ہے جس کی وجہ سے دل آویزی پیدا ہو گئی ہے، تبذل جذبات اور عامیانہ خیالات سے بھی اُس کی شاعری پاک ہے، اس سے بھی اُس کے بہترین اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔

"حیات ماہ لقابائی" کے نام سے اس کی ایک سوانح عمری بھی غلام صمدانی خاں گوہر نے شائع کی ہے، یورپ میں دکھنی مخطوطات" دکن میں اُردو" اور "مرقع سخن" جلد اول میں اُس کے حالات موجود ہیں۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح اس کی جاگیر "اڈیکمیٹ" جامعہ عثمانیہ

کے باعث تعلیمی مرکز بن رہا ہے اسی طرح اُس کی پروردہ لڑکی "حسن لقا بائی کا باغ بھی زنانی[1] مدرسہ کے لئے منتخب ہوا ہے"

چندا کے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

قتل پر کس کے آج ہوئی ہے | توسنِ حسن پر سوار شراب
کب تک رہوں حجاب میں محروم وصل سے | جی میں ہے کیجیے پیار سے بوس و کنار خوب
رخصت بوسہ دیا پان چبا کر ظالم | اپنی قسمت میں مگر تھا یہ حجاب یاقوت
ساقی دے مجھ کو جام مے ارغوان پھر | افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پھر
بنایا یار کی صورت کو وہ نقاش قدرت نے | کھنچے نقشہ نہ ایسا مانی و بہزاد سے ہرگز
مری نازک مزاجی کی خبر رکھتا نہیں ہرگز | وہ سنگیں دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھی عاشق
عمر بھر یوں ہی رہے حسن کا چندا جلوہ | آرزو رکھتے ہیں یہ حیدر کرار سے ہم
وفا کے ہاتھ سے اپنے کمال عاجز ہیں | جفا تو اس کی تھی معلوم پیشتر ہم کو
چشم کافر بھی ہے اور غمزۂ خونخوار بھی ہے | قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے
سو ہاں سے ہو گی وہ تصدق مرے مولا | چندا کی جو کونین میں امداد کرو گے
کیا ہے ضبط اس پردہ نشین کے عشق میں میں نے | صدائے آہ ناممکن ہے دل سے تا بگوش آئے

شرف النساء شرف النساء کے متعلق ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ وہ اسی زمانہ (تیرھویں صدی ہجری) کی شاعرہ تھی، اس کا ایک مرثیہ ہمیں دستیاب ہوا ہے جس کے بعض شعر ملاحظہ ہوں :-

---

[1] نام پلی ہائی اسکول -

دِیا چاند غم کا گگن میں حسین ۔۔۔ پڑیا زلزلہ سب زمین میں حسین
رسالت کے کہن کا منور چندر ۔۔۔ چھپا کربلا کے ہے رن میں حسین
کیا کہن نے نیلی قبا تن اوپر ۔۔۔ دیکھیا جب یکیلا صحن میں حسین[1]

فاطمہ فاطمہ بھی اسی زمانہ کی مرثیہ گو ہے، اس کا ایک مرثیہ ہمیں ملا ہے، افسوس ہے کہ اس کے متعلق بھی کوئی تفصیلی صراحت نہیں کی جا سکتی۔ مرثیہ کے چند شعر پیش کئے جاتے ہیں:۔

کیوں کربلا میں آج حسین علی گئے ۔۔۔ مظلوم کربلا حرم کو علی کے رتن گئے
خنجر جفا کا حلق پیاسے پہ ... گئے ۔۔۔ طفلاں کو کر یتیم نبی کے جوان گئے
کن کے گلے پہ ظلم سوں خنجر پھرا دریغ ۔۔۔ حسرت سے ہاتھ مار نے خیر الامم گئے
نا دے کو نیر تجکو کیا ظلم بے رحم ۔۔۔ زہرا دریغ سوں مار کر خیر النساء گئے
کیتے عرض رسول سوں گریاں ہو فاطمہ ۔۔۔ پیاسا ہو آج جگ سوں شہ دین حسین گئے
قاسم سجن پو ظلم ہوا کربلا منے ۔۔۔ کرتے ہیں یاد تجہ کو دولہن کربلا منے
کیوں رن میں تجہ لگیا کربلا منے ۔۔۔ افسوس آہ مار کو قاسم سجن گئے
محشر میں فاطمہ کئے والی ہے فاطمہ ۔۔۔ بھر جام ہات کو پلاویں گے فاطمہ
کر فضل سوں اس کو چھڑاویں گے فاطمہ ۔۔۔ مظلوم فاطمہ کے حسین علی ... گئے

(از بیاض کتب خانہ مولوی صفی الدین مرحوم)

افسوس ہے کہ تیرھویں صدی ہجری کے دیگر کسی شاعر خاتون کا تعارف کرانے سے ہم سر دست معذور ہیں۔ ممکن ہے کبھی اس میں اضافہ ہو سکے۔

---

[1] خیابان نسوان مولفہ راقم میں پورا مرثیہ نقل کیا گیا ہے۔

چودھویں صدی ہجری کی خواتین کی شاعری اور نثر نگاری

---

(۱)

دورِ محبوبی

گزشتہ صفحات میں چودھویں صدی ہجری کے پہلے کی اردو شاعری کا تذکرہ کیا جا چکا ہے، اب ہم چودھویں صدی کی شاعری اور نثر نگاری کی صراحت کرتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں شاعر اور نثر نگار خواتین کی تعداد زیادہ ہے اسلئے سہولت کی غرض سے اُن کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

(۱) دورِ محبوبی اور (۲) دورِ عثمانی۔

رمضان ۱۳۲۹ھ کو اعلیحضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خاں آصفجاہ سادس نے عالم جاویدانی کی راہ لی اور اعلیحضرت شاہ دکن سلطان العلوم میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہِ سابع نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی، مسند نشینی کے سات سال بعد ۱۳۳۶ھ میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا۔

"دورِ محبوبی" میں ہم اُن شاعر اور نثر نگار خواتین کو پیش کرتے ہیں جن کے

کارنامے جامعہ عثمانیہ کے پہلے وجود میں آچکے تھے گو کہ اُن کا انتقال دورِ عثمانی
میں ہوا، یا بفضلہ بقیدِ حیات ہیں۔

چونکہ اس دور میں خواتین کی تعداد ایسی کچھ زیادہ نہیں ہے اس لئے
شاعری اور نثر نگاری کی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے، دونوں کا ایک ساتھ تذکرہ
کیا جاتا ہے، مختصر حالات اور نمونہ کلام درج ہے۔

(۱) طیبہ بیگم مرحومہ ہندوستان اور دکن میں نواب عماد الملک مولوی
سید حسین بلگرامی مرحوم کا نام کبھی بھولا نہیں جا سکتا۔

طیبہ بیگم مرحومہ نواب عماد الملک کی دختر نیک اختر تھیں، بمقام حیدرآباد
۱۸۷۳ء مطابق ۱۲۹۰ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، ۱۹۱۰ء میں آپ نے
مدراس یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ ہی پہلی مسلم خاتون
ہیں جنھوں نے بی، اے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ ۱۸۹۶ء میں آپ کی شادی
مرزا کریم خاں المخاطب نواب خدیو جنگ مرحوم سابق ناظم طبابت سرکار آصفیہ
سے ہوئی، ۱۹۱۳ء میں طیبہ بیگم کا انتقال ہوا، ایک فرزند اور تین دختر آپ کی
یادگار رہیں۔

طیبہ بیگم کو مطالعہ کا بڑا شوق تھا۔ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو میں انکو
بڑی اچھی دست گاہ حاصل تھی، وہ اعلیٰ درجہ کی انشا پرداز تھیں، ان کے
اردو تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

انوری بیگم۔ حشمت آرا۔ اسرار سلیمانی۔ انوری بیگم میں اُنہوں نے
ایک مغرب زدہ متوسط خاندان کے حالات کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے،

مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اُردو نے اس پر ایک دلچسپ مقدمہ لکھا ہے۔

مرحومہ کے مضامین، صدارتی خطبے، اور تقریریں بھی خاص حیثیت رکھتی ہیں جو وسعتِ معلومات اور عمدہ خیالات کا گنجینہ ہیں جن کو ادارۂ ادبیات اُردو رسائل طیبہ کے نام سے شائع کرنے والی ہے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے طیبہ بیگم کے متعلق جو خیالات اپنے مقدمہ میں ظاہر کئے ہیں اُس کا مختصر اقتباس قابلِ ملاحظہ ہے:۔

"مرحومہ کو مطالعہ کا بیحد شوق تھا، اَدبی ذوق اُنہیں اپنے والد بزرگوار سے اِرثاً ملا تھا۔ چنانچہ اُن کے دو ناول جو اُن کی وفات کے بعد شائع ہوئے اُن کی اَدبی قابلیت کے شاہد ہیں ..... لائق مصنف نے بڑی خوبی سے اس تمام زندگی کو اس طرح بیان کیا ہے کہ شریف حیدرآبادی گھرانے کی معاشرت کا صحیح نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

بیان میں مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک سیدھی سادی زندگی کو بے تکلف طور پر صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ کہیں کہیں ظرافت کا چٹخارا بھی ہے۔ جس سے کتاب اور دلچسپ ہو گئی ہے"

(مقدمہ انوری بیگم)

طیبہ بیگم کو انگریزی مضمون نویسی میں پورا عبور حاصل تھا کئی اُردو نظموں کو آپ نے انگریزی کا جامہ پہنایا ہے اور انگریزی سے وہ فرانسیسی زبان میں منتقل ہوئی ہیں۔ اِس طرح طیبہ بیگم نے اُردو زبان کی خدمت گذاری کا بڑا حق

ادا کیا ہے۔ آپ کی نثر کا نمونہ حسبِ ذیل ہے:-

”علی نقی خاں کے عالی شان مکان کے برآمدہ میں جمیلہ بیگم علی نقی خاں کی بی بی ایک کرسی پر بیٹھی رو رہی تھیں، احمدی بیگم برآمدہ کے ستون میں دونوں ہاتھ ڈالے منہ ستون کی طرف کئے رو رہی تھیں، اور راحت بیگم، جمیلہ بیگم کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھی رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں: آپا آپ کیوں رو رہی ہیں، میں تو ابھی انوری کے کمرے میں سے آئی ہوں، اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے نہیں ہیں، میرے سامنے نرس سے پانی مانگا تھا۔ یہ بھی آپ کا خفقان ہے، چلئے میرے ساتھ اس کے پاس ذرا بیٹھ کر دیکھئے۔

جمیلہ بیگم: نہیں نہیں، میں نہیں جاؤں گی، مجھ سے اس کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔ نہ معلوم کیا منظورِ الٰہی ہے، جو خدا دکھائے وہ بندہ دیکھے، دیکھیں تقدیر اور کیا دکھاتی ہے۔“[1]

(۳) خجستہ سلطانہ بیگم | آپ نصیر الدین حیدر کی صاحبزادی تھیں، ایک زمانہ تک محبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں عربی، فارسی اور اردو کی معلمہ رہیں، مسٹر بیہو شیر نقلیات آپ کی اعلیٰ قابلیت اور وسیع معلومات کے بڑے معترف تھے۔

آپ کئی کتابوں کی مصنفہ تھیں، ”تاریخی کہانیاں“ آج سے پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی ہے، آپ کی گراں بہا تالیف ”تاریخ تیموریہ“ ہے، یہ کتاب ہنوز شائع نہیں ہوئی، مگر سرکار آصفیہ نے ایک بیش قرار صلہ دیکر اس کا

---

[1] انوری بیگم ص۱۴۳ ۔

حق اشاعت حاصل کرلیا ہے۔ خجستہ سلطانہ بیگم کو مضمون نگاری کا بھی شوق تھا۔ آپ کے مضمون رسالہ جات۔ عصمت۔ خاتون۔ ظلِ سلطان، اور افادہ میں شائع ہو کر مقبول ہوئے ہیں، آپ کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی، نکہت تخلص کرتی تھیں۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں مشق تھی۔

(۴۴) صغرا بیگم

صغرا بیگم کا تذکرہ اسی دور میں ضروری ہے۔ ۱۸۸۲ء میں آپ کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی، آپ کے والد حاجی صفدر علی مرزا حیدرآباد کے ایک مشہور ڈاکٹر تھے، صغرا بیگم کی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مطالعہ کے ذوق کے باعث معلومات میں اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ آپ کے وسیع معلومات کا اندازہ آپ کی کثیر تصانیف سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے تصانیف حسب ذیل ہیں:-

(۱) شیر نسواں (۲) تحریر النساء (۳) سفینۂ نجات (۴) مجموعہ نصائح
(۵) سرگذشت ہاجرہ (۶) موہنی (۷) مقالاتِ صغرا (۸) آوازِ غیب۔
(۹) سفرنامہ عراق (۱۰) سفرنامہ پونہ و والئیر (۱۱) سفرنامہ یورپ دو جلد
(۱۲) سیر بہار و بنگال (۱۳) سیاحت جنوبی ہند (۱۴) رہبر کشمیر۔

ان مستقل تصانیف کے علاوہ آپ کے بیسیوں مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں، جن کا مجموعہ ضخیم جلدوں پر حاوی ہو سکتا ہے۔

آج سے کئی سال پہلے حیدرآباد سے رسالہ النساء آپ شائع فرماتی تھیں۔ اور اب لاہور سے رسالہ زیب النساء آپ کی ادارت میں شائع

ہو رہا ہے، اور اپنے عمدہ مضامین کے باعث پسند کیا جاتا ہے۔
صغرا بیگم کو شاعری کا بھی ذوق ہے، کبھی کبھی طبع آزمائی کرتی ہیں۔ حیا
آپ کا تخلص ہے، حضرت جلیل سے تلمذ ہے۔
آپ روزآنہ اپنا روزنامچہ بھی اُردو میں قلمبند کرتی ہیں، جو تاریخ معاشرت
تمدن، سیاست اور ادب وغیرہ کے لحاظ سے خاص حیثیت رکھتا ہے:۔
آپ کے قومی اور ملکی کارنامے بھی قابلِ قدر ہیں، جن کی صراحت
"خواتین عہد عثمانی" میں کی گئی ہے، صغرا بیگم کو تقریر کا بھی ملکہ حاصل ہے،
مردوں کے جلسوں میں بھی آپ نے تقریریں فرمائی ہیں۔ انگلستان میں بھی
آپ نے اُردو میں تقریر کی ہے۔
بہرحال صغرا بیگم نے اُردو زبان کی بڑی خدمت انجام دی ہے، آپ کی
نظم اور نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

دیر و حرم کلیسا بیکار کا ہے جھگڑا — یہ سب ہیں تیرے مسکن جس جا پہ دیکھو تو ہے
نہ جینے کی خوشی مجھکو نہ مرنے کا الم کچھ ہے — جو ہونا ہے مقدر میں وہ ہو جائے تو ہو جائے
رقیب روسیہ سے ہے عبث اُمید نیکی کی — کوئی کا نٹا مرے حق میں وہ بو جائے تو بو جائے
کوئی بھی آئیگا تربت پہ بھلا میرے بعد — خاک آ آ کے اُڑائے گی صبا میرے بعد
مرجائیں گے واللہ نہ بھولیں گے غم ہجر — اس دل سے میرے اسکی محبت نہیں جاتی
وقت آخر بھی تیری یاد میں سو جاؤں میں — یاد تیری مجھے دنیا کے بکھیڑوں سے چھڑائے
تم پاؤں زمین پر تو رکھو سوچتے کیا ہو — کیا فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو

نظم کے بعد کچھ نثر کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو:۔

"حقیقت یہ ہے کہ مادہ پرست دہریہ بھی کشمیر میں آکر یہاں کے سر بفلک پہاڑوں، حیات دہندہ برف سے سرد شیریں وشفاف چشموں کے پانی کی روانی، سبزہ زاروں، انواع واقسام کے میووں کے درختوں، شفاف پانی کی متعدد جھیلوں، سرسبز مرغزاروں، باغوں، بعض دہشت دہندہ خوفناک پہاڑوں کی چڑھائی اترائی کو دیکھکر قادر مطلق کی ہستی کا بے چون وچرا ضرور قائل ہوجائے گا۔ کشمیر کی خوبیاں بے شمار ہیں؛

ع

کشمیر گل رشک پری خانہ چین است

القصہ بہشتے ست کہ بر روئے زمین است

(۴) رقیۃ بیگم مرحومہ

اس دور کی ایک شاعرہ اور نثر نگار خاتون رقیۃ بیگم مرحومہ تھیں، آپ مولانا احمد مدنی مرحوم مدرس مدرسہ دارالعلوم کی شریک زندگی تھیں۔ ۱۹۳۳ء میں رقیہ بیگم کا انتقال ہوا۔

رقیہ بیگم نارائن پیٹھ نام ایک قصبہ میں پیدا ہوئیں، تیرہ سال کا زمانہ وہیں بسر ہوا۔ تیرہ سال کی عمر میں شادی ہوئی اور صاحب اولاد ہوگئیں۔ شادی کے پہلے اُن کے والد نے عربی، فارسی، اردو، جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم دی تھی، شادی کے بعد اپنے شوہر سے استفادہ کیا۔ اپنے قوی حافظہ اور شوق کے باعث بڑی اچھی دست گاہ حاصل کرلی۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء میں محبوبیہ گرلز اسکول کے امتحان مقابلہ میں کامیاب ہوکر سالک ملازمت میں داخل ہوئیں، وہاں ابتدائی جماعتوں سے لیکر سینئر کیمبرج تک السنۂ مشرقی کی تعلیم کا دارومدار آپ ہی پر تھا۔ چنانچہ آپ کی تعلیم کی بدولت

اس زمانہ کی طالبات اُردو، فارسی، عربی میں اچھی مہارت رکھتی ہیں۔

رقیہ بیگم کو نظم اور نثر نگاری دونوں سے دلچسپی تھی، کمتر آپ کا تخلص تھا۔ کلام کا نمونہ پیش ہے۔

محمدؐ پکارا کروں — یونہیں زندگانی گزارا کروں
کرے جبکہ بلبل بیان وصفِ گل — میں ذکرِ مبارک تمہارا کروں

کس کا منہ ہے جو کرے مدح پیمبر تری — آپ کرتا ہے ثنا خالقِ اکبر تری
تجھ کو دیکھا تو نہ آنکھوں نے سمایا پیکر بشر — واہ کیا شان ہے اے گنبدِ اخضر تری

جان اُن پر شیدا کئے ہی بنی — تیغِ قاتل کو سر دیتے ہی بنی
دل کے ہاتھوں سے ہو کے مجبور — بارِ اُلفت کو سر لیتے ہی بنی

زمانہ نے پیسا ہے کمتر کو ایسا — کہ مرنے سے پہلے فنا ہو رہا ہے

(۵) بدر النساء بیگم خفی

خفی کے والد تھے ابو الفیض سعید الدین مرحوم جو سرکار آصفیہ کے سررشتہ عدالت میں منصفی کی خدمت پر مامور اور اپنے وقت کے عالم متبحر اور قابل فرد تھے۔

بدر النساء بیگم کی پیدائش سنہ ۱۲۸۰ھ کے قریب ہوئی، تعلیم اور تربیت گھر پر خانگی طور سے ہوئی، اپنے والدین سے عربی، فارسی اور اردو کی اعلیٰ تعلیم پائی، اور پھر انگریزی میں بھی مہارت پیدا کی تھی۔ خفی ایک عرصہ تک اپنے والد کے ہمراہ نارائن پیٹھ میں رہیں، ایک زمانہ میں یہاں منصف، تحصیلدار، ڈاکٹر، صدر مدرس سب ہی علم و فضل شعر و سخن کے دلدادہ جمع ہو گئے تھے خصوصاً ڈاکٹر احمد حسین مائل جو حیدرآباد کے قابل ترین شعراء میں

شمار کئے جاتے ہیں اسی مقام پر عرصہ تک کارگزار رہے۔

اس ماحول کے مدنظر بدرالنساء بیگم نے بھی چودہ سال کی عمر سے شعرگوئی شروع کردی حضرت اُمل سے تلمذ رہا۔ اپنے شوق اور قابل استاد کی دلچسپی کے باعث بہت جلد ان کو اچھا ملکہ حاصل ہوگیا، خفی تخلص تھا۔ سنہ ۱۳۱۲ھ میں اُن کا دیوان شائع ہوا ہے۔

خفی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کو صرف مدحِ رسول اور عشقِ حقیقی تک محدود رکھا تھا۔ اُن کا پورا دیوان جو ردیف وار ہے شروع سے آخر تک نعتیہ ہے۔ خوش قسمتی سے آپ کو رفیقِ زندگی بھی شاعر ملا جس کے باعث آپ کی شاعری کو اور زیادہ تقویت ہوئی۔ سنہ ۱۳۳۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ نمونہ کلام حسبِ ذیل ہے:—

ناز سے آئیگا جس وقت وہ محبوبِ خدا — دیکھنا حشر میں ایک حشر نمایاں ہوگا
خود کریگا مری بیماریٔ عصیاں کا علاج — رشکِ عیسیٰ مرا آمادۂ درماں ہوگا
کب ملے گی مجھے وہ دولتِ دیدار تری — کوکبِ بخت پہ کب مہر سا تاباں ہوگا

دلِ مضطر کو بہلایا تو ہوتا — کبھی پھر خواب میں آیا تو ہوتا

وہ بھی اک دن تھا کہ روئے پاک آتا تھا نظر — اب الٰہی یہ مقدر میرا کیسا ہو گیا

توبہ کرتی ہوئی بھاگی ہیں بلائیں ساری — بن گیا جب سے محمد مرے دل کا تعویذ

قریب ہو وقت موت کا جب آئے آنکھوں میں دم ہمارا
دکھا دو مجھکو وہ پاک چہرہ نقاب منہ سے اُٹھا اُٹھا کر
لحد میں جس دم نکیر آئیں طرح طرح سے ہمیں ڈرائیں
تو دستگیری کرو ہماری جمال باطن ہمیں دِکھا دِکھا کر

مدح رسول کی ہے مجھے حرص بالضرور — ہرگز نہیں ہے مجھ کو نام ونشاں کی حرص

حجاب منہ سے اُٹھا چکے ہیں مجھے وہ صورت دکھا چکے ہیں
مری نظر میں سما چکے ہیں نظر سے پھر دل میں آ چکے ہیں
غضب ہے سن کر بھی پھر نہ سنا ستم ہے انجان اُن کا ہونا
کہ نالہ و شیون و فغان میں تو درد دل ہم سُنا چکے ہیں
فنا ہماری بقا کے اندر بقا ہماری فنا کے اندر
بتائیں نام و نشاں کسے ہم کہ اپنی ہستی مٹا چکے ہیں

کاش تدبیر سے تقدیر موافق ہوتی — خانۂ دل میں ہم اس شاہ کو مہماں کرتے
راز کی باتیں جو ارشاد وہ کرتے ہم کو — گنج مخفی ہی سمجھ کر اُنہیں پنہاں کرتے
اے خفی حضرتِ یوسف اگر اِس دم ہوتے — حسن احمد کو دکھا کر اُنہیں حیران کرتے [1]

---

[1] دیوانِ خفی مطبوعہ۔

(۶) **منعم** | اَمتہ الفاطمہ بیگم منعم تخلص، عبدالسلام صاحب مرحوم تحصیلدار کی اہلیہ تھیں، شاعری سے دلچسپی تھی، رسالہ النساء میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا تھا۔ ایک کتاب بھی "نظم نامہ" کے نام سے لکھی تھی۔

مبارک عید قرباں آئی ہے ہر ایک شاداں ہے
خدا کی رحمتوں سے شادماں ہر ایک انساں ہے

گرانی سے پراگندہ تھے محتاج و غنی سارے
کیا خالق نے فضل اپنا یہ اُس کا لطف و احساں ہے

الٰہی ملک و مالک کو مبارک عید قرباں ہو
رہیں آباد سب باہم یہی منعم کا ارماں ہے

---

(۷) **قیصری بیگم** | آپ مولوی شرف الحق مرحوم کی دختر اور مولانا نذیر احمد مرحوم کی نواسی ہیں، تعلیم خانگی طور سے ہوئی، معلومات وسیع اور خیالات بلند ہیں، اردو زبان کے محسن اعظم مولانا نذیر احمد کی نسبت ہی آپ کی علمی خدمات کی کافی ضامن ہوسکتی ہے۔ اپنے نانا سے آپ نے بخوبی استفادہ کیا ہے۔

اردو مضمون نگاری سے دلچسپی رکھتی ہیں النساء اور عصمت کی پرانی مضمون نگار رہیں، اگرچہ آپ کے بزرگوں کا وطن دہلی ہے۔ مگر شرف الحق مرحوم اور پھر آپ کے شوہر کی ملازمت حیدرآباد کی ہے، اور اب تو آپ کا بڑا کنبہ یہاں ہے، آپ کی نثر نگاری کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

دو وقت تھوڑا اور کام بہت ہے، ہم کو ہر وقت یہ خیال اپنے دل میں رکھنا چاہیئے کہ ہم مسلمان ہیں، ہمارا کوئی کام شرع سے باہر نہ ہو، صرف نام کے مسلمان بننے سے فائدہ نہیں، بلکہ اصل دینداری وہی ہے کہ ہمارا گھر دینداری کا پورا نمونہ ہو۔ اور ہمارا ہر کام ایسا ہو جو خدا اور اس کے رسول مقبول کے پسند سے باہر نہ ہو۔"[1]

(۸) اختر حمیدہ سلطان خانم | آپ نواب سرور الملک مرحوم کی بڑی دختر ہیں۔ نواب سربلند جنگ مرحوم سے بیاہی گئیں، آپ کی تعلیم و تربیت خانگی طور سے ہوئی، اردو، فارسی، عربی کے علاوہ انگریزی میں بھی مہارت حاصل ہے۔ سفر حجاز کے ساتھ یورپ کی بھی سیاحت ۱۹۰۹ء میں فرمائیں۔ اس موقع پر سفر کی یادداشت مرتب کی تھی، اب اس کو کتابی صورت میں "دنیا عورت کی نظر میں" کے نام سے شائع فرمایا ہے۔

آپ کے نثر کا نمونہ پیش ہے۔

"اس سفرنامہ میں آپ کو میرے قلبی جذبات کے ساتھ ساتھ دوسری قوموں کی عورتوں کے تمدن اور معاشرت کا بھی خاکہ نظر آئے گا۔ اور اس سے آپ کو یہ اندازہ ہوسکیگا کہ دوسرے ممالک کی عورتیں اور ہم ہندوستانیوں سے کس قدر مختلف ہیں۔ اور ان کے اور ہمارے تمدن میں کس قدر بُعد ہے۔ غیر ممالک کی بہت سی باتیں میں نے سخت ناپسند کیں، اور بہت سی باتیں اس قابل ہیں کہ ہندوستانیوں اور ہندوستانی بیبیوں کو ان کی تقلید کرنی چاہیئے۔"

(از مقدمہ دنیا عورت کی نظر میں)۔

---

[1] رسالہ النساء حیدرآباد شوال ۳۹ھ

(۹) ام الاعظم بیگم | مولوی سید محمد حسین صاحب بلگرامی سابق صدر محاسب سرکار عالی کی اہلیہ ام الاعظم بیگم بھی مصنفہ ہیں اگرچہ آپ کی تعلیم و تربیت ہندوستان میں ہوئی۔ مگر عرصہ دراز سے حیدرآباد ہی آپ کا وطن ہوگیا ہے، اردو، فارسی، عربی کے ساتھ انگریزی سے بھی بخوبی واقف ہیں، کئی کتابوں کی مولفہ ہیں، آپ کی سب سے گراں قدر کتاب مارگن شوستر سابق وزیر فنانس ایران کی کتاب کا ترجمہ ہے جو "فغان ایران" کے نام سے شائع ہوا ہے، اس سے آپ کے ترجمہ کی قابلیت بخوبی واضح ہوتی ہے، نمونہ حسب ذیل ہے:-

"ایک صدی کے قریب یا اس سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گذرا کہ ایک طرف تو یورپ کی سلطنتوں نے ملک گیری میں حیرت انگیز ترقی کی اور گویا تمام ایشیا ان کے زیرنگیں ہوگیا، دوسری طرف ساتھ ساتھ ان کے مورخین اور اخبار نویسوں نے بھی دلفریب پولٹیکل انشاء پردازی و تاویلات میں کمال پیدا کیا کہ حقیقت واقعات کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا . . . . آب کبنٹ نے بشمول وزیر اعظم صمصام السلطنۃ میرے ساتھ بھی مخالفت شروع کر دی، اس لئے کہ میں سرکاری لوٹ کے خلاف تھا۔ اور روز وزیر اعظم نے صاف انکار کردیا کہ وہ مجھے حسب وعدہ خزانہ کے لئے فوجی پولس مرتب کرنے میں مدد نہ دینگے"

(فغان ایران صفحہ ۱۶۷)

(۱۰) امتہ القادر بدر النساء بیگم | آپ مولوی حسین عطاء اللہ مرحوم کی بڑی دختر اور مولوی عبدالقادر مرحوم کی بیوی ہیں،

۱۲۸۳ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم اپنے چچا مولوی خلیل اللہ صاحب سے حاصل فرمائی، مطالعہ کے شوق نے معلومات میں وسعت پیدا کی، بچپن ہی سے اپنے انتظامی قابلیت کے باعث اپنے والد کے پورے گھر کے انتظام اور حساب کتاب کی مالک ومختار تھیں۔ شادی کے بعد وہ اپنے اور والد کے حسابات اور خانہ داری کے انتظام کو نہایت سلیقہ شعاری سے انجام دیتی رہیں۔

"گلزارِ اولیا" نام آپ کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، اس میں اولیاء اللہ کے اخلاقی امور اور کرامات جمع کئے گئے ہیں ایک طویل مقدمہ بھی لکھا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے:-

"دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو کیسی ہی خوشی اور شادمانی میں اپنی زندگی بسر کرتا ہو۔ مگر بالآخر اس کو رنج وپریشانی سے نجات ہو، یا فکر وغم میں مبتلا نہ ہو جس کی وجہ سے مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ کاش وہ دنیا میں نہ ہو اور ان مصائب وتکالیف کے لئے وہ دنیاوی تعلق حاصل نہ کرتا۔ مگر یہ سمجھتا نہیں کہ اس کا پیدا ہونا اور دنیا میں زندگانی کرنا اور خوشی وعیش منانا اور رنج ومصیبت میں مبتلا ہونا وہ سب اس کے اختیار سے خارج ہیں۔"

(مقدمہ گلزارِ اولیاء)

(۱۱) ایجاد کمال النساء بیگم، صدارت جنگ مرحوم کی اہلیہ تھیں۔ شاعری میں بڑی اچھی مہارت حاصل تھی۔ اپنی عزیز اور محبوب دختر سکندر جہاں بیگم مرحومہ کے انتقال کے باعث عموماً مرثیے، نوحے

وغیرہ لکھا کرتی تھی، ایک طویل مثنوی "غم کسا رِ بیوہ" کے نام سے بھی شائع ہوئی ہے۔ کبھی ایجاد اور کبھی کمال تخلص کرتی تھیں۔ ۱۳۵۸ھ میں انتقال ہوا۔
کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

نوحہ

آئے اگر وہ شوخ خود آرا کبھی کبھی
جاگے نصیب خفتہ ہمارا کبھی کبھی

اغیار مستحق تلطف سہی مگر
خویشوں سے بھی تو کیجئے مدارا کبھی کبھی

ملنا اگر محال ہے اُن کا تو اے صبا
پہنچا سلام شوق ہمارا کبھی کبھی

آنکھوں میں دوں جگہ تمہیں اور جاں کروں نثار
ہو خواب میں گذر جو تمہارا کبھی کبھی

لیتے نہیں مرے دلِ مضطر کی وہ خبر
جن کو فراق تھا نہ گوارا کبھی کبھی

آنکھوں سے میرے اشک کے دریا ہوئے رواں
جوشِ دروں نے جبکہ ابھارا کبھی کبھی

وحشت میں گرد گورِ سکندر پھرا کئے
سنگِ لحد پہ سر بھی تو مارا کبھی کبھی

حق سے یہ ہے دعا بکمالِ ادب کمالؔ
آجائے میری راج دلارا کبھی کبھی

نظارہ جمال کی مشتاق ہوں بہت
ہو جاؤ میرے گھر بھی خدارا کبھی کبھی

لاش پر کہنا میرا رو رو کے شیون کرنا
تنہا آج آپ چلے ہم بھی ہیں کل آنیوالے

میں ہوں مشتاق جمال انکا دکھا دو مجھکو
چاہیئے جلدی تجھے دیر لگانے والے

کوئی ایسا نہیں ہو جس سے محبت مجھکو
تم ہی آنکھوں میں تم ہی دل میں سمانیوالے

جسقدر اپنی خوشی تھی وہ ملی خاک میں سب
اب تو ہم ٹھیرے فقط رنج اٹھانیوالے

کس سے پوچھوں کہ سکندر ہیں کہاں کیسے ہیں
واپس آتے ہی نہیں جو کہ ہیں جانیوالے

حمد باری میں سر جھکا کے قلم
شاخ طوبیٰ کا بن گیا ہمدم
بارور کیوں نہ ہو وہ ذی پایہ
حمدِ حق ہے اسی کا سرمایہ
اے سکندر جہاں کہاں تم ہو
دخترِ مہربان کہاں تم ہو
کس نے تم کو جدا کیا ہم سے
نہ رہا لطف زندگی غم سے
میری نورِ نظر کہاں تم ہو
رنج فرقت سے مرے ہوش ہیں گم
عدم آباد کو کیا آباد
مجھ ضعیفہ کو کر دیا برباد

---

(۱۴) زینب بیگم

زینب بیگم کے متعلق ہمیں کچھ معلومات نہیں ہیں، آپ کا کلام رسالہ معلم نسواں میں شائع ہوا کرتا تھا۔ زینب آپ کا تخلص تھا اور غالباً مولوی محب حسین مرحوم ہی سے آپ کو تلمذ بھی تھا۔ کیونکہ کلام میں ان ہی کا رنگ نظر آتا ہے :—

جب "نحن مثلہا" فرمایا ہے ربِ جہاں
کیوں نہ ہو ہر بات میں مردوں کی ہمسر عورتیں
حامیانِ پردہ داری مبتلائے جہل ہیں
کیونکہ ہیں مصداق ان یعرفن یکسر عورتیں
آج کل فرمانروائے دہر عورت ذات ہے
کہوں کیوں اب مرد ہیں سرور کہ سرور عورتیں
مرد ہیں محکوم اور حاکم ہے عورت ہند میں
ہیں رجالِ ہند سے بڑھکر بدر عورتیں
کس شریعت میں ہے ایسے پردۂ نسواں کا حکم
تھیں حضرت کے نفیس آزاد گھر گھر عورتیں
کیا ہیں مکہ و ایران سب ہیں بے حیا
پھرتی ہیں اوڑھے ہوئے باہر جو چادر عورتیں

مومنہ عورات کا مداح زینب ہے خدا — پھر نہ کیوں مقبول یزداں ہوں سراسر عورتیں[1]

---

(۱۳) **تراب** — تراب النسا بیگم تراب تخلص، حیدرآباد وطن، رسالہ النسا میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا تھا۔ تفصیلی معلومات کی ہمیں اطلاع نہیں ہے۔

چشم بد دور آج مرکز بن گیا — حیدرآباد دکن تعلیم کا
جانتے ہیں سب حقیقت علم کی — علم کیا شئے ہے کہوں کیا میں بھلا
بات ہے یہ صاف ظاہر دیکھ لو — علم والوں کا ہے جو کچھ مرتبا
علم ہی سے زندگانی کے اصول — ہوتے ہیں انسان پر سب برملا
اور ہے انسان مشتق انس سے — جس سے مل جاتا ہے محبت کا پتا[2]

---

(۱۴) **افضل النسا بیگم** — آپ سر افسر الملک مرحوم کے بھائی نادر جنگ مرحوم کی دختر ہیں، ۱۳۰۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، اولاً خانگی طور پر آپ کی ابتدائی تعلیم اردو، فارسی اور انگریزی سے ہوئی، اس کے بعد فاطمہ بیگم ہمشیرہ نواب عماد الملک مرحوم کے قائم کردہ زنانہ مدرسہ "نوبل اسکول" میں شریک ہوئیں، اس زمانہ میں ابھی کوئی زنانہ سرکاری مدرسہ حیدرآباد میں قائم نہیں ہوا تھا۔ نوبل اسکول میں مخصوص چند خاندان کی لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد مولوی محب حسین مرحوم سے

---

[1] رسالہ معلم نسواں ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ [2] رسالہ النساء، بابتہ ۱۳۴۰ھ

خانگی طور پر تعلیم پاتی رہیں۔ درمیان میں کچھ عرصہ تک اس تعلیم کا سلسلہ موقوف ہوگیا تھا۔ اُس زمانہ میں مولوی صاحب مرحوم خطوط کے ذریعہ تعلیم دیتے رہے مگر اس کے بعد پھر آپ عرصہ دراز تک مولوی صاحب مرحوم سے اِستفادہ حاصل کرتی رہیں۔

مولوی صاحب مرحوم کو آپ سے بہت اُنس تھا۔ نہایت توجہ اور ہمدردی سے تعلیم دیا کرتے تھے، خود مولوی صاحب کو آپ کی شاگردی پر فخر تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر جو نظم مبارکباد لکھی تھی، اس کے دو شعر قابلِ ملاحظہ ہیں:-

علم و تہذیب و تمدن کے ہیں جسکے چرچے — آج مشہور وہ خاتون دکن ہے گل پوش
دیکھ لے صاف ہے قرآن میں لیس الذکر — آج مردوں سے جو افضل ہے وہ ہے گل پوش

افضل النساء بیگم کی حالت اب بھی طالب علم کی سی ہے، کیونکہ مطالعہ کا بڑا شوق ہے، کتابوں کے علاوہ علمی رسائل سے آپ کو بڑی دلچسپی ہے، اور شوق سے اُن کا مطالعہ کرتی ہیں۔

نواب ممتاز یار الدولہ نے اپنے خاندان کی حد تک ایک زنانہ انجمن بنام "انجمن اصلاح تمدن" قائم کی تھی۔ اِس میں ہفتہ وار مختلف عنوان پر لکچر ہوا کرتے تھے، افضل النساء بیگم اس انجمن کی پرجوش اور سرگرم رکن تھیں اور ہمیشہ تقریر کیا کرتیں آپ کے لکچر وسیع معلومات کا ذخیرہ ہوتے تھے۔

اُردو زبان کی خدمت گذاری کے سلسلہ میں آپ نے ایک بڑا کام

کیا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ محب حسین مرحوم ایک عرصہ تک خطوط کے ذریعہ آپ کو تعلیم دیا کرتے تھے، مختلف مسائل توحید، تصوف سنراو وجزا، کو آسان طریقہ پر ذہن نشین کرنے کے لئے انھوں نے بیسیوں خطوط لکھے، چونکہ یہ خطوط مذہب کے دقیق مسائل پر آسان اور سلیس زبان میں روشنی ڈالتے ہیں، اس لئے آپ نے دوسری عام خواتین کو اس سے واقف کرانے کے لئے اولاً "رقعات محب" کے نام سے مولانا کے کچھ خطوط شائع فرمایا اس کے بعد جب عام طور سے اُن کو پسند کیا گیا تو پھر "خطوط محب" کے نام سے باقی خطوط شائع فرمائیں۔ اِن کتابوں میں آپ کے مقدمات بھی شامل ہیں، آپ کی عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"میں نے چند سال ہوئے، ایک رسالہ کی شکل میں جس کا نام "رقعات محب" ہے شائع کئے اُن کی اِشاعت سے معلوم ہوا کہ اکثر عورتوں اور مردوں نے اُن کو بہت پسند کیا، اور اس پسندیدگی کی وجہ سے مجھے جراءت ہوئی کہ اُن کے جملہ باقی خطوں کو بھی قوم کے افراد کے سامنے پیش کروں، میری رائے میں اُن خطوں کے پڑھنے سے عورتوں کے طبقہ کو بہت فوائد حاصل ہوں گے"[1]

(۱۵) عظمت النساء بیگم آپ نواب ممتاز یار الدولہ کی دختر اور منظہر الدین صاحب مرحوم سابق ناظم ٹپہ حیدرآباد سے بیاہی گئیں تھیں ۱۸۸۳ء میں آپ کی پیدائش ہوئی خانگی طور پر آپ کی تعلیم ہوئی۔ پھر نوبل اسکول

---

[1] خطوط محب - ۱۲

میں زیرِ تعلیم رہیں۔

ایک عرصہ تک آپ نے ہوبارٹ اسکول مدراس میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ کو نہایت قابلیت سے انجام دیا ہے، اسکول میں کئی اصلاحیں کیں اردو اور مذہبی تعلیم کا انتظام کیا۔ اس کے بعد آپ کا تقرر مدراس میں انسپکٹر آف اسکولز پر ہوا۔ مگر چند ماہ کے بعد آپ خود مستعفی ہو گئیں۔

کوئین میری کالج مدراس کے کونسل میں ممبری کی حیثیت سے آپ نے کام کیا ہے، بہرحال صوبہ مدراس وغیرہ میں آپ نے عورتوں کی عام بیداری خصوصاً تعلیمی ترقی میں خاص حصہ لیا ہے۔

اردو مضمون نگاری سے آپ کو دلچسپی تھی، زنانہ رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ نمونہ حسبِ ذیل ہے:۔

"دنیا کو لوگ بری جگہ کیوں کہتے ہیں، اس لئے کہ ان کو اپنی خواہش و آرزو اور تمنا کی مرغوب چیزیں نہیں ملتیں یعنی وہ چیزیں جن کو ان کا دماغ و دل جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ وہ چیزیں ان کو اپنی زندگی ہی میں میسر ہوتی رہیں، تاکہ ان کے پانے سے ان کو اطمینان اور تسلی قلب حاصل ہوئے، جس کا نتیجہ مسرت و خوشی ہے"[1]

(۱۹) **عاصی** | سیدہ احمد النساء بیگم عاصی تخلص، سید نظام الدین صاحب مرحوم بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی کی دختر ہیں، مرحوم مدراس یونیورسٹی کے پہلے مسلمان بی۔ اے تھے، عاصی کے شوہر سید اسد اللہ صاحب مرحوم

---

[1] تذکرہ جمیل۔

بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سابق مددگار معتمد عدالت و امور عامہ تھے۔
سیدہ احمد النساء کی پیدائش حیدرآباد میں سنہ ۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ خانگی طور پر تعلیم ہوئی نظام الدین صاحب مرحوم جھجری سے بھی استفادہ کیا اور پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات منشی، اور ادیب فاضل میں کامیابی حاصل کی۔
آپ کو اردو زبان کی خدمت گذاری کا بڑا شوق ہے۔ اسی شوق کے سلسلہ میں اولاً تعلیم المعلمات میں ملازم ہوئیں، اس زمانہ میں شریف مسلم معلمہ کا کال تھا، کئی سال تک آپ یہ خدمت انجام دیتی رہیں۔ اردو فارسی کی تعلیم آپ سے متعلق تھی۔ اس کے بعد سکندرآباد کے گرلز ہائی اسکول میں مامور ہوئیں، میٹرک تک اردو اور فارسی کی تعلیم آپ ہی سے متعلق تھی، اس زمانہ میں یہاں آپ نے ایک انجمن ادب اردو قائم فرمائی، کینز ہائی اسکول کے بعد احمد النساء بیگم مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ میں مامور ہوئیں اور اب یہاں ہی کارگزار ہیں، یہاں بھی آپ نے "انجمن ادب اردو" قائم کی ہے، جس میں لڑکیاں مباحثہ، مناظرہ، مکالمہ اور تقریر وغیرہ کرتی ہیں۔
احمد النساء بیگم کو عرصہ سے مضمون نگاری کا شوق ہے، اولاً رسالہ نورجہاں، شریف بی بی میں مضامین شائع ہوتے تھے، اب رسالہ کامیاب دہلی اور اخبار خاتون بمبئی میں آپ کے مضامین اور نظمیں شائع ہوتی ہیں، اخبار خاتون کی آپ خصوصی مضمون نگار ہیں۔
اردو کی خدمت کے شوق میں بمبئی کے میونسپلٹی مدارس میں بھی آپ نے

کئی سال کام کیا ہے، وہاں آپ کی وجہ سے بڑی ترقی ہوئی چنانچہ جس وقت آپ بمبئی گئیں تو صرف چھ زنانہ مدرسے تھے اور طالبات کی تعداد پانچ سو تھی۔ آپ کی چار سالہ کوشش سے اڑتیس مدرسے کھولے گئے اور طالبات کی تعداد دس ہزار تک پہونچ گئی۔

مدارس نسواں کے لئے نظمیں، کہانیاں، مناظرہ، مباحثہ، مکالمے باتصویر حروف وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں، مگر ہنوز ان کی اشاعت نہیں ہوئی ہے۔ ادارہ ادبیات اردو کی جانب سے اب ان کی اشاعت ہونے والی ہے۔

نمونہ کلام حسب ذیل ہے:-

اَجل کے بھیس میں دیکھی حیاتِ جاوداں ہم نے — دیئے ہیں سر کٹا کر زندگی کے اِمتحاں ہم نے
کچل کر قیصر و کسریٰ کی پندارِ حکومت کو — جھکائی تیرے کعبہ پر جبینِ دو جہاں ہم نے
سنا کر ساری دنیا کو ترا پیغامِ ربانی — مٹائے رُوح کی اقلیم سے وہم و گماں ہم نے
ترے محبوب کے دو چار بولوں میں ہی برکت تھی — کہ نوا اُمیدِ ازل کو کر دیا آتش بجاں ہم نے
تجھے تو یاد ہیں بدر و حنین و مکّہ کے قصّے — ترا نعرہ لگایا خنجروں کے درمیاں ہم نے
کلیجے کاٹ کر ہم نے سجایا بزمِ ہستی کو — بڑھائی اپنے خوں سے گلشنِ عالم کی شاں ہم نے
ہمارے بازوؤں کو قوتِ حیدر عنایت کر — کہ پھر لہرا دیا ہے دینِ فہم کا نشاں ہم نے

دکھا دونگی میں کافر کو وہ مسلم کا یدِ قدرت — ہزار روزِ جزا کی یوں نمایاں کر کے چھوڑونگی
تصور بھی نہیں کر سکتا مسلم کی شہادت کا — پسینہ بھی اگر ٹپکیگا طوفان کر کے چھوڑونگی

بنے گا مجھ سے دنیا شمع احدیت کا پروانہ | تو پھر قربان میں ہونگی قربان کرکے چھوڑونگی
مصیبت سے مجھے بھی والہانہ عشق ہے عاصی | ہر اک مشکل سے مشکل کو بھی آسان کرکے چھوڑونگی

یہی مسلم کا کرنا ہے یہی مسلم کا رونا ہے
کہ مسلم ہی مرونگی اور مسلمان کرکے چھوڑونگی

آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"نجمہ نے دیکھا کہ اس کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہے، اس کے چہرے پر حسرت برس رہی تھی، اور وہ نہ جانے کیوں بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ نجمہ اس کی یہ حالت دیکھکر حیران رہ گئی وہ خود بھی پریشان ہوگئی، آخر جب نہ رہا گیا تو اس نے ضیاء سے پوچھا۔

نجمہ، کیا بات ہے آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟
کچھ نہیں نجمہ اپنی بدقسمتی کو کیا کہوں۔ ضیاء نے حسرت بھری آواز سے کہا!
آخر بات کیا ہے؟ وہ کونسی مصیبت ہے جو آپ اس قدر گھبرا رہے ہیں، نجمہ نے کہا:

ضیاء، نجمہ میں جس بنک میں کام کرتا تھا وہ فیل ہوگیا، بنک کے مالک مسٹر جان نے سب کو برخاست کر دیا، پریشان ہوں کہ کیا کروں آج کل تو ملازمت عنقا ہے، بغیر سفارش کے ملازمت ہی نہیں ملتی، اور پھر پردیس میں ہمارا کون ہے؟"

"پیارے انور! شاد رہو، خوش رہو۔

مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ تم اُردو اچھی طرح پڑھ سکتے ہو، اور تم کو عیدی میں کتاب لینے کی خواہش ہے یہ سنکر اور بھی دل بہت خوش ہوا، خدا تمہارے علم و عمر میں برکت و ترقی دیوے، انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پیاری اور اچھی کتاب عیدی میں ملیگی؛

اَب ایک کہانی لکھتی ہوں، تم اچھی طرح پڑھو اور غور سے پڑھو، جب میں آؤنگی تو تم سے زبانی سنونگی، اور تمہیں سمجھاؤنگی"

---

(۱۷) سکندر بیگم | سکندر بیگم مرحومہ کے والد سید حسین علی خاں مرحوم حیدرآباد کے ایک جاگیردار تھے، آپ کو شاعری سے بڑی دلچسپی تھی، امیر تخلص تھا، داغ کے شاگرد تھے۔

سکندر بیگم کے شوہر سید زین الدین صاحب مرحوم صرف خاص حضور نظام میں مہتمم محلات تھے، سکندر بیگم محبوبیہ گرلز اسکول میں لڑکیوں کو بکوان کی تعلیم دینے کے لئے مامور تھیں، اس سلسلہ میں "پخت سکندری" کے نام سے ایک کتاب شائع فرمائی تھی۔ جو افسوس ہے اب نایاب ہے۔

---

(۱۸) عصمت | بسم اللہ بیگم عصمت تخلص، ترک علی شاہ ترکی مرحوم کی دختر ہیں، مرحوم اگرچہ پنجاب کے رہنے والے تھے لیکن حیدرآباد آکر بس گئے تھے۔ عصمت کے ماموں مولانا غلام قادر صاحب گرامی بھی مشہور شاعر تھے۔

عصمت کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۳۱۱ھ میں ہوئی، چونکہ اس زمانہ میں زنانہ مدرسوں سے بہت کم استفادہ کیا جاتا تھا اس طرح عصمت کی تعلیم بھی اگرچہ گھر پہ ہوئی، لیکن اردو، فارسی کی اعلیٰ تعلیم ہوئی، علم عروض بھی اپنے والد ہی سے حاصل کیا۔

چونکہ گھر میں ہر وقت شعر و شاعری کا چرچا رہتا تھا، اسی ماحول کے باعث بسم اللہ بیگم نے بھی تیرہ چودہ سال کے سن سے شعر کہنا شروع کر دیا اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں آپ شعر موزوں کرتی ہیں اردو میں ظہیر دہلوی سے تلمذ تھا اور فارسی میں اپنے والد سے اصلاح لیا کرتی تھیں۔

عصمت کا کلام اکثر گلدستوں اور بالخصوص گلدستہ فیض میں بہت شائع ہوتا اور پسند کیا جاتا رہا ہے۔ پنجاب اور دکن کے اخباروں اور رسالوں میں آپ کی نظمیں اور مضامین شائع ہوتی ہیں، جن سے آپ کی اعلیٰ قابلیت اور عمدہ معلوا ت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

عصمت کو شاعری میں استادانہ مہارت حاصل ہے، اور کئی خواتین اور بعض اصحا ب کے کلام کو آپ اصلاح بھی دیا کرتی ہیں، آپ کے نظم و نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

عشق رسول پاک میں جینا محال ہے　　فرقت کے غم میں عمر دو روزہ وبال ہے
اس بے وفا سے چشم مروت محال ہے　　جو چشم شوخ رو کش چشم غزال ہے
بیداد ناروا کی شکایت محال ہے　　یہ غیر کی مجال نہ میری مجال ہے

صدمے فراق یار کے سہتا ہوں روز و شب — جینا حرام ہے مجھے مرنا حلال ہے
کہتا ہوں درد دل جو کبھی اُن کے سامنے — اُس شوخ زود رنج کو ہوتا ملال ہے
اَبرو میں بل ہے سُرخ ہے چہرہ عتاب میں — ڈوبا ہوا شفق میں فلک پر ہلال ہے
گو پوچھتے ہیں غیر سے وہ میرے دل کا حال — یہ بھی ہے جائے شکر کہ اِتنا خیال ہے
کچھ حال بھی دکھائے اَے شیخ پاک باز — ورنہ سُنا ہوا تو یہ سب قیل و قال ہے

ہے آرزو کہ روضۂ اقدس پہ ہوں نثار
عصمت یہ عزم خاص مجھے اُبکے سال ہے

آشیاں اپنا جہاں تھا وہ چمن بھول گئے — ہم وطن کو تو ہیں اہلِ وطن بھُول گئے
سرد مہری سے زمانے کی پڑا ہے پالا — سرو، قمری کو تو بلبل کو چمن بھول گئے
طالبِ جیفۂ دنیا کو جو دیکھا عصمت — سچ تو یہ ہے کہ ہیں زاغ و زغن بھول گئے

نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"ورنگل ریاست حیدر آباد کا ایک مشہور تاریخی و تجارتی شہر ہے، اِس کے قرب و جوار میں بہت سی قدیم عمارتیں یا اُن کے آثار موجود ہیں، اسلامی حکومت سے قبل ہندو راجاؤں کے عہد میں یہ بہت پُر رونق تھا۔ کاکا تیا خاندان کے راجاؤں نے اس کو اپنی راجدھانی بنایا اور خوب ترقی دی، اِس سلسلہ میں راجہ گنپتی دیو کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، اِس راجہ نے اپنے عہدِ حکومت میں بہت سے شاندار مندر اور دیگر عمارتیں تعمیر کرائیں اِس کے بعد اسکی

لائق بیٹی رانی رودمبا تخت نشین ہوئی۔ اس نے اِس بارہ میں اپنے باپ کی تقلید کی[1]

(۱۹) احمدی بیگم | آپ رسالہ "معلم نسوان" کی مضمون نگار تھیں، یہ رسالہ حیدر آباد سے مولوی محب حسین مرحوم ۱۳۱۰ھ میں شائع کرتے تھے جو ۱۳۱۷ھ تک برابر شائع ہوتا رہا۔ افسوس ہے کہ ہم احمدی بیگم کے متعلق کوئی تفصیلی صراحت نہیں کر سکتے ہیں، صرف آپ کی نثر کا نمونہ پیش کر دیا جاتا ہے۔

"گو ہماری اُجڑی ہوئی سنہسان سوسائٹی کے چمن کے اکثر سر برآوردہ شجر اور سرسبز گلوں کو خزاں کی آندھیوں نے خاک میں ملا چھوڑا، لیکن اب بھی اوسی اُجڑی ہوئی، چمن کی مرجھائی ہوئی کلیاں جس میں ہمارے قومی نوحہ خوانوں نے ایک نئی رُوح پھونک دی ہے، وقت پر کام دیجاتی ہیں۔

نخواہد این چمن از سرو لالہ خالی ماند   یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

ہماری اِس مآل اندیش بہت بڑی سچی خیر خواہ لایق بہن کا اپنی دوسری بہنوں کو ڈوبتی دیکھکر غل مچانا اور ان کو ورطہ ہلاکت سے نکلنے کا راستہ بتانا، ہماری سوسائٹی کے ساتھ کیا کیا نہ کر گذرا ہوگا۔"

(۲۰) مریم بیگم | مریم بیگم مولوی محب حسین کی دختر ہیں مرحوم ہی سے علم کا اِستفادہ کیا اِس وقت زنانہ کالج میں لکچرار ہیں۔

---

[1] اخبار خیام لاہور۔

رسالۂ علم نسواں کی مضمون نگار تھیں، آپ کی تحریر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"علم سیکھنے کے لئے بے پردہ ہو جانا، باہر نکلنا گلی گلی مارے پھرنا کچھ ضروری نہیں وہ کونسا علم ہے جو گھر میں سیکھنے سے نہیں آتا، اور کونسا علم ہے جو گلیوں میں بازاروں میں پھرنے سے آتا ہے، اصل یہ ہے کہ علم سیکھنے والی لڑکیاں گھر بیٹھے ہی علم سیکھ سکتی ہیں، اور جو نہیں سیکھنے والی ہیں وہ بازار میں پھرنے سے بھی نہیں سیکھ سکتیں"

(۲۱) بیگم عبداللہ علاؤالدین

خاندان علاؤالدین سکندرآباد دکن کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ جو اگرچہ بمبئی سے یہاں آیا ہے، مگر برسوں سے اونہوں نے حیدرآباد کو اپنا وطن بنالیا ہے، اس خاندان کے کئی افراد اپنی خصوصیات کے باعث مشہور رہیں۔

بیگم عبداللہ علاؤالدین کو اردو مضمون نگاری سے دلچسپی ہے، رسالہ النساء میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں، نمونہ حسب ذیل ہے:-

"غرض تین بجے جہاز روانہ ہوا، اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اور گودی کا خوش نما نظارہ ہماری نظروں سے دور ہونے لگا، اسٹمر کی رفتار برابر تیز ہو رہی تھی، اور ایک گھنٹہ کے بعد تو پوری رفتار سے چلنے لگا، اس وقت ہم زمین کے کنارہ سے دور نکل گئے، اور سوائے پانی کی چادر اور نیلے آسمان کے کچھ نظر نہ آتا تھا، اس وقت خداتعالیٰ کی قدرت کا ایک خاص نظارہ نظر آتا تھا، اور یہ احسان خوب سمجھ میں آتا تھا کہ کشتیاں تمہارے لئے خادم بنادے ہیں[1]"

---

[1] رسالہ النساء ۱۳۴۱ھ

تبصرہ

صفحات گزشتہ میں اُن خواتین کی شاعری اور نثر نگاری کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جن کے کارنامے ۱۳۳۶ھ کے پہلے یعنی جامعہ عثمانیہ کے قائم ہونے سے پہلے عالم وجود میں آچکے تھے، گو اُن میں سے بعض خواتین کا انتقال ۱۳۳۷ھ کے بعد ہوا یا ہنوز بفضلہ بقید حیات ہیں، مگر چونکہ ان کے فکر دماغ کے نتائج جامعہ عثمانیہ کے قیام کے پہلے رونما ہوچکے تھے، اس لئے اُن کو دور محبوبی میں شامل کیا گیا ہے۔

اگرچہ اِن خواتین کی تعداد زیادہ نہیں ہے، تاہم جو نمونے پیش ہوچکے ہیں اُن سے واضح ہوسکتا ہے کہ ان خواتین میں بیداری پیدا ہوچکی تھی اور ترقی کی اُمنگ دلوں میں موج زن تھی۔

ان کی شاعری قدیم طرز کی عشق و عاشقی گل و بلبل کی داستان تک محدود و مختص نہیں ہے۔ بلکہ جدید شاعری پر بھی اُنہوں نے اظہار خیال کیا ہے، اُن کے خیالات بلند اور زبان صاف ہے۔

نثر نگاری کی حیثیت سے وہ بہت اچھا لکھا کرتی ہیں، اُن کی نثر نگاری میں عام طور سے جو زبان دکن میں خصوصاً عورتوں میں مروج ہے وہ استعمال نہیں ہوتی بلکہ فصیح اردو ہی اُن کی تحریری زبان ہے۔

اِس دور کے ختم کے ساتھ ہی ہمارا وہ شاندار عہد شروع ہوتا ہے جو آیندہ تاریخ میں آب زر سے لکھا جائیگا۔

دورِ عثمانی

شاعری

گزشتہ صفحات میں دورِ محبوبی کی شاعر اور نثر نگار خواتین کی وضاحت کر دی گئی ہے، اب ہم دورِ عثمانی کی خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں، لیکن اُنکی بھی تقسیم مناسب ہے، دختران جامعہ عثمانیہ اور غیر عثمانی خواتین کا تعارف علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔

اولاً ہم اُن شاعر خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو جامعہ عثمانیہ سے تعلق نہیں ہے؛

جامعہ عثمانیہ سے غیر متعلق شاعر خواتین

ادب کی ایک اہم شاخ شعر گوئی ہے، نظم انسان کو بالطبع مرغوب ہے بہ نسبت نثر کے نظم زیادہ موثر ہوتی ہے۔

نظم کا احاطہ نہایت وسیع ہے، اگر نظم میں مذہب اور اخلاق کو بیان کیا جا سکتا ہے تو پھر اسی نظم کے قالب میں تاریخ اور سوانح بھی بیان کیجا سکتی

نظم کے جامہ میں فلسفہ اور تصوف کے نکات پیش کئے جا سکتے ہیں تو پند و نصیحت بھی بیان کی جا سکتی ہے، نظم میں رزم و بزم کی تصویر کھینچی جا سکتی ہے، مناظر قدرت کی نیرنگی اور خوش نمائی، فطرتی اشیاء کی ترجمانی نظم کی صورت میں بہتر سے بہتر طریقے سے ہوتی ہے، ملک و قوم کو بیدار کرنے، جوش و ہمت دلانے شاہراہ ترقی پر قدم بڑھانے کے لئے نظم ہی زیادہ موزوں خیال کی جاتی ہے غرض کہ شاعری یا نظم نگاری سے بیسیوں کام لئے جا سکتے ہیں۔

اردو شعر گوئی میں عصر حاضر کی خواتین نے جو حصہ لیا ہے اُن کے متعلق اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک سو سے زیادہ خواتین شعر گوئی کی حیثیت سے پیش ہو سکتی ہیں، جن میں سے کئی خواتین شعر گوئی کے لحاظ سے بلند مرتبہ رکھتی ہیں، اُن کا کلام پسندیدہ اور شایستگی کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے، اُن کی شاعری اکثر ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

عصر حاضر میں جن خواتین دکن نے شاعر کی حیثیت سے نام و نمود پیدا کیا ہے، اور جن کے کلام نے کافی شہرت حاصل کر لی ہے، اُن کا کسیقدر تفصیلی تذکرہ صفحات آیندہ میں کیا گیا ہے ان کے کلام سے اِس اَمر کا پتہ چل سکتا ہے کہ ہماری شاعر خواتین کا کلام قدیم طرز کی شاعری پر محدود نہیں ہے بلکہ جدید خیالات اور جدید طرز کی شاعری میں بھی وہ خاصہ حصہ لیا کرتی ہیں اگر اُن کے کلام میں قدیم طرز کی عشق و عاشقی، گل و بلبل شاہد و ساقی کی داستانیں اپنی رنگین و شیریں بیانی جدّت آفرینی اور زبان کی لطافت کے

لحاظ سے قابل ستائش ہوتی ہے، تو جدید طرز کی شاعری جو ایک سوتی قوم کو بیدار کرتی، مناظر قدرت اور نیچرل کی ترجمانی کرتی ہے، خیالات کی بلند پروازی اور جدت، زبان کی صفائی اور سادگی کے لحاظ سے قابل داد ہوتی ہے۔

اس صراحت کے بعد اب ہم شاعر خواتین کا تعارف کراتے ہیں۔

(۱) اِعجاز سب سے پہلے ملکہ دکن حضرت دولہن پاشاہ بیگم صاحبہ کا اسم گرامی سامنے آتا ہے، دکن کی تاریخ میں آپ سب سے پہلی ملکہ ہیں جنھوں نے اردو شعر کہے، آپ کا تخلص اعجاز ہے۔

آپ کا جو کلام شائع ہوا ہے اُس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا کلام پختگی، خیالات کی بلندی، اور زبان کی صفائی و پاکیزگی سے بہمہ صفت موصوف ہے، نمونہ پیش ہے:۔

اُن کو عہدِ وفا کی لاج نہیں — دردِ دل کا کوئی علاج نہیں

حالِ عاشق کبھی سنا تو کرو — کیا حسینوں میں یہ رواج نہیں

دو ہی دن میں بدل گیا وہ رنگ — کل جو تھا لطف مجھ پہ آج نہیں

سچ ہے اب خسروِ دکن کے سوا — کوئی شایانِ تخت و تاج نہیں

سارا عالم ہے بندۂ اخلاق — کوئی سلطان سا خوش مزاج نہیں

درد دینے کا مزا دل کو — اب دوا کی کچھ احتیاج نہیں

کیا بنے عشق اُن سے اے اعجاز

سنگ و شیشہ میں امتزاج نہیں[1]

---

[1] رسالہ خواتین عہد عثمانی۔

(۲) ۱ اسیر — رحمت بیگم المتخلص بہ اسیرؔ ڈاکٹر عبدالوہاب صاحب کی دختر اور رحمت اللہ شریف صاحب اول تعلقدار کی شریک حیات ہیں۔ تعلیم خانگی طور سے ہوئی، شعر گوئی کا اچھا ذوق ہے، گو کسی سے تلمذ حاصل نہیں ہوا۔

رسالہ شہاب میں آپ کا کلام اکثر شائع ہوا کرتا ہے، کلام پاکیزہ اور سنجیدہ ہوتا ہے، خیالات میں بلندی اور جدت پائی جاتی ہے، اسی طرح آپ کے مضامین پر از معلومات اور مفید ہوتے ہیں، زبان صاف اور اسلوب بیان دلچسپ ہے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

دیکھنا پیدا نہ ہو اس سے کسی کو اشتباہ — روئے زیبا پر نگاہِ شوق جم جانا نہیں
ناصحا اس طفلسی بالکل ہی تو ناآشنا — خوب ہم سمجھے ہوئے ہیں ہم کو سمجھانا نہیں
اشتیاق دید میں ہر دم گزرنا ہے اسیر — ہم نے کب ملنے کو انکے منتظم جانا نہیں

فکر فردا ہے نہ اب ہم کو خیال دوش ہے
ایک ہم ہی کیا ہیں ساری بزم ہی مدہوش ہے
بڑھ گئی ہیں بحرِ آزادی کی طوفاں خیزیاں
ایک سفینہ وہ بھی اب طوفاں سے ہم آغوش ہے
دعوتِ دیوانگی دیتی ہے یہ وارفتگی
موج صہبائے تفکر بھی جنوں بر دوش ہے
مائل تقلید کیوں ہے آج کل ذوق سلیم
چشم بینا بند ہے اور عقل بھی روپوش ہے

کسقدر پائی آئین فطرت ہے اسیر
روح آزادی کا یہ جذبہ جراحت کوش ہے

---

(۳) ادا | آپ اپنا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتیں، وف بیگم ادا کے نام سے متعارف ہیں، آپ کی پیدائش لکھنو میں ہوئی، مگر تعلیم و تربیت حیدرآباد میں ہوئی، حضرت جلیل کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اردو، فارسی، اور عربی کی تعلیم خانگی طور سے پائی اور اچھی قابلیت حاصل کرلی۔ شاعری کا ذوق و ادبی رجحان اور دلچسپی اوائل عمر ہی سے ہے نظم و نثر دونوں میں اچھی مہارت حاصل ہے، رسالۂ شہاب وغیرہ میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے۔ کلام کی پختگی قادرالکلامی کی شاہد ہے:

جب فضا میں سکون ہوتا ہے
ذرہ ذرہ جہاں کا سوتا ہے
جب فلک پر گھٹائیں چھاتی ہیں
بجلیاں کوند کر ڈراتی ہے
اور جب کوئی خوف کھاتا ہے
رُخ رنگین کو ڈھانپ لیتا ہے
مجھے معلوم ہوتا ہے ایسا
کہ تمہارے جبین کی ہے یہ ضیاء
محو پہروں اسی سے رہتی ہوں
دل کو تسکین یونہی دیتی ہوں
مگر افسوس تم نہیں آتے

کامیاب ایک مدعا نہ ہوا
نخلِ اُمید کا ہرا نہ ہوا
آپ، وعدہ تو ہم سے کرلیتے
اس سے کیا وہ وفا ہوا نہ ہوا

گرا کر دل پہ اک بجلی سی وہ چلتے ہوئے آخر
تڑپتے رہ گئے ہم رہ گذر پر نیم جاں ہو کر
ادا اب خیر ہو دل کی ہمارے بزم جاناں میں
نگاہیں ان کی دل پر پڑ گئیں برق تپاں[1] ہو کر

---

(۴) انور | انور جہاں بیگم نام، انور تخلص، سراج الدین صاحب سابق دوم تعلقدار کی دختر ہیں، اورنگ آباد میں آپ کا قیام ہے انور کا کلام زنانہ رسالوں خصوصاً عصمت میں اکثر شائع ہوتا ہے۔ کلام دلچسپ اور اسلوب بیان شگفتہ ہوتا ہے۔

خزاں کے تند جھونکے لیکے پیغام فنا آئے ... گلوں کا رنگ اڑا کلیوں کے ننھے دل دھڑک اٹھے
چمن کے چپے چپے سے ہویدا رنگ بربادی ... نہ باقی اب وہ رعنائی نہ رنگینی نہ شادابی
سموم باد صرصر سے گلستاں بن گیا صحرا ... غضب کا چھا گیا گلشن کے بام و در پہ سناٹا
روانی تھم گئی نہروں کی چشمے خشک ساکن ہیں ... جو گلشن رشک گلزار جناں تھے اب وہی بن ہیں

. . . .

نگاہ یاس سے تکتے ہیں طائر اپنی ویرانی
کہیں کس سے ستم کش دور گردوں کی ستم رانی
یوں ظلم سہیں تیرے اے دور زماں کب تک ... یہ بند غم افزا یہ قید گراں کب تک
فریاد ہماری کیا تا عرش نہ پہونچے گی ... دیکھیں نہ سنے گا وہ روداد بیاں کب تک

---

[1] رسالہ شہاب۔

آزادی ہماری بھی فطرت کا تقاضا ہے پھر اُس کے رہینگے ہم یوں شیفتہ خواں کب تک

جز صبر نہیں انور جب اور علاج دل

آنکھوں سے بہینگے پھر یہ اشک رواں کب تک[1]

---

(۵) انیسہ انیسہ بیگم، انیسہ تخلص، پروفیسر ہارون خاں صاحب شروانی کی شریک زندگی ہیں، آپ کی ولادت قصبہ دتاولی ضلع علی گڈھ میں ہوئی، یہ مقام افغانی، شروانی، خاندان کے روساء کی سکونت گاہ ہے، آپ حاجی مولوی محمد یونس خاں صاحب کی دختر ہیں، آپ کے دادا نواب حاجی فیض احمد خاں صاحب شروانی جہاجر کی تمام خاندان شروانی میں علوم دینیہ کے فاضل اجل مانے جاتے ہیں، آپ کا ننہالی تعلق خاندان شروانی کے دوسرے ممتاز خاندان سے تعلق رکھتا ہے، نواب ڈاکٹر محمد مزمل اللہ خاں مرحوم آپ کے ماموں تھے؛

انیسہ بیگم کی تعلیم گھر پر ہوئی، مولوی محمد یعقوب، جو مشہور اہل حدیث خاندان بنی اسرائیلان کے فرد تھے آپ کے استاد تھے، حدیث، فقہ اور تفسیر کی اعلیٰ تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔

آپ کی عمر کے ابتدائی بارہ سال زیادہ تر ننہال میں گزرے، یہاں آپ کی سہیلی زاہدہ خاتون نزہت شروانیہ (ز۔ خ۔ ش) بنت نواب مزمل اللہ خاں مرحوم تھیں جن کی علمی قابلیت اور شاعرانہ بلند پروازی کا ڈنکا

---

[1] رسالہ عصمت

ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکا ہے۔ موصوفہ اپنے ابتدائی عمر ہی سے شعرگوئی کرتی تھیں اس لحاظ سے انیسہ بیگم بھی بوجہ دوستی یکجائی اور ہم سنی متاثر ہوئیں۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ کی شادی محمد ہارون خاں صاحب شروانی سے ہوئی جو آپ کے چچازاد بھائی بھی ہیں، ہارون خاں صاحب کے والد حاجی موسیٰ خاں صاحب کا نام سرسید مرحوم کے ہم نشین اور علی گڈھ کالج کے قدیم ٹرسٹی کے حیثیت سے مشہور و معروف ہے۔

انیسہ بیگم شادی کے بعد حیدرآباد آگئیں اس طرح اب گزشتہ بیس سال سے آپ حیدرآباد میں بس گئی ہیں۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں آپ نے سفر حج کیا اور اسی زمانہ سے شاعری باقاعدہ شروع ہوگئی جیسا کہ خود کہتی ہیں۔

شعر کی مشق بڑہی عشق نبی کی دہن میں
فیض کس کا اسے سمجھوں؟ جو خداداد نہیں

شاعری میں آپ کو کسی سے تلمذ نہیں ہے بلکہ واردات قلب کو بیان کر دیتی ہیں، اس طرح آپ کی شاعری میں آمد ہوتی ہے آورد نہیں ہے، آمد ہونے کے باعث اس میں تکلف اور تصنع نہیں ہے، آپ کی نظمیں اور نعتیہ غزلیں قابل تعریف ہوتی ہیں۔

سنہ ۱۹۳۸ء میں آپ نے بلاد مغرب کا بھی سفر کیا ہے، انگلستان، فرانس،

ترکی، بلقان، اٹلی وغیرہ کی سیر و سیاحت فرمائی ہے، آپ کا سفرنامہ جو اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوا ہے دلچسپ اور پُراز معلومات ہے۔

کلام کا نمونہ پیش ہے:-

پروردگار دے مجھے غیرت شعار آنکھ
پاس و لحاظ مہر کی سرمایہ دار آنکھ

کیا شان ہے فراستِ مومن کی دیکھنا
انوار کبریا کی ہے منت گزار آنکھ

گر آنکھ دے خدا تو بصیرت کرے عطا
خاکسترِ جہاں سے نہ ہو پر غبار آنکھ[۱]

مسلماں! غور کر کیوں آج تیری
وہ پہلی آبرو باقی نہیں ہے

خلف ہے گرچہ تو اسلاف کا پر
رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے

غضب ہے بھائی کا دشمن ہے بھائی
اخوت کی وہ خو باقی نہیں ہے

مصائب غیر کے پیش نظر ہیں
خود اپنی جستجو باقی نہیں ہے

کیا پیراہن دین اس طرح چاک
کہ اب جائے رفو باقی نہیں ہے

عنادل کیوں نہ ہو دلگیر و خاموش
گلوں میں رنگ و بو باقی نہیں ہے

زبانوں پہ تو ہے، اللہ، اللہ
دلوں میں ہائے تو باقی نہیں ہے

جو ذوق نظر ہو تو ترکی میں آکر
حیات عظیمہ کے آثار دیکھو

لگا کرنے چشمک نئی ہمسروں سے
لقب جس کا تھا مرد بیمار دیکھو

مٹانے پہ جس کے تلا تھا زمانہ
ابھرتا ہے وہ ترک تاتار دیکھو

---

[۱] یہ کلام آپ کے اوائل شباب کا ہے۔ ۱۲

بہ اظہار جرأت بہ زور صداقت — ہوئے کس طرح زیر اغیار دیکھو
بہ صد شان جاتا ہے انطاکیہ کو — اتاترک کا جیش جرار دیکھو
جو سوئے ہوئے تھے جو کھوئے ہوئے تھے — کیا اُن کو یکلخت بیدار دیکھو
سنبھلتی ہیں گر کر چمکتی ہیں ہٹ کر — یہ ہیں زندہ قوموں کے اطوار دیکھو

اے دو جہاں کے مالک! اعلیٰ ہے نام تیرا — پر دل کی پستیوں میں دیکھا مقام تیرا
موقوف کب ہی جن وانس و ملائکہ پر — طائر بھی نام لیتے ہیں صبح و شام تیرا
تخصیص نعمتوں میں ابرار کی نہیں کچھ — اشرار پر بھی ہر دم ہے لطف عام تیرا
حد ہوگئی کہ تیرے محبوب کی زباں سے — ہم خاکیوں کو پہونچا یارب پیام تیرا
نیکی بدی کی راہیں دونوں کھلی ہوئی ہیں — تفصیل سے ہے جن کی مملو کلام تیرا
تو پردہ دار شب ہے تو فالق سحر ہے — خورشید خرچ کیا ہے؟ ادنیٰ غلام تیرا
سب کچھ شا چکی ہوں اس آرزو پہ یارب — ہو جائے لوحِ دل پر منقوش نام تیرا

---

(۶) اختر | اختر جہاں بیگم، نواب احسن یار جنگ کی دختر، مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی پوتی ہیں، مرحوم عربی و فارسی کے جید عالم اور علوم مذہبی کے نامور فاضل تھے۔ اس طرح اختر جہاں بیگم کی پرورش علمی ماحول میں ہوئی، محبوبیہ گرلز اسکول میں سینیر کیمبرج تک آپ کی تعلیم ہوئی اور پھر مشرقی علوم میں بھی کافی دستگاہ حاصل ہے، منشی فاضل کا نصاب ختم کر چکی ہیں۔ شاعری کا آپ کو مذاق ہے، رسالۂ خاتون ہیں

کلام شائع ہوتا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے :-

تیری جناب میں اب حاضر ہے یہ کنیزک — در در خراب خستہ جو پھر رہی تھی اب تک
عاصی اگرچہ مجھ سا کوئی نہ ہوگا بیشک — لیکن رہیگا مولا آخر غضب یہ کب تک

پھر رسول اکرم ہو لطف کی نظر اب
صدقہ میں مصطفےٰ کے لیجو میری خبر اب

مانا نہیں ہے بندہ بدکار کوئی مجھ سا — لیکن کریم میرے کوئی بتا دے تجھ سا
مجھکو دکھا دے اپنے رحم و کرم کا جلوا — بے شبہ میں برا ہوں لیکن ہوں تیرا بندا

پھر رسول اکرم ہو لطف کی نظر اب
صدقہ میں مصطفےٰ کے لیجو میری خبر اب

ہے خاص و عام سب پر یکساں تیری عنایت — شاہ و گدا کی یکساں کرتا ہے تو حمایت
یکساں رحیم ہے تو بے حساب رحمت — مجھ پر بھی میرے مالک ہو اب تیری عنایت

پھر رسول اکرم ہو لطف کی نظر اب
صدقہ میں مصطفےٰ کے لیجو میری خبر اب

ہر شئے میں اس جہان کی آقا تو جلوہ گر ہے — تجھ سے (؟) ہے کیا شئے سب پہ تیری نظر ہے
قبضہ میں تیرے یارب سارا بحر و بر ہے — پھر کس لئے بتا دے مجھ سے تو بے خبر ہے

پھر رسول اکرم ہو لطف کی نظر اب
صدقہ میں مصطفےٰ کے لیجو میری خبر اب[1]

---

[1] رسالہ خاتون ۱۷ ڈسمبر ۱۹۳۶ء

(۷) **بشیر** | بشیر النساء بیگم، بشیر تخلص حیدرآباد کی مشہور پرگو شاعرہ ہیں آپ کی تعلیم کسی مدرسہ کی منت پذیر نہیں ہے، خانگی طور سے گھر ہی پر آپ کی تعلیم ہوئی۔ اُردو، فارسی سے اچھی طرح واقف ہیں۔

شعرگوئی کا شوق بچپن سے ہے، آپ کے کلام کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں ایک تو وہ نظمیں ہیں جو حیدرآباد کے زنانہ جلسوں قومی اور ملکی تقاریب کے موقع پر موزوں کی گئی ہیں اور دوسرا کلام وہ غزلیں وغیرہ ہیں جو آپ دوسرے اوقات میں موزوں کرتی ہیں اکثر شاعر جلسوں وغیرہ کی نظمیں جو خاص موقتی ہوتی ہیں لکھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اُن کو موقتی کلام موزوں کرنے میں دقت ہوتی ہے، مگر بشیر کے کلام سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایسی فرمائش اور موقتی نظمیں بھی اس طرح قابل ستائش تصنیف کر دیتی ہیں جس طرح کہ وہ دوسرا کلام موزوں کرتی ہیں، آپ کے آورد میں آمد کی شان پیدا ہو جاتی ہے حیدرآباد کا شائد ہی کوئی زنانہ جلسہ ہوگا جس میں بشیر نے اپنا کلام سنا کر خراج تحسین حاصل نہ کی ہوں۔

اُن کے کلام میں لطافت اور پاکیزگی ہوتی ہے، اور اسلوب بیان کی ندرت خیالات کی بلند پردازی۔ کلام کی رنگینی بھی لائق داد ہوتی ہے۔

خوش قسمتی سے بشیر کو شریک زندگی بھی ایک شاعر ملا ہے۔ سید ضامن علی صاحب حیدرآباد کے اچھے شاعروں میں شمار ہو سکتے ہیں، اس طرح بشیر کو شاعری کی فضاء ملی ہے، توقع ہے کہ آئندہ اُن کا کلام اور زیادہ پختہ ہو جائیگا۔ بشیر کے کلام کا مجموعہ عنقریب شائع ہونیوالا ہے۔

بتاؤں کیا تمھیں، میں کون ہوں، کیا ہوں، بہر صورت
سراپا درد ہوں، اک ہستی محروم درماں ہوں
چمن میں پھول ہوں، گل میں بہ رنگِ بو ہوں پوشیدہ
ستم دیدہ ہوں، ویرانہ کی میں خاکِ پریشاں ہوں
مری ناچیز ہستی دہر کی تکویں کا باعث ہے
خزاں دیدہ شجر ہوں، درخورِ زیبِ گلستاں ہوں
تلاشِ گوہر مقصود میں مضطر ہے دل میرا
نظر آوارۂ صحنِ گلستاں، گل بداماں ہوں
مجھے کیا سازِ عشرت سے مجھے کیا بازِ حسرت سے
بشیر اس عالمِ ہستی میں، میں مانندِ مہماں ہوں

چھائے آثارِ خزاں جب گلستانِ ہند پر
اور گھرے ظلمت کے بادل آسمانِ ہند پر
ثبت مہرِ خاموشی تھی، جب دہانِ ہند پر
تھا نہ حرفِ مدعا اک بھی زبانِ ہند پر
زندگی اور موت کا احساس تک باقی نہ تھا
کوئی اس اجڑے ہوئے مے خانہ کا ساقی نہ تھا
جب تباہ ہونے کو تھے ہم مغربی سیلاب سے
آفتابِ علم چمکا مطلعِ پنجاب سے
زندگی کی لہر دوڑی اسکی آب و تاب سے
نوجوانانِ وطن، اٹھنے لگے پھر خواب سے
دھیمی دھیمی دور سے دلکش صدا آنے لگی
کاروانِ خفتہ میں بانگِ درا آنے لگی

جادۂ پیما سوئے منزل کارواں ہونے لگا　　پرچم اقبال کو تھامے رواں ہونے لگا
ذرہ ذرہ زندگانی کا جواں ہونے لگا　　آسماں پر شہرۂ ہندوستان ہونے لگا

"شکوۂ" اہلِ زمیں افلاک پر جانے لگے
"بالِ جبریلؑ" امیں سوئے زمیں آنے لگے

خونِ دل دے دے کے پژمردہ چمن تازہ کیا　　سازِ نو کی مے سے پھر ذوقِ کہن تازہ کیا
دہر میں افسانۂ دار و رسن تازہ کیا　　کتنی بے باکی سے پھر نامِ وطن تازہ کیا

دہوم تھی پھر عیسیٰ معجز بیاں پیدا ہوا
حق کا آئینہ حقیقی ترجماں پیدا ہوا

اے ولیعہدِ دکن فرزند شاہ نامدار　　ہو مبارک آپ کو اپنا وطن اپنا دیار
دورِ عثمانی کے زریں کارنامو نہیں ضرور　　آپکا یورپ کو جانا بھی رہیگا یادگار
مسلمِ بے جاں کے تن میں آج جاں سی آگئی　　ہونگے اب اپنی رہیگی گردشِ لیل و نہار
اے درِ تابندۂ عثمان علی خانِ دکن　　آلِ عثمان کا مبارک تجھ "درِ شاہوار"

یہ نیا رشتہ درخشان دور کی تمہید ہے
عقد اعظم جاہ کا ملک دکن کی عید ہے

اے معظم جاہ بھائی کے شریک و ہم سفر　　دو دمانِ آصفی کے ایک تابندہ گہر
کامرانی سے ترا پر دامنِ اُمید ہے　　خوش نصیبی پر ترے حیراں ہیں اہلِ نظر
دیکھ لی مغرب نے اب اہلِ دکن بھی دیکھ لیں　　چنگیز خانی وجاہت ترکمانی کر و فر
کر و فر ان کا ہے، بخت اُن کا حکومت انکی ہے　　جن کی قسمت میں ہیں درِ شاہوار و نیلوفر

آل اور اولادِ عثماں کا بنا مرکز دکن
کیا عجب بدلے زمانہ اک نیا آواگون

ضبط کب تک ہو کہاں تک جانِ مشکل میں رہے
اب تو ناممکن ہے میرا رازِ دل دل میں رہے

جان جاتی ہے، چلی جائے بلا سے مجھ کو کیا
آبرو میری جو چشمِ نازِ قاتل میں رہے

شاعری ہے منحصر خونِ تمنا پر بشیر
شعر تب ہوگا موثر درد جب دل میں رہے

بشیر امید کیا رکھیں چمن میں ہمصفیروں سے
لگائی آگ اپنوں نے جلا جب آشیاں اپنا

پریشان پھول ہیں خاموش بلبل آشیانوں میں
الٰہی! مشورے کیا ہو رہے ہیں باغبانوں میں

کوئی پھر مرحلہ تازہ ہوا بے دشت و بیاباں نہیں
نہیں دلچسپیاں باقی پرانی داستانوں میں

فرشتے بھی نہ تھے واقف کہ یوں بنجائیگی دنیا
نہاں رازِ حیاتِ دہر تھا گندم کے دانوں میں

وہی شانِ کریمی ہے، وہی اندازِ رحمت ہے
حقیقت میں اثر باقی نہیں ہے اپنی زبانوں میں

بشیر اپنی حقیقت کا پتہ ہم کو نہیں ملتا　　اِس زندگی اک چیستاں ہے چیستانوں میں

---

(۸) باقرہ عصمت النساء بیگم، نام، باقرہ تخلص، حیدرآباد وطن، اُردو، فارسی اور عربی کی اچھی قابلیت رکھتی ہیں، سعادت النساء بیگم (بنتی سرو قار الامراء مرحوم) کی اتالیق ہیں، شاعری کا بہت اچھا ذوق رکھتی ہیں اُستادانہ مہارت حاصل ہے۔

آج کا جو کام ہے ہو جاتے آج　　کامیابی کا رہے تا سر پہ تاج

عیب سے خالی نہیں کوئی بشر　　دوسرے کے عیب پر مت کر نظر

مان لو میرا کہا اَے صاحبو　　یاد رکھو یہ نصیحت دوستو!
تم کرو ضائع نہ اُن اوقات کو　　کام میں لاؤ اُنہیں دن رات کو

---

(۹) باطن۔ حسینی بیگم نام، اور باطن تخلص ہے، عربی، فارسی کی بھی اچھی قابلیت ہے، قرأت سے واقف ہیں "حمایت الاسلام" کے نام سے ایک کتاب بھی شائع کی ہے، جس میں فرائض اور اخلاق کا ذکر ہے اور شاعری کا ذوق بھی ہے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے:۔

خاک کا پتلا ہے باطن آدمی
دل کو دے کے آزمایا کون تھا

شاہِ دکن کی ہم پہ عنایت عظیم ہے
اہلِ دکن کے ساتھ محبت عظیم ہے

---

(۱۰) بدر — بدر النساء بیگم بدر تخلص مولوی آغا یاور علی صاحب ناظم عطیات کی شریکِ زندگی ہیں، تعلیم خانگی طور سے ہوئی اُردو زبان کی خدمت نظم اور نثر دونوں کے ذریعہ کرتی ہیں، رسالہ النساء کی آپ قدیم مضمون نگار تھیں، اب رسالہ سب رس میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے؛

پریشان ہوگئی وان زلف یار آہستہ آہستہ — ادہر ہونے لگا دل بے قرار آہستہ آہستہ
یہ کس کے حسن عالم تاب کی تاثیر ہی یارب — چلا دل چھوڑ کر صبر و قرار آہستہ آہستہ
ٹپکتا ہے لہو یاں دیدۂ پرنم سے تھم تھم کر — برستا ہے ادہر ابر بہار آہستہ آہستہ
سنبھل اب عندلیب زار بیتابی سے کیا حاصل — چمن میں رہ گئی فصل بہار آہستہ آہستہ

اے بدر آواز آتی ہے کفن سے کشتۂ غم کے
لحد پر ڈال دیئے مشتِ غبار آہستہ آہستہ

---

(۱۱) حافظہ — افسر النساء بیگم المتخلص بہ حافظہ، عصمت وغیرہ رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوتا ہے نظمیں اچھی ہوتی ہیں۔

بیٹھے بیٹھے آگیا اک دن خیال — اُس کے آنے سے ہوا بیحد ملال

یاد تڑپانے لگی ماں باپ کی — زندگی میں قدر جن کی کی نہ تھی
چل بسے دنیا سے آیا ہوش تب — رنج کرنا اس گھڑی تھا بے سبب
جا کے گورستان میں مل لیجئے — حال دل کچھ اپنا کہہ سن لیجئے
الغرض شہر خموشاں کو رواں — ہو گئی میں دل تھا بے حد ناتواں
جب پڑی مرقد پہ پیاروں کے نظر — خاک میں سوتے پڑے تھے بے خبر
ایک برچھی آن کر دل پر لگی — تھام ہاتھوں سے کلیجہ میں جھکی

. . . .

تخم نیکی کا جو بوئے گا یہاں — آخرت میں پائے گا پھل بے گماں
کر لے نیکی جتنی تجھ سے ہو سکے — نیکیوں کا تخم بو گر بو سکے
کیسی غفلت میں ہے انسان غافلہ — گھر کے آنے تک اثر باقی رہا[۱]

---

(۱۲) رابعہ بیگم احمد مدنی مرحوم کی دوسری دختر رابعہ بیگم ہیں ۱۳۱۸ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی، اور اس کے بعد محبوبیہ گرلز اسکول میں شریک ہوئیں، اپنے خداداد حافظہ کی بدولت بہت جلد انگریزی کی کافی استعداد پیدا کر لی اور انگریزی قابلیت کی بنا پر انعامات حاصل کئے، جونیر کیمبرج تک آپ کی تعلیم ہوئی، اس کے بعد آپ کا تقرر اسی مدرسہ میں ہو گیا، ایک عرصہ تک آپ یہاں عربی، فارسی، اور اردو کی تعلیم دیتی رہیں۔

---

[۱] عصمت اکتوبر ۱۹۳۲ء

۱۳۴۷ف میں آپ نے بوجہ شادی ملازمت سے کنارہ کشی حاصل کر لی۔ مسٹر انوار اللہ ناظم تعمیرات آپ کے رفیق زندگی ہیں۔

اُردو مضمون نگاری کے ساتھ شاعری کا بھی کافی ذوق ہے، رابعہ اور عاصیہ تخلص کرتی ہیں، کلام دلچسپ اور دلآویز ہوتا ہے۔ فطرتی اشیاء کی ترجمانی سلیقہ سے کرتی ہیں، صفائی و سادگی آپ کے کلام کے خاص جوہر ہیں، بہرحال آپ کی ادبی قابلیت مسلّمہ ہے، خوش نویسی میں بھی دخل ہے۔ کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"گلاب"

پیارا پیارا دلکش رنگین — پھول بہنیں جیسی[1] اک لائیں
چھوٹا سا گلدان بنا کر — میز پہ رکھا اُس کو سجا کر
کہنے لگیں پھر مجھ سے ہنس کر — نظم تو لکھے کوئی اِس پر
گو ہے شعر و سخن کا میدان — اپنے لئے نا قابلِ جولان
کرنی خوشی منظور ہے مجھ کو — پیاری بہنیں جسی کی جو کچھ ہو
گلاب تو اِک پھول ہے پیارا — دل کی فرحت آنکھ کا تارا
رنگ شہابی سب کو تیرا — کر لیتا ہے والہ و شیدا
بوئے فرح آسا سے تیری — دل کی کلی کھل جاتی ہے بکلی
پنکھڑیاں یہ تازہ تازہ — کر دیتی ہیں دل کو شگفتہ

---

[1] مس جسی نندی۔ ۱۲

سچ پوچھ تجھ کو اتنا پیارا — عکسِ رُخِ جاناں نے بتایا
صورتِ جاناں کے دیوانے — مستغنی ہیں مہر و جفا سے

زلف برہم تھی مزاجِ یار گر برہم نہ تھا — بخت یاور تھا، دلِ وحشی مگر بے رم نہ تھا
پردہ فقر و غنا جس دم در دل سے اٹھا — ایک تھے شاہ و گدا، کچھ رنج بیش و کم نہ تھا
آئے ہیں کس وقت یار بے وہ مریضِ غم کے پاس — لب پہ ہیں گویا نہ تھی آنکھوں میں باقی دم نہ تھا
دیکھ اے دل شانِ استغنائے ترکِ آرزو — عیش کوئی چیز کوئی مال جامِ جم نہ تھا
ہم ہیں وہ درماندہ سامانِ راحت ہائے — اندمالِ زخم کے بھی واسطے مرہم نہ تھا
کونسا دل تھا الٰہی جو الم افزا نہ تھا — کب ہمارے واسطے خارِ غمِ پیہم نہ تھا
غالبیہ جب سے طبیعت خوگرِ حرماں ہوئی — تھا ہجوم یاس لیکن دل پہ بندِ غم نہ تھا

کھلے غنچے ہوئی رنگیں فضا بہار آئی — حسینانِ چمن کو زیورِ گل سے سنوار آئی
نسیمِ روح پرور مست، مثلِ مے گسار آئی — مشامِ جان معطر ہے ہوائے مشکبار آئی

مچی ہے دھوم یکسر نوجوانانِ گلستاں میں
بہار آئی، بہار آئی کا آوازہ ہے بستاں میں

مہِ نو ساتھ لیکر ماہ فرخ فال آیا — دکن کا کوکبِ طالع سرِ اقبال آیا
مبارک جوبلی کا یہ مبارک سال آیا — بصد شوکت بصد حشمت اجلال آیا

ہے بست و پنج سالہ یادگارِ عہدِ زریں یہ
رعایائے دکن کو ہو مبارک جشنِ سیمیں یہ

بہائے علم کے دریا ترے دست سخاوت نے
کھلے باب ترقی جنبش انگشت بعجز سے
بٹھایا ضرچ پرخاک مذلت پر پڑے جو تھے
مساوی کر دیا ذروں کو گویا مہر انور کے

خواتین دکن ممنوں احساں ہیں ترے شاہا
نکالا جہل سے سرمایۂ علم و ہنر بخشا

برائے شکریہ حاضر ہوں تیرے آستانہ پر
سراسر رہن منت اور سرتاپا زباں بن کر
یہ نذر بے حقیقت نذر ہے شاہِ ہنر پرور
ترے ہی نام نامی کا نگین کندہ ہو سینہ پر

صداقت کیش دل ہردم، خلوص جان ہردم
دعا اندوز لب ہردم سپاس آگیں زباں ہردم

---

(۱۴۳) راحت راحت النسا بیگم نام اور راحت تخلص، آپ حکیم شیخ امیر علی صاحب انصاری کی دختر ہیں، حیدرآباد میں ۱۳۲۳ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، تعلیم خانگی طور پر حاصل کی، اردو، فارسی کی اعلیٰ قابلیت رکھتی ہیں۔

شاعری کا شوق کم سنی سے ہے، آپ کے رفیق زندگی سید علی نواز صاحب تصور، شاعر ہیں، اس کی وجہ سے آپ کی شاعری کو اور زیادہ تقویت حاصل ہوگئی، مخلوط مشاعرہ میں آپ نے نقروی کپ حاصل کیا۔ غزلوں کے علاوہ نوحے اور مرثیے بھی کہا کرتی ہیں۔ کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

نیند کچھ ایسی ہی اللہ ہمیں آئی ہے
ہم نے کروٹ بھی بدلنے کی قسم کھائی ہے
حیف ہو گریہ زنداں میں تنہائی ہے
مدد اے جوش جنوں فصل بہار آئی ہے

پردۂ قدس میں پنہاں ہے جمالِ وحدت
بات پردے کی ہے، پردے سے صدا آئی ہے

جانتے ہیں خطِ قسمت نہ مٹے گا، لیکن
ہم ہیں، چوکھٹ تری، اور جبیں سائی ہے

حسن بے پردہ سہی، جلوہ فروزاں ہی سہی
پر یہ کس کے لئے ہے جو آنکھ تماشائی ہے

اٹھتے ہی اٹھتے زمانے کو بدلنے والے
دوسرا نام قیامت تری انگڑائی ہے

رنگ اک بولتا جادو ہے ارے کیا کہنا
تجھ میں بڑھ کر تری تصویر میں گویائی ہے

پھر مری یوسفِ خوبی کے ہیں جلوے روشن
پھر مری آنکھ میں یعقوب کی بینائی ہے

سازِ صد گرمیٔ ہنگامہ ہے یہ اے راحت
کہ امیدوں سے مری انجمن آرائی ہے

وہ عہد اپنے، اور وہ میثاق کے زمانے
پھر تازہ کر رہے غافل بھولے ہوئے افسانے

دیر و حرم کا جھگڑا مدت سے ہو رہا ہے
کیوں بیچ میں پڑیں ہم، قصے ہیں یہ پرانے

دورنگیٔ جہاں سے لے درس گر ہو عاقل
اک جا ہے سینہ کوبی اک جا ہیں شادیانے

ہاں اب سمندِ ہمت آگے بڑھا کے دیکھو
کھاتے رہوگے کب تک ذلت کے تازیانے

سنتے بھی ہو خوشی کا نغمہ ہی سننے والو
سازِ گلو میں کس کے غمگین ہیں ترانے

کرنا ہے جو وہ کر لو کیا زیست کا بھروسا
پھر کیا کروگے جس دم آئے قضا بلانے

غیروں سے کیجئے کیا راحت کوئی شکایت
بیگانے ہو رہے ہیں اب دور میں یگانے

---

(۱۴) زہرہ بیگم | ڈاکٹر عبد الرب صاحب کی دختر ہیں، زہرہ تخلص ہے، بنت عبد الرب کے نام سے آپ کا کلام اور مضامین مختلف زنانہ رسالوں میں شائع ہوتا رہتا ہے، کسی مدرسہ میں آپ کی تعلیم

نہیں ہوئی، خانگی تعلیم و مطالعہ کے باعث آپ نے یہ شوق پیدا کیا ہے۔

آپ کے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

مشرکوں نے جو کیں گستاخیاں آنحضرت سے
آپ نے ترک وطن کا کیا قصد اکتا کر

وقت دوپہر کا شدت کی تپش گرم ہوا
آپ اس دھوپ میں تنہا گئے صدیق کے گھر

اور فرمایا کہ اے یار وفادار سنو
تم بھی اب چھوڑنے کے واسطے تیار ہو گھر

اس قدر ان کو ہوئی اپنی معیت کی خوشی
آنکھوں میں آ گئے صدیق کے آنسو بھر کر

اور ادب سے یہ کیا عرض کہ ماں باپ فدا
خدمت پاک میں دو اونٹنیاں ہیں حاضر

جاگ او شاہوں کے شاہنشاہ سرتاجوں کے تاج
اٹھ خدا کے واسطے اٹھ پوچھ مسلم کا مزاج

سن خدا کے واسطے سن میری بپتا رکھ لے لاج
جاگ او یثرب کی میٹھی نیند کے ماتے کہ آج

لٹ رہا ہے آنکھوں آنکھوں میں تیری امت کا راج

تھیں جہاں میں آفتیں جتنی وہ مسلم نے سہیں
جو نہ کہنے کی تھیں باتیں وہ بھی غیروں نے کہیں

بیٹھنے ان کو نہیں ہے ایک چپہ بھر زمین
سر چھپانے کا ٹھکانا بھی انہیں ملتا نہیں

جن کی ہیبت لے چکی ہے ایک عالم سے خراج

دور ہے ہم سے عطا ہم پر خفا رب جلیل
ہائے اب اپنے سنبھلنے کی نہیں کوئی سبیل

کام کرنا ہے بہت اور وقت ہے بالکل قلیل
تیرے بچے ہو رہے ہیں سارے عالم میں ذلیل
کیا نہیں اے قبلۂ عالم تجھے بچوں کی لاج

---

(۱۵) **سلمیٰ** - جمال النساء بیگم مرحومہ، مولانا سید نادر الدین مرحوم اُستاد فلسفہ و کلام مدرسہ دار العلوم کی صاحبزادی، اور حکیم الشعراء حضرت اَمجد مدظلہٗ کی اَنیس زندگی تھیں، ۱۳۴۸؁ھ میں آپ کا جوانی میں انتقال ہوا، درگاہ شاہ خاموش حیدرآباد میں مدفون ہیں۔

اگرچہ آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسۂ نسوان نامپلی میں ہوئی، مگر خانگی طور پر آپ نے جو درس اپنے والد سے حاصل فرمایا وہ عربی و فارسی کی متداولہ انتہائی کتابوں پر مبنی تھا۔ اس طرح آپ کی قابلیت مسلّمہ تھی۔

آپ اُردو کی نہ صرف ایک بہترین انشاء پرداز اور نثر نگار تھیں بلکہ شعر و سخن کا بھی کافی ملکہ حاصل تھا۔ سلمیٰ تخلص تھا، توحید، نعت اور تصوف آپ کے خاص موضوع تھے۔ جمالِ امجد کا آٹھواں نوشتہ جو کتاب کی جان ہے، تمام تر آپ کے اَفکار اور خیالات کا مُرقع ہے، آپ خوش نویس بھی تھیں۔

آپ کے کلام کا نمونہ حسبِ ذیل ہے:-

نہ ہو کوئی ہمرہ، یہی ہمرہی ہے ، رہوں بے خبر میں، یہی آگہی ہے
کبھی ہے قیام، اور کسی وقت سجدہ کبھی سرکشی ہے کبھی عاجزی ہے

کبھی تُمیں دل میں، کبھی لب پہ آہیں مری جان کو اک نہ اِک دل لگی ہے
نہ میری سنیں گے، نہ بولیں گے مجھ سے عجب بے کسی ہے، عجب خامشی ہے
نہ معلوم جب تجھ کو دیکھوں تو کیا ہو ترے نام ہی میں مجھے بے خودی ہے

ہے سلمیٰ، دل و جان سے امجد کی لونڈی
اور امجد، غلام غلام نبی ہے

وہ یوسف گم گشتہ کس جا پہ نہاں ہوگا کس پہلو میں پوشیدہ وہ راحتِ جان ہوگا
یہ عالم کثرت کب، توحید نشان ہوگا اِس جسم کی مسجد میں کب شورِ اذان ہوگا

میرا عربی آقا، اللہ؟ کہاں ہوگا

میں آئینۂ دل میں نقش اُس کا جماؤنگی ضد کرکے مناؤنگی رو رو کے ہنساؤنگی
میں آنکھوں کا فرش اُس کے رستے میں بچھاؤنگی میں اُس میں سما کر پھر خود میں نہ سماؤنگی

میرا عربی آقا، اللہ؟ کہاں ہوگا

اُسکا دمِ جاں افزا بے جاں کو جلا دیگا سوتی ہوئی قسمت، وہ ٹھوکر سے جگا دیگا
تو اُس کا پتہ تبلا، وہ تیرا پتا دے گا تو مجھ سے ملا، مجھ کو وہ تجھ سے ملا دیگا

میرا عربی آقا، اللہ؟ کہاں ہوگا

دیکھوں اُسے گلشن میں، ڈھونڈوں اسے صحرا میں ہے عالمِ بالا میں، یا عرشِ معلیٰ میں
دل میں ہے مقام اُسکا، یا دیدۂ بینا میں وہ کعبے میں رہتا ہے یا گلشنِ طیبہ میں

میرا عربی آقا، اللہ؟ کہاں ہوگا[1]

---

[1] جمالِ امجد۔

(۱۶) سارہ۔ سارہ بیگم احمد مدنی مرحوم مدرس مدرسہ دارالعلوم کی دختر ہیں، آپ کی والدہ رقیہ بیگم کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے ۱۳۱۱ھ میں سارہ بیگم کی ولادت ہوئی، گھر پر والدین اور نانا سے ابتدائی تعلیم کے علاوہ فارسی و عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی، اس کے بعد محبوبیہ گرلز اسکول میں شریک ہوئیں، افسانہ نگاری وغیرہ میں مختلف انعامات حاصل کئے، ۱۳۲۵ف (۱۹۱۶ء) میں محبوبیہ گرلز اسکول میں عربی اور فارسی کی تعلیم کے لئے آپ کا تقرر ہوا ۱۳۴۲ف میں بوجہ خرابی صحت وظیفہ حاصل کر لیا۔

"ماتم سروش" اور "اساس القواعد" مستقل تصانیف ہیں، ان کے علاوہ مضمون نگاری کا بھی شوق تھا، کئی مضمون رسالہ النساء وغیرہ میں شائع ہوتے ہیں، انسداد گداگری کے موضوع پر آپ کا ایک پمفلٹ پسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا ہے۔

سخن فہمی اور سخن سنجی کے ساتھ آپ کو شعر گوئی کا بھی ملکہ حاصل ہے، سارہ تخلص کرتی ہیں۔ اگرچہ کلام کا ذخیرہ زیادہ نہیں ہے مگر جو کچھ کلام ہے وہ قادر الکلامی کا شاہد ہے۔ آپ کے کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

وان نزاکت تھی یاں تک آ نہ سکے — یاں نقاہت تھی یہ کہ جا نہ سکے
جوش گریہ نے کر دیا خاموش — قصۂ غم انہیں سنا نہ سکے
میرے دل میں سما گئے کیونکر — دونوں عالم میں جب سما نہ سکے
کی دم نزع اس نے پرسش حال — لب کو جنبش ہوئی بتا نہ سکے
یوں سما جاؤ میری نظروں میں — پھر کوئی دوسرا سما نہ سکے

(۱۷) سردار | منظور فاطمہ بیگم، سردار تخلص، مولوی مشتاق حسین مرحوم المخاطب نواب وقار الملک کے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، مولوی سید محبوب علی صاحب نائب ناظم ٹپہ کی رفیق زندگی ہیں، آپ کی تعلیم اور تربیت حیدرآباد میں گھر پہ ہوئی اردو، فارسی، عربی سے اچھی طرح واقف ہیں۔

اردو میں طبع آزمائی کرتی ہیں، حضرت جلیل سے آپ کو تلمذ حاصل ہے، رسالۂ آئینہ ادب میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا تھا۔

اگرچہ کوئی دیوان یا کلیات شائع نہیں ہوا ہے، مگر کلام کا کافی ذخیرہ ہے، تصوف کا آپ کو خاص مذاق ہے۔

ہو آس جسکو رحمت پروردگار کی — کیا فکر اس کو پرسش روز شمار کی
آنکھوں کو ہے جو کوچۂ احمد کی آرزو — ہر اشک میں چمک ہے دُرِ آبدار کی

سب سے پہلے ہی ہنر درکار زر کیواسطے — چاہیئے انساں کرے کوشش ہنر کیواسطے
اللہ اللہ حضرتِ صدیق کی داد و دہش — ایک کپڑا بھی نہ رکھا اپنے گھر کیواسطے
زیب و زینت شان و شوکت قصر و فانوس و فرش — اتنے جھگڑے ایک زندگی مختصر کیو اسطے
چشمۂ فیض شہ عثمان ہی جاری رات دن — آئے سوئے دکن علم و ہنر کے واسطے
سُن لیا سردار لاسکی کو جس نے ایک بار — ہو گیا قائل خدا کا عمر بھر کے واسطے

---

(۱۸) شریف - | شریف بانو المتخلص بہ شریف تفصیلی حالات کی ہم کو اطلاع

نہیں ہے، زنانہ رسالوں میں اکثر آپ کا کلام شائع ہوتا ہے۔ کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

سنتے ہیں ہر خوشی کے لیئے یہ ضرور ہے
سینے میں دل ہو دل میں سکون صبر سے مزید

گھر ہو وطن ہو دوست ہوں خاطر ہو مطمئن
گلشن ہو، آشیانہ ہو اور ہو گلوں کی دید

جب یہ نہیں تو عیش و مسرت ہیں سب الگ
فرقت میں ذکر وصل بھی ہے کلفت شدید

اندوہگین دلوں کو مسرت سے کیا غرض
اُن کی بلا سے عید قریب آئے یا بعید

دل ہی نہیں کہ جس سے گلے مل کہ شاد ہوں
کسکی نگاہ لطف کو دکھلائیں شوق دید

کنج قفس میں کون ہے بلبل کا ہم نفس
پھولوں کو کیا پڑی جو سنائیں نوید عید

کیف شباب عمر میں یوں مست عیش ہو
ہر شب شب برات ہو ہر روز روز عید

---

(۱۹) صغرا بیگم مرزا محمد علی خاں مرحوم سابق صوبہ دار کی چھوٹی دختر ہیں آپ کے دادا مرزا موسیٰ خان مرحوم سرکار عالی کے پہلے ناظم تعلیمات تھے، اور چچا مرزا مہدی خاں کوکب بہت اچھے شاعر اور حیدرآباد کے سب سے پہلے طالب علم تھے جنھوں نے یورپ کی ڈگریاں حاصل کیں تھیں۔

صغرا بیگم کی پیدائش ۱۹۱۱ء میں حیدرآباد میں ہوئی، محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم ہوئی، شادی کے بعد بنگال کے شانتی نکتان کی سراپا شعر و موسیقی کی رنگین فضا میں کچھ عرصہ تک رہنا ہوا۔

خاندانی علمی ماحول اور آپکی فطرتی رجہاں کے باعث شعر و سخن سے

دلچسپی ہے، محبوبیہ اسکول کے تعلیمی زمانہ ہی میں لکھی ہوئی یہ نظم رسائی و شائستگیٔ طبع کی گواہی دیتی ہے۔ اس کے بعد شانتی نکیتان کی رنگین فضائیں جو بادۂ ٹیگور کی سرمستیوں سے معمور رہے رہنا ہوا۔ اور پھر اب جو شادی ڈاکٹر امیر علی خاں المتخلص بہ ہاشم سے ہوئی ہے جو خود بھی فن شاعری سے بے بہرہ نہیں تو توقع ہے کہ آپ کی شعر گوئی کو اور بھی جلا ہوگی۔

خموشی سی عالم پہ جب چھا رہی تھی ... میں ہستی سے سوئے عدم جا رہی تھی
اُجالا جو گھٹا تھا روئے زمین پر ... گھڑی عمر کی بھی گھٹی جا رہی تھی
عجب وحشت انگیز تھا وہ سماں کہ ... میں صحرا نوردی سے گھبرا رہی تھی
اکیلی تھی میں اور ہمراہ ڈر تھا ... مجھے اپنی تنہائی دہلا رہی تھی
اور اس اپنی مجبوری و بےکسی پر ... زمین و زماں کو میں لرزا رہی تھی
جو ہیں ماہ نے اپنا جلوہ دکھایا ... میں چاندی کی لہروں میں شرما رہی تھی
وہ جگنو کی جگ مگ وہ تابش قمر کی ... جو حوروں کے جلوے کو چمکا رہی تھی
سہانا تھا دشت اور اُجلا سماں تھا ... جہاں بادِ صرصر بھی منڈلا رہی تھی
اور اس وقت میں مجھکو رحمت خدا کی ... خوش آئند لوری سے بہلا رہی تھی
"نہیں ہے یہ ممکن تجھے بھول جاؤں" ... مجھے دھیمی دھیمی صدا آ رہی تھی
مجھے تھا گماں یہ کہ بے آشنا ہوں ... صدا سے بوئے آشنا آ رہی تھی
نہیں تھا یہ معلوم مجھکو کہ کوئی ... مری بگڑی قسمت کو چمکا رہی تھی
غرض شانۂ لطف سے شانِ رحمت ... مری اُلجھی زلفوں کو سلجھا رہی تھی

(۲۰) عابدہ - | عابد النساء، مولوی سید عارف الدین صاحب معتمد تعمیرات کی دختر، اور مولوی سید علی بی سی یس کی شریک زندگی ہیں مجبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں تعلیم پائی، شعرگوئی کا کافی مذاق ہے، اِسکول کے میگزین میں آپ کا کلام شائع ہوا ہے، عابد تخلص کرتی ہیں،

نمونۂ کلام حسب ذیل ہے :-

الفت ہے اے خدا کیا ہم کو ذرا دکھا دے | اُلفت ہے نام کس کا الفت ہمیں سکھا دے
دنیا کا ذرہ ذرہ الفت سے باخبر ہے | الفت سے کیا ہے مطلب ہم کو بھی کچھ بتا دے
الفت کی لذتوں سے محروم ہو گئے ہیں | الفت کی نعمتوں کا ہم کو مزہ چکھا دے
دنیا میں ہستیوں کو الفت کی ہے ضرورت | اِن ہستیوں کو عطر الفت میں تو بسا دے
قومیں بہت ہیں دشمن یک دوسرے کی اس دم | میل و ملاپ کا تو اُن کو سبق پڑھا دے
ملت نہیں ہے کوئی جو پھوٹ سے ہو خالی | اِس پھوٹ کا جہاں سے نام و نشان ہٹا دے
دنیا میں فرقہ بندی بڑھتی ہی جا رہی ہے | آپس کے بیر کو سب دل سے خدا بھلا دے
آپس کی پھوٹ سے ہم برباد ہو رہے ہیں | اپنے کرم سے ہم کو شیر و شکر بنا دے
الفت کا ابر باراں ہندوستان پہ چھا دے | پودوں کو ہند کے سب پروان تو چڑھا دے
عابد کی ہے دعا یہ یارب قبول کرلے | الفت کے راستے پر ہم سب کو تو لگا دے

---

(۲۱) قمر | صفیہ بیگم نام اور قمر تخلص ہے، رسالہ عصمت وغیرہ میں آپ کی نظمیں شائع ہوتی ہیں،

"عورت"

تکمیل ہون انسان کی تفسیرِ وفا ہون — طاعت کے طریقوں میں ملک سے بھی سوا ہون
آلام و مصائب کی میں ہی عقدہ کشا ہون — اور منزلِ الفت کی میں ہی راہ نما ہون
انسان کی صورت میں آوازِ خدا ہون

تاریخ کو الٹو مرے عادات کو دیکھو — ماضی کا سبق پڑھ کے ارادات کو دیکھو
طوفانِ حوادث میں مہمات کو دیکھو — اور باغِ جہاں میں مرے ثمرات کو دیکھو
میں قافلہ والوں کے لئے بانگِ درا ہون

تہذیب تمدن میں سدا ہاتھ بٹایا — انسان کو احساسِ فرائض کا سکھایا
خود صبر و قناعت پہ عمل کر کے دکھایا — اور خوگرِ ہمدردی و ایثار بنایا
واقف ہے ہر اک اہلِ بصیرت کہ میں کیا ہون

بیٹی کی قربانی

تمہارے دل کو دکھ ہوگا نہ کھلواؤ زبان میری
بہت پُر درد ہے پیاری چھپیا یہ داستان میری
اِسے شادی کہوں حیرت میں ہون، یا اپنی بربادی
کہ جس نے چھین لی مجھ سے میری بچپن کی آزادی
مرے ماں باپ ہیں، اب کیا کہوں اس کے سوا اِن کو
کیا جو کچھ انہوں نے خیر، خوش رکھے خدا اُن کو

خدا جانے کہ ان پر کیوں ہیں کمبخت ایسی بھاری تھی
نکل جاؤں میں گھر سے کیوں انہیں یہ بے قراری تھی

کہ جھونکا بھاڑ میں لخت جگر کو اپنے ہاتھوں سے
خوشی کیا خاک ہو سوچو ل تو ایسی براتوں سے

وہ کہلاتا ہے بوڑھا جو ہوا چالیس سے اوپر
مرے وہ ہیں خدا رکھے اب اڑتالیس سے اوپر

.. ..

وہ کل پھر تیسری کر لائیں گے آن کا ٹھکانا کیا
دغا جو کر چکا ہو ایک سے اس کا بھروسہ کیا

---

(۲۲) **لیلیٰ** لیلیٰ بیگم لیلیٰ تخلص، سید ابن الحسن صاحب سابق ناظم عدالت خفیفہ کی شریک زندگی تھی، شاعری کا بڑا شوق تھا، اپنے شوہر سے تلمذ حاصل تھا۔ رسالہ شہاب میں اکثر و بیشتر آپ کی غزلیں شائع ہوتی تھیں خیالات کی بلندی رنگینی اور لطافت آپ کے کلام کے جوہر تھے، افسوس ہے کہ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

زندگی کیسے کٹے پاس جو دلدار نہیں ۔۔۔ آج بس فیصلہ ہے ہم نہیں گر یار نہیں

دل کو پہلو سے لے گیا دلبر ۔۔۔ مرحبا کتنی قدر دانی کی
قصۂ عشق سن کے کہتے ہیں ۔۔۔ نقل ہے یہ کس کہانی کی

گاہے ماہے میری تقدیر چمک جاتی ہے بھولے بھٹکے وہ سر راہ ملا کرتے ہیں

نگاہِ شوق سے گستاخیاں ضرور ہوئیں سناؤں کیسے وہ نازک مزاج برہم ہے

اس انداز سے آئے غصّہ میں وہ کہ ہر ایک ستم مُدّعا ہو گیا
محبت کا اعجاز میں کیا کہوں بڑھا درد بڑھ کر دوا ہو گیا

الٰہی توبہ قیامت فراق کا غم ہے تمہارے ملنے سے جتنی خوشی ہو کم ہے

نہ سہی مجھ سے ملاقات جو منظور نہیں
دور رہو مجھ سے مگر دل سے مرے دُور نہیں
قدر دانِ دل ہے تیری جلوہ نمائی کا ضرور
کیا ہوا اگر نگہ شوق جو مشکور نہیں
مذہب عشق میں آسان ہے ہر دشواری
میں بھی مجبور نہیں آپ بھی مجبور نہیں

---

(۲۳) مدنی | شہناز بیگم مدنیؔ آپ کا تخلص ہے، ورنگل میں قیام ہے زنانہ رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا ہے۔

جہاں کا رنگ پلٹا اِک زمانہ کی ہوا بدلی اثر تہذیب مغرب کا یہ ہے ساری فضا بدلی

نفقط تعلیم نسواں سے نہ اک پردہ ہوا رخصت
مسلمانوں کی طرز زندگی حد سے سوا بدلی

ہمیں آزادیٔ مشرب نے بے پردہ کیا اتنا
کہ جس فیشن کو دیکھا اپنی ہیئت بر ملا بدلی

ہمارا خلق بدلا، ڈھنگ بدلا، ہر عمل بدلا
ہماری چال بدلی، طرز بدلی، ہر ادا بدلی

ہوائے مغربی نے جوش غیرت تک کیا ٹھنڈا
کہ حتیٰ آج اپنی فطرتی شرم و حیا، بدلی

---

(۲۴) محمودہ ڈاکٹر رضا خاں صاحب کی دختر ہیں، رسالہ سفینۂ نسواں" میں محمودہ اختر کے نام سے آپ کے مضامین اور کلام شائع ہوا کرتا تھا۔

موسم بہار کا ہے چمن پُر بہار ہے
بلبل فدائے گل ہے گلوں پر نکھار ہے

پھولوں میں تل رہی ہیں ہبھی گل کی ڈالیاں
ہر نخل باغ رو کش صد لالہ زار ہے

میلاد شہ کا دن ہے کہ یہ روز عید ہے
اک بادہ خوار کا سا صبا میں خمار ہے

بلبل چہک کہتی ہیں مدت کے بعد پھر
گلشن میں آج آمد فصل بہار ہے

---

(۲۵) وفاؔ افسر سلطانہ بیگم نام اور وفا تخلص، حیدر آباد کی رہنے والی ہیں، خانگی طور پر فارسی کی اعلیٰ تعلیم پائی اور نامپلی کے زنانہ مدرسہ میں کچھ عرصہ تک معلّمہ رہیں، بعض وجوہ سے ملازمت ترک کر کے دہلی چلی گئی تھیں، اب حیدر آباد میں قیام ہے۔
شاعری کا بہت اچھا مذاق ہے خصوصاً فارسی شاعری کا زیادہ شوق ہے

اُردو میں بھی طبع آزماتی ہیں نمونہ حسب ذیل ہے:۔

ہے قہر بھی عتاب بھی لطف و عطا کے بعد — ملتا ہے روز زہر بھی مجھکو دوا کے بعد

کافر تری نگہ مرا ایمان لے چکی — جاتی رہیگی جان بھی ناز و ادا کے بعد

پیدا ہوا نہ ہم سا کوئی جان نثار پھر — رسم وفا ہی مٹ گئی اہل وفا کے بعد

عصیاں کے داغ دہوئیں گے یہ اشکِ انفعال — رحمت کو جوش آئیگا عذر خطا کے بعد

پیش خدا ہی چاہیئے فریاد اے وفاؔ
فریاد رس ہے کون تمہارا خدا کے بعد

دختران جامعہ عثمانیہ کی شاعری

جامعہ عثمانیہ کی بنیاد آج سے بائیس سال پہلے ۱۳۳۶ھ میں رکھی گئی، ایک سال کے بعد عثمانیہ کالج کا اِفتتاح ہوا، اور صرف لڑکوں کی تعلیم کا اِنتظام کیا گیا اِسکے بعد ۱۳۴۲ھ میں کلیۂ اناث قائم ہوا، جہاں اَب اِنٹرمیڈیٹ سے ایم، اے اور یم۔سی۔یس تک تعلیم کا اِنتظام ہے۔

اِس وقت تک ایک درجن سے زیادہ عورتیں بی، اے کی ڈگری حاصل کر چکی ہیں، اور پانچ نے ایم، اے کی ڈگری لی ہے۔ بی۔یس۔سی اور یم یس سی کے اِمتحانات جنھوں نے پاس کئے ہیں وہ اِن کے علاوہ ہیں۔

جن خواتین نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی ہے، اُن میں صرف نوشابہ خاتون ایسی بی۔ اے ہیں جنھوں نے کلیۂ اناث قائم ہونے کے پہلے خانگی طور سے تعلیم پاکر جامعہ سے یہ ڈگری لی ہے، باقی سب خواتین کلیۂ اناث کی

متعلمہ ہیں، یم، اے میں جنھوں نے کامیابی حاصل کی ہے ان سب کا مضمون اُردو رہا ہے۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ اور کلیۂ اُناث کے باعث حیدرآباد کی عورتوں میں تعلیمی بیداری وعلم کا ذوق شوق اور ترقی کی اُمنگ زیادہ سے زیادہ پیدا ہوتی جارہی، جس کے بیش قرار نتائج خود ہمارے سامنے ہیں۔

کلیۂ اُناث کی بعض طالبات یورپ کی تعلیم سے بھی مستفید ہوئی ہیں، اُن میں سیدہ زہرہ کا نام خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے، جنھوں نے جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد لیڈس (انگلستان) یونیورسٹی سے ایم، اِی، ڈی کی ڈگری لیکر واپس آئی ہیں۔

شاعری اگرچہ خدا داد عطیہ ہے، لیکن اِس میں شک نہیں کہ تعلیم کی بدولت اِس میں بہت کچھ خوبی اور لطافت پیدا ہوجاتی ہے، ہر جامعہ سے شاعروں کا پیدا ہونا بھی ناگزیر ہے اِس موقع پر ہم دفتران جامعہ عثمانیہ کی اُردو شاعری کو متعارف کراتے ہیں۔

(۱) نوشابہ خاتون سب سے پہلے نوشابہ خاتون بی، اے کا تذکرہ ضروری ہے۔ آپ کے والد مولوی عبدالحق صاحب سابق مددگار صدر ناظم کوتوالی اضلاع ہیں۔

نوشابہ خاتون کی ولادت غالباً ۱۳۲۰ھ میں ہوئی، آپ کی تعلیم ابتدا سے آخر تک خانگی طور سے ہوئی، اِس خانگی تعلیم سے آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل اور جامعہ عثمانیہ سے بی، اے کی ڈگری ۱۹۲۴ء میں حاصل کی،

آپ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے جامعہ عثمانیہ سے یہ ڈگری حاصل کی ہے۔
آپ کو دس سال کی عمر سے شعر گوئی کا شوق ہے، "سوج تخیل" آپکے کلام کا مجموعہ حال ہیں شائع ہوا ہے، ہر صنف سخن میں آپ نے فکر کی ہے، کلام میں سادگی صفائی موجود ہے، طرز ادا کی ندرت خیالات کی پرواز قابل داد ہے کلام میں سوز و گداز ہے۔ خلافت کے جلسوں میں آپ کی مختلف نظمیں خراج تحسین حاصل کر کے مقبولیت کا درجہ پا چکی ہیں، آپ کے کلام کے متعلق ہمارا ایک مفصل مضمون ہماری کتاب خیابان نسواں میں شائع ہو چکا ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

جامۂ ہستی کی اے وحشت اُڑا دے دھجیاں
اب خدا پہان ترا دنیا سے دون ہونے کو ہے
کیوں تری حسرت پہ نوشابہ نہ روئے بیکسی
تھا جو قسمت کا لکھا پورا وہ یوں ہونے کو ہے

اپنی ہستی کو مٹا کر بن فروغ انجمن
شمع سے کچھ سیکھ لے سوز و گداز زندگی
ہو نوائے تلخ یارب سوز و ساز زندگی
نغمۂ شیریں سنا بر بط نواز زندگی
منتشر شیرازۂ اوراق ہستی جب ہوا
آشکارا ہو گیا دم بھر میں راز زندگی
ہے سکون موت سے بدتر سکون انجماد
سعی و حرکت دہر میں ہے امتیاز زندگی

کلیجے مسلم کے جل چکے ہیں گلوں پہ خنجر بھی چل چکے ہیں
کہ اہل یورپ ستم سے اپنے ہماری طاقت کچل چکے ہیں
وہ شور ظلم و غضب کا اُٹھا ہوئی قیامت زمین پہ برپا
کہ خونخواران فتنہ افزا بگڑ چکے ہیں مچل چکے ہیں
دبغے نہیں بم وشل کے گولے چھٹے وہاں سے اجل کے گولے
نہنگ و اژدر ہیں منہ کو کھولے ہزاروں بیکس نگل چکے ہیں

.. ..

اَدائے قاتل پہ آفرین ہے یہ قول نوشابہ حزین ہے
تصور جو دل نشین ہے قدم ہمارے پھسل چکے ہیں

شق ہونے لگا ہے پردۂ شب اب خسرو خاور آتا ہے
ہے رُخ پہ مقنع کرنوں کا وہ مہر منور آتا ہے
کیا دوش پہ ڈالے سرتا سر وہ نور کی چادر آتا ہے
و زنگ سحر بھی کٹنے لگا ظلمات کا بادل چھٹنے لگا
دامان شب جو سمٹنے لگا خورشید نقاب اُلٹنے لگا
پیغام صبا کیا لاتی ہے آفاق پہ سرخی آتی ہے
یہ حسرت عاشق کشتہ ہے جو بوئے وفا پھیلاتی ہے

جب دُھوپ کرن پھیلاتی ہے افسردہ دل گرماتی ہے

ہوتی تبسم ہیں کلیاں کہ نور کا تڑکا ہوتا ہے
آمد ہے بادِ سحر کس کی پتوں میں کھڑکا ہوتا ہے

.. ..

تیار ہیں غلے کھیتوں میں، سورج تو گلخن قدرت ہے
شاداب ہے گلشن ہستی کا، خورشید سحاب رحمت ہے
اے مظہر صنعت یزدانی، تو صفحۂ دہر کی زینت ہے
ہے وجہ نمود رنگ جہاں، تزئین باغ ہستی ہے
نوشابہ اگر سچ پوچھو تو سورج ہی چراغ ہستی ہے

---

(۲) جہاں بانو بیگم نقوی۔

جہاں بانو بیگم حیدر آباد کی اُن خواتین میں شامل ہیں، جنھوں نے حیدر آباد کے علاوہ ہندوستان کی علمی دنیا میں بھی کافی شہرت حاصل کرلی ہے۔

جہان بانو بیگم کے والد ابو رضا مرحوم حیدر آباد میں ناظم فوجداری بلدہ تھے، جن حیدر آبادی طلبہ نے پہلے پہل یورپ جاکر تعلیم حاصل کی اور آئندہ کے لئے مثال قائم کی ان میں مرحوم کا نام خاص طور سے قابل تذکرہ ہے، بیرسٹری کے امتحان میں آپ نے کامیابی حاصل کی تھی، اور واپسی کے بعد سرکار نظام کی سلک ملازمت میں داخل ہوئے، افسوس کہ جوانی میں آپ کا انتقال ہوگیا، ابو رضا مرحوم کے والد مولوی دلیل الدین احترام جنگ مرحوم رکن مجلس مالگزاری اور پھر صوبہ داری اورنگ آباد کی جلیل القدر خدمت پر

مامور تھے۔

جہاں بانو بیگم کے نانا مرزا نصر اللہ خاں المخاطب دولت یار جنگ مرحوم نہ صرف مشاہیر ایران سے تھے بلکہ سرکار نظام کے اعلیٰ عہدہ دار اور بلند پایہ مورخ اور ادیب تھے، آپ کی کتاب "داستان ترک تازان ہند" فارسی زبان میں قابل قدر کتاب ہے، مرحوم دولت یار جنگ کو اعلیٰحضرت غفران مکان آصفجاہ سادس کی اتالیقی کا بھی امتیاز حاصل تھا۔

جہاں بانو بیگم کی ولادت ۱۹۰۹ء میں ہوئی، آپ کی تعلیم ابتداء سے زنانہ ہائی اسکول نامپلی میں ہوئی اور اس کے بعد بی۔ اے اور پھر ایم۔ اے کی ڈگری جامعہ عثمانیہ سے حاصل کی اور ساتھ ہی کلیہ اناث میں لکچرار اردو کی خدمت پر مامور ہیں۔

آپ کو بچپن سے علمی ماحول نصیب ہوا، خاندانی روایات کے بموجب بچپن سے لکھنے پڑھنے سے خاص شغف رہا، گویا وراثتاً آپ کو علم کی خدمت گزاری ودیعت ہوئی ہے۔

اردو زبان کی خدمت گزاری آپ نظم، نثر، تقریر، اڈیٹری اور تدریس وغیرہ کے ذریعہ کر رہی ہیں، اگرچہ نظم نگاری سے آپ کو زیادہ دلچسپی نہیں ہے لیکن جو کچھ کلام ہے وہ خوبیوں سے مملو ہے، خیالات کی بلندی، اسلوب بیان کی صفائی اور پاکیزگی، لطافت اور رنگینی سب کچھ آپ کے کلام میں موجود ہیں۔

تضمین بر نظمِ شبلی

تنگ آیا ہوں زندگانی سے　　اپنی قسمت کی بے زبانی سے
شورش و کاوشِ جہانی سے　　ہے تمنا کہ چھوٹ جاؤں میں
جس طرح بوئے گل ہو گل سے جدا

جیسے محفل وداعِ یار کے بعد　　جیسے پروانہ شمعِ زار کے بعد
جیسے دل رخصتِ قرار کے بعد　　ہوں پریشان کدھر کو جاؤں میں
ہو کے اب اپنے باغ و گل سے جدا

نکہت و بوئے گل گلوں کے ساتھ　　عشوۂ برق بادلوں کے ساتھ
دردِ دل پر زخم دلوں کے ساتھ　　کیا کہوں تجھ سے میری حالتِ زار
ساتھ تیرے میری خوشی بھی رہی

تابِ خورشید سے قمر روشن　　جلوۂ حسن سے نظر روشن
تیرے پرتو سے دل کا گھر روشن　　دلِ بلبل ہے شاد وقتِ بہار
جب خزاں آئی وہ خوشی نہ رہی

صبحِ ہستی آشنائے شامِ ہستی ہو چلی　　مہرِ تاباں کی درخشانی میں پستی ہو چلی
شاہِ انجم چھپ گیا تاروں کی بستی ہو چلی　　اور بساطِ چار سو یک گونہ مستی ہو چلی
شام کے آغوش میں مہرِ تپاں روپوش ہے　　شب کی تاریکی میں دنیائے عمل بے ہوش ہے
صبح کا نکلا ہوا اب کاررواں منزل میں ہے

لیلیٰ شب محوِ خواب جانفزا محمل میں ہے
یک نقط بلبل نوا سنج فغان محفل میں ہے
اور اک ہیجان برپا اِس دِل بسمل میں ہے
ربط ہم دونوں میں جو پرینہ ہیں نالے ایک ہیں　　کشتگانِ غم ہیں اپنے دل پہ آلے ایک ہیں
ہیں رہِ غم کے مسافر اپنی منزل دور ہے
مرحلے طے کرنے ہیں راہِ عمل بے نور ہے
لن ترانی کی صدا باقی ہے کوہِ طور ہے
یاں تنازع للبقا کا جا و داں دستور ہے
اے کہ سن گر آرزوئے منزلِ مقصود ہے　　حرکتِ لا منتہا ہی رازِ ہست و بود ہے
غنچہ ساں ہو کیوں گرفتہ کیوں ہو پابندِ چمن
نکہتِ گل بن کے ہو آوارہ بر دوشِ چمن
پھر انا الحق کے لئے تیار ہے دار و رسن
پھر متاعِ ہوش لوٹے ہے فریبِ پیر زن
آبیاری نہرِ شیریں کی کسی قصہ میں ہے　　آج کل فرہاد با ہمت کے حصے میں ہے
سونیوالے چونک غفلت سے سحر ہونے کو ہے
پھر ہم آغوشِ تجلی برگ و بر ہونے کو ہے
قافلہ کا کوچ پھر اے بے ہونے کو ہے
تو پڑا سوتا ہے کیوں کیا در بدر ہونے کو ہے[1]

---

[1] رسالۂ شہاب

(۳) لطیف | لطیف النسا بیگم کو حیدرآباد کی علمی دنیا میں اب خاصی شہرت حاصل ہوگئی ہے، آپ سید مظفرالدین صاحب سابق مہتمم پولس کی دختر اور سید یوسف علی صاحب لکچرار سٹی کالج کی شریک زندگی ہیں۔

ابتدائی تعلیم محبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں ہوئی اور پھر جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے اور ایم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ تعلیم المعلمات میں معلمہ ہیں۔ آپ کو نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل ہے نظمیں زیادہ تر بچوں کیلئے لکھتی ہیں، رسالہ سب رس کی خصوصی مضمون نگار ہیں۔ آپ کی نظمیں صاف عام فہم ہوتی ہیں۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

اِقبال

میری امی جان مجھ سے کہئے ذرا
یہ تھا کون اقبال جو مر گیا

یہی ذکر ہر صبح ہر شام ہے
جدھر دیکھو اقبال کا نام ہے

بہت یوں تو مرتے ہیں دنیا میں لوگ
نہیں ہوتا لیکن کسی کا یہ سوگ

خبر پڑھ کے اخبار میں موت کی
لگی رونے اس روز تھیں آپ بھی

ہر اک اس کے مرنے سے بیتاب ہے
میں حیراں ہوں امی یہ کیا بات ہے

مری جان تھا وہ بڑا آدمی
تڑپ قوم کی اس کے سینے میں تھی

نہ روؤں میں کس طرح اس پر بھلا
وہ محسن تھا پیارے میری قوم کا

بہت اُس نے ہم پر کیئے ہیں کرم
جنھیں یاد کر کر کے روتے ہیں ہم

.. ..

اُنھی سے زمانے میں بس نام ہے
بڑی چیز انسان کا کام ہے
بڑا کام اُس نے کیا قوم کا
جو چاہو کہ احساں ہو اُس کا ادا
جگہ اس کی لے لو میرے لال تم
بڑے ہو کے بن جاؤ اقبال تم

دلیری اپنی جتا رہے تھے
نڈر پن اپنا بتا رہے تھے
پکڑ کے لائے تھے اِک مکوڑا
بہن کو اپنی ڈرا رہے تھے
سہم کے ہٹتی تھی پیچھے مریم
یہ باؤ کہہ کر جو آ رہے تھے
غریب بچی بِلک رہی تھی
ڈکی میاں کھلکھلا رہے تھے
نہ بھایا قدرت کو ظلم اُن کا
جو بے خطا کو ستا رہے تھے
مکوڑے نے اب جو کاٹ کھایا
سزا کیئے کی یہ پا رہے تھے
تڑپ رہے تھے وَ ہائے انگلی
بُری طرح بِلبلا رہے تھے

عرصہ ہوا ہے درد کو مہماں کیئے ہوئے
ہستی کے ساتھ وعدہ و پیماں کیئے ہوئے
حیرت میں تھا مذاقِ سخن گو کہ کیا ہوا
اُٹھا ہے کون بزم کو ویراں کیئے ہوئے

کیا ہو گئے وہ حسن و عشق کے تذکرے
پروانہ و چراغ کا ساماں کئے ہوئے

دنیا عمل سے چلتی ہے بیٹھے ہیں ایک ہم
آزادیٔ خیال کا ساماں کئے ہوئے

طرزِ معاشرت کو بدل کر سمجھتے ہیں
بڑھتے ہیں ہم ترقی نسواں کئے ہوئے

منزل کا ذکر کیا ہے راکب ہو بدرکاب
رہوار بد لگام کو جولاں کئے ہوئے

کیا کر رہے ہو بھائیو تقلید غیر میں
رسوا کئے دہر نام مسلماں کئے ہوئے

---

(۴) نسرین | شہر بانو بیگم، مولوی سید ولایت حسین صاحب نقوی کی دختر ہیں، ۱۳۲۶ھ میں آپ کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔

سید ولایت حسین صاحب سرکار عالی کے سررشتہ عدالت مال اور پٹہ میں کارگزار رہکر نیک نامی کے ساتھ وظیفہ حسن خدمت حاصل کیا، اُن کے والد مولوی سید محمد حسین شہید فارسی اور اردو کے ادیب تھے۔

شہر بانو بیگم کے نانا باقر نواز جنگ حکیم میر باقر علی مرحوم ایک قابل اور لائق فرد تھے، اس طرح شہر بانو بیگم کی پرورش علمی ماحول میں ہوئی، آپکی

تعلیم محبوبیہ گرلز ہائی اِسکول سے شروع ہوئی، ابتداء سے جونیئر کیمبرج تک آپ نے یہاں تعلیم پائی اور ہمیشہ امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کرتی رہیں، ۱۹۳۵ء میں امتحان سنیئر کیمبرج میں کامیاب ہوئیں، اور اسی سال مدراس یونیورسٹی کے امتحان یس، یس، یل، سی میں شریک ہوئیں، اعلیٰ ترین نشانات حاصل کئے جس کے باعث انعامی وظیفہ حاصل ہوا۔

اِس کے بعد آپ نے جامعہ عثمانیہ کے انٹرمیڈیٹ میں شرکت فرمائی اس امتحان میں آپ کلیۂ اناث کے جملہ طالبات میں اول آئیں، اِس وقت بی۔ اے میں تعلیم پا رہی ہیں۔

شہر بانو بیگم کو اُردو ادب کی خدمت سے بڑی دلچسپی ہے، نظم اور نثر دونوں سے شغف ہے، آپ کے کئی مضامین اور نظمیں شائع ہوکر مقبولیت حاصل کرچکی ہیں۔

نسرین آپ کا تخلص ہے، کلام صاف ہوتا ہے، اِس میں تکلّف و تصنع نہیں ہوتا کسی سے تلمذ نہیں ہے۔

تعلیمی مصروفیت اور علم کی خدمت گذاری کے ساتھ آپ کو ورزش اور کھیلوں سے بھی دلچسپی ہے، محبوبیہ گرلز اسکول میں گیمس کیپٹن بھی رہی ہیں۔

آپ کے کلام کا نمونہ پیش ہے، نثر کا نمونہ اس کے موقع پر آئیگا۔

کلی چٹکی، چمن پھولا، نسیمِ مشکبار آئی   دکن میں "جوبلی" کیا آئی اِک فصلِ بہار آئی

پھلا پھولا رہے گلزار شاہی باغ عالم میں
یہ سوئے حیدرآباد دکن بانگ ہزار آئی
حکومت ہے شہا تیری قلوب اہل عالم پر
عجب شاہی ترے حصے میں شاہ نامدار آئی
مسرت کے عیاں آثار ہیں دیوار سے در سے
بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی

غنچۂ خاطر مغموم کھلے جاتے ہیں
آمد موسم گل کی ہے زمانہ میں پکار
اپنے گلشن میں ہمیشہ ہی رہا دور خزاں
راستہ بھول کے اب کے کدھر آئی ہے بہار
خوف گلچیں کا کبھی ہے کبھی صیاد کا ڈر
دل بلبل کو گر آئے بھی تو کیا آئے قرار
نہر کے دونوں طرف لالہ ہے تا حد نظر
جس سے رخ منظر دلکش کا ہوا ہے گلنار
گل شگفتہ ہیں مہک اٹھا ہے سارا گلشن
دنگ ہے باد صبا مست جہاں کے عطار

ہوا سے خلد نہروں کے کنارے مشک افشاں ہے
ہر اک گل شاد و خنداں ہے تو بلبل ہے تماشائی
اڑا کرتی تھی جس جا خاک اگی ہے زعفراں اُوسجا
نسیم صبح نے عنبر کی بارش ایسی برسائی
پرندے خوش نوا شاخوں پہ بیٹھے گیت گاتے ہیں
چٹکتے ہیں جو غنچے آتی ہے آواز عید آئی

---

(۵) ثریا جبین | سیدہ احمد النساء بیگم ثریا تخلص، سید ظہور الحق صاحب سابق مہتمم دائرۃ المعارف آپ کے والد ہیں، احمد النساء

کی ولادت جمعہ کے دن حیدرآباد میں ۲۷ رمضان ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ ابتدائی اردو، فارسی تعلیم گھر پر ہوئی، اس کے بعد مدرسہ تعلیم المعلمات میں شریک ہوئی، پھر مدرسہ فوقانیہ اندرون شہر سے عثمانیہ میٹرک کا امتحان پاس کیا، اور اب کلیہ اناث میں بی۔ اے کی جماعت میں زیر تعلیم ہیں۔

زبان اردو کی ادبی خدمت نظم نگاری، تراجم، اور مضمون نگاری کے ذریعہ کر رہی ہیں، ہندوستان اور حیدرآباد کے رسالوں میں مضامین اور کلام شائع ہوتا ہے، رسالہ "حیات" لکھنؤ کی آپ خصوصی مضمون نگار ہیں جس میں اکثر تعریف و توصیف کے ساتھ آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔ شاعری میں آپ کو اپنے والد سے تلمذ ہے، کلام میں جدت اور صفائی موجود ہے، اسلوب بیان پاکیزہ ہے، کم سنی سے شعر موزون کرتی ہیں۔

آپ کو فارسی شاعری سے بھی ذوق ہے، بلکہ زیادہ تر فارسی میں کلام موزون کرتی ہیں، مدرسوں کے جلسوں وغیرہ کے موقع پر آپ اپنی نظمیں سناتی ہیں، جو عام طور سے پسند کی جاتی ہیں، کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

یارب کبھی خالی نہ ہو گلشن میری تہذیب سے ۔۔۔ نازاں ہوں اس پر کہ میں دنیا ہوا کی طرح خواب

عشق وہ دریا ہے ناپید اکنار ۔۔۔ جس کے طوفاں سے نہیں نوح کو رہائی

دل ہے تمہاری جانب نظریں ادھر ادھر ہیں
سمجھے نہ کوئی تاکہ منظور رہبری تم ہو

میں فلک کی آنکھ میں خار تھی، میں زمین کے دوش پہ بار تھی
نگہہ زمانہ میں عار تھی، اسی غم میں سینہ فگار تھی
ترے لطف نے مجھے چن لیا میرے دل کی بات کو سن لیا
میرا عیب چھوڑ کے گن لیا، میرے گن کو اور بھی دھن لیا
ترے لطف عام نے بے صلہ مجھے اپنے بزم میں دی جگہ
ترا لطف عام ہی بے شبہ، ہے میرے سکوں کا واسطہ
رہے جامعہ پہ تو حکمراں ترا حکم تیرا ہی راج ہو
تو یُوں رہے خدا کرے ترے زیب سر بھی تاج ہو
تیری آرزوئیں تمام ہوں تجھے عمر خضر کی ہو عطا
تو ہمیشہ پائے ترقیاں رکھے نیک نام تجھے خدا
رہے باغ ترا ہرا بھرا نہ گذر خزاں کا ہو زینہار
منائے ثریا جشن عیش تری سالگرہ کے بے شمار

یہ طویل نظم جو ڈاکٹر آمنہ تو پپ صدر کلیۂ آناث کے سالگرہ کے موقع پر لکھی گئی تھی، ایک سہرا کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہو مبارک تمہیں نسرین یہ پیارا سہرا
خوب ہی پھولے پھلے مثل ہزارا سہرا
آج ماں باپ کی صد شکر ہوئی پوری مراد
ہے عزیزوں کی تمناؤں کا سہارا سہرا

باغ فردوس سے حوروں نے چنیں ہیں کلیاں
ان ہی پھولوں سے بنایا ہے یہ سارا سہرا
آج آیا ہے محب علی نوشہ بن کر
جس سے روشن ہے عروسی کا یہ سارا سہرا
اس کا ہر پھول دل وجان کو معطر کرتا
جب ذرا جھوم کے کرتا ہے اشارہ سہرا
جبکہ رخصت تمہیں کرنے کو یہاں سب آئے
کیسی خاموشی سے کرتا ہے نظارا سہرا
لڑیاں ناہید و ثریا سے فزوں تر روشن
سارے پھولوں سے معنبر ہے تمہارا سہرا
اے خدا سارے اعزہ کو مبارک ہووے
بنے نسرین کے اقبال کا تارا سہرا

---

(۶) **صفیہ** — صفیہ بیگم، محمد صدیق حسین صاحب مہاجر کی دختر ہیں، صدیق حسین مرحوم نظام کالج میں پروفیسر تھے، اور فارسی میں شعر بھی کہا کرتے تھے۔

صفیہ صدیق کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۹۱۹ء میں ہوئی، زمانہ اسکول نامپلی میں تعلیم پائیں، اور اب کلیہ اناث میں بی۔اے میں زیر تعلیم ہیں، آپ کے والد کا انتقال آپ کے بچپن میں ہی ہوگیا، والدہ نے پرورش

اور تربیت کی، اور اُن کی روشن خیالی کے باعث اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔
اُردو کی خدمت گزاری کا بہت شوق ہے، نظم، نثر نگاری اور ترجمہ کے ذریعہ آپ شوق کی تکمیل کرتی ہیں۔
فریدہ؍ا در صفیہ تخلص ہے، اخبار پیام، رسالہ شہاب وغیرہ میں آپ کے مضامین اور نظمیں شائع ہوتی ہیں۔
کلام صاف اور دلچسپ ہوتا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

دل میں خیال آتے ہی اس بے مثال کا ۔۔۔ کیوں ہوش اڑ گئے مرے مرغ خیال کے
ایسا نہ ہو کہ حشر بپا ہو یہیں ابھی ۔۔۔ چلئے خدا کے واسطے دامن سنبھال کے
صحرا میں دیکھ دیکھ مری وحشتِ دل کو ۔۔۔ رونے ہیں پھوٹ پھوٹ کے دیدے غزال کے
پھانسی ہے جس کو دنیا نہ چھوڑی دم آخر ۔۔۔ پھندے میں پھنس نہ تو کبھی اس پیرزال کے

جاتے جاتے اس کا کہنا زیر لب ۔۔۔ ہاں سنبھل اب تجھ پہ آفت آگئی
آج تیور اُن کے ہیں بدلے ہوئے ۔۔۔ دیکھو دیکھو میری شامت آگئی

مشرقی دنیا کی عورت تجھ میں ہے عفت بھری
عورتوں پر ساری دنیا کے تو سبقت لے گئی
حسن کی دیوی ہے تو شرم و حیا تجھ میں بھری
تیرے ہر انداز میں پنہاں ہے حسن قدرتی
یہ نہیں دیتا اجازت تیرا حسن باطنی

سامنے تیرے کرے اظہار الفت کا کوئی

سارے گوہر سے ہے بہتر عصمت و عفت تیری
ہو گئے عاجز پرکھنے سے بھی سارے جوہری

تیری خودداری سے عاجز ہو گئی ہے عاجزی
پھر وفاداری میں بھی تجھ سا نہیں ثانی کوئی

شکر ہے اللہ کا تو سب پہ بازی لے گئی
تو بھی اے صفیہ اسی زمرہ میں شامل ہو گئی

---

(۷) تصدق

تصدق فاطمہ بیگم، غلام پنجتن صاحب ناظم فوجداری کی دختر اور سرج یار جنگ بہادر کی پوتی ہیں، حیدرآباد میں پیدا ہوئیں، محبوبیہ گرلز اسکول میں ابتدا سے تعلیم پائی سینیر کیمبرج کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس کے بعد زنانہ کالج میں شریک ہوئیں، انٹرمیڈیٹ میں زیر تعلیم ہیں۔

اگرچہ آپ نے اختیاری مضامین میں تاریخ کو لیا ہے، مگر اردو اور فارسی سے خاص دلچسپی ہے، شاعری کا شوق ہے، اور اچھا مذاق ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے:-

سجدوں پہ سجدے کس لئے بتکدہ مجاز میں
تیری حکومتیں ہیں جب خانہ کارساز میں
اپنی خودی کو مت مٹا زحمت امتیاز میں

عیش کو اپنے کھو نہ تو فتح طلسم راز میں
دیں گی نہ کامیابیاں درس سکونِ قلب کچھ
بڑھتی رہے گی آرزو طبع ہوس نواز میں
لیکے پھرا کہاں کہاں جذبۂ اکتساب زر
بس نہ سکے عراق میں رہ نہ سکے حجاز میں
شکوۂ دہر کیوں تجھے مٹ گئیں سب حکایتیں
سوز کا رنگ بھر گیا قلب کے ساز باز میں

---

(۹) آہ — میمونہ بیگم نام آہ تخلص، نامپلی زنانہ ہائی اسکول میں زیرِ تعلیم تھیں۔

ہر گھڑی تم کو یاد کرتی ہوں ہر گھڑی آہ سرد بھرتی ہوں
گاہ جلتی ہوں گاہ مرتی ہوں شکر پروردگار کرتی ہوں
دن تو جوں توں گذر ہی جاتا ہے شب کو تارے شمار کرتی ہوں
میں پریشانیوں میں بھی ہمدم دم تیری دوستی کا بھرتی ہوں
دل میں جو ہے زبان پر کیا لاؤں بات کہتے ہوئے بھی ڈرتی ہوں

آہ کے ساتھ ہے تمہاری یاد
یاد کے ساتھ آہ کرتی ہوں[1]

---

[1] شہاب خورداد ۱۳۴۷ف

(۸) اَنوری

اَنوری بیگم، اَنوری تخلص، ۱۳۳۱ف میں حیدرآباد میں پیدا ہوئیں، بی۔ اے میں زیرِ تعلیم ہیں، تعلیم یافتہ ماں کے زیرِ نگرانی آپ کی پرورش ہوئی، اس لئے بچپن سے علم کا شوق ہے آپ کے بھائی اعجاز حسین کھٹا مشہور شاعر ہیں، رسالہ شہاب، نیرنگ خیال، ساقی، وغیرہ میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں، نشرگاہ حیدرآباد سے بھی آپکی تقریریں نشر ہوئی ہیں، فی البدیہ شعر کہنے کا ملکہ حاصل ہے۔

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"چاند سلطانہ"

اے آسمانِ ہمت و شہزوریوں کے چاند
مغلوں کی قوتیں بھی ہوئیں تیرے آگے ماند
نسائی بازوں نے دی شکست اِن شہسوار ونکو
کیا تھا زیر جن کی طاقتوں نے کئی ہزاروں کو
راہِ عمل میں ہم کو ہے شکوہِ حجاب سے
مرعوب شہسوار تھے تیرے نقاب سے
طلائی چوڑیاں بھی بار ہیں نازک کلائی میں
مگر شمشیر چمکتی تھی تیرے دستِ حنائی میں
عورتیں رشک کریں ہمت و جرأت تھی وہ
مرد شرمائیں کہ میدان کی عورت تھی تو

قربان ہو کے رہ گئی اپنے وطن پہ تو
افسوس ہم میں د ؟ ، برابر نہیں یہ خو

---

(۱۰) مہ جبین۔ وجیہ النساء نام مہ جبین تخلص، ثریا کی چھوٹی بہن ہیں، ۲۸ رمضان ۱۳۴۳ھ روز جمعہ کو تولد ہوئیں، خانگی تعلیم کے بعد مدرسہ تعلیم المعلمات اور پھر گوشہ محل کے زنانہ مدرسہ میں شریک ہوئیں، اور پھر نامپلی زنانہ ہائی اسکول میں استفادہ کیا عثمانیہ میٹرک کی تیاری کر رہی ہیں، اپنی بہن کی طرح بچپن سے شعر گوئی کا شوق ہے، توقع ہے کہ آگے چل کر ایک اچھی شاعرہ بن جائیں۔ کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

کیوں آج اے نسیمہ یہ شور ہو رہا ہے؟
کیوں کمرۂ جماعت سر پر اٹھا لیا ہے

کیوں بند ہیں کتابیں کیوں لڑکیاں ہیں چپ چپ
یہ ڈور دھوپ کیسی کیوں غل مچا ہوا ہے

بیگم رشیدہ بانو کیوں چیختی ہیں ہر سو
کیوں بچیوں سے اُن کا آگے قدم بڑھا ہے

سب کو ستا رہی ہیں، پڑھتی نہیں ہیں خود بھی
کیوں آج اس قدر دل اُن کا نڈر بنا ہے

نکلی ہیں لڑکیاں سب ٹولی بنا بنا کے
باہیں پڑیں گلے ہیں رستہ الگ لیا ہے

نے کورس کی خبر ہے نہ امتحان کا ڈر ہے
پڑھنے سے لڑکیوں کا کیوں دل ہٹا ہوا ہے

بیٹھک سے لڑکیاں کیوں باہر نکل گئی ہیں
کیوں مدرسہ میں سب نے محشر بپا کیا ہے

وہ کیا سبب ہے جس سے یہ سب شرارتیں ہیں
یا شہر خاموشاں تھا یا شور ہو رہا ہے

ٹیچر نہیں ہے جس سے یہ گل کھلا ہوا ہے
پڑھنے سے بے خبر ہیں حد سے قدم بڑھا ہے

آئینگی جبکہ ٹیچر تو مہ جبین کہے گی -
سب کام میں نے اپنا پہلے ہی کر لیا ہے

له شہاب ۔ ۱۲

تبصرہ - جہاں تک ہمارے معلومات ہیں جامعہ عثمانیہ سے اِستفادہ کرنے والی خواتین بہی چند ہیں جو نظم نگاری کی حیثیت سے قابل تذکرہ ہیں، کوئی شک نہیں کہ ان کی شعر گوئی رفتہ رفتہ ترقی کر رہی ہے، جیسے جیسے کہنہ مشقی حاصل ہوتی جائیگی اُن کی شعر گوئی بھی معیاری ہوتی جائیگی

اِن کے علاوہ دوسرے شاعر خواتین جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا گیا ہے، اُن میں سے بعض کہنہ مشق شاعرہ ضرور ہیں، اور اُن کا کلام پختگی، صفائی، بلند پروازی کا اچھا نمونہ خیال کیا جا سکتا ہے، اِن دکھنی شاعر خواتین نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے، اگر اُنھوں نے قدیم طرز پر غزل میں اپنے خیالات کی ترجمانی کی ہے، تو وہاں وہ جدید خیالات سے بھی پوری طرح اثر حاصل کیا ہے، اُن کی نظموں میں قومیت، اخلاق مناظر قدرت، فلسفہ سب کچھ موجود ہے۔

اُن کی غزلیں اگر روایاتِ قدیمہ کو نظر انداز نہیں کرتیں اور رنگینی جدت آفرینی، لطفِ زبان کے لحاظ سے قابل داد ہیں، تو اُن کی نظمیں جدید مذاق کے مطابق صفائی، اور بلند خیالی کے لحاظ سے قابل ستائش ہیں۔

بعض شاعر خواتین ایسی بھی ہیں جو دوسروں کے کلام کی اِصلاح بھی کرتی ہیں اور اُن کو بجا طور پر اُستادی کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔

البتہ اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ بعض خواتین کے کلام میں ابھی بہت کچھ اِصلاح کی ضرورت ہے۔ بہرحال ہماری شاعر خواتین کے کلام سے اِس امر کا پورہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے اپنی حد تک اُردو کی خدمت کا حق پوری طرح ادا کیا ہے۔ اور کر رہی ہیں۔

نثر نگاری

موجودہ زمانہ کی خواتین کی نظم کا نمونہ گزرچکا ہے، اب اس دور کی نثر کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے، جس طرح شاعری کے بیان میں جامعۂ عثمانیہ اور غیر عثمانیہ کی تقسیم کی گئی ہے یہاں بھی وہی ترتیب رکھی جاتی ہے۔

ادب کا ایک شعبہ مضمون نگاری ہے، جو ساری ادبی کوششوں کا نچوڑ ہوتا ہے، نثر کے ذریعہ سنجیدہ اور متین مسائل سمجھائے جا سکتے ہیں، تحقیقات اور انکشافات کو واضح طور پر ذہن نشین کرایا جا سکتا ہے۔

مضمون نگاری کے بیسیوں اقسام اور بیسیوں موضوع ہیں، ادب کی جو گراں بہا اور بیش قیمت خدمت مضمون نگاری کے ذریعہ ہو سکتی ہے وہ ایک حقیقت نفس الامر ہے، ناول، افسانے، ڈرامے، خطوط، ادب لطیف، غرض کئی اقسام میں نثر نگاری کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

خواتین دکن نے نثر نگاری کے ذریعہ اردو ادب کی جو خدمت

انجام دی اور دے رہی ہیں اس کی صراحت طویل صفحات کے خواہاں ہے صفحات آیندہ میں اس کی مختصر وضاحت کی جاتی ہے۔

ہم پہلے ان نثر نگار خواتین کو پیش کرتے ہیں جن کو جامعہ عثمانیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱) ہز ہائینس شہزادی درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ

شہزادی صاحبہ کو اب اردو نثر نگاری پر پورا عبور حاصل ہو چکا ہے، چنانچہ اب شہزادی صاحبہ نسوانی جلسوں وغیرہ میں اردو زبان میں تقریر فرماتی ہیں، آپ کی اردو صاف، سلیس اور عام فہم ہوتی ہے۔

پادشاہ بیگم صوفی آپ کی معلمہ اردو ہیں ہر ہائینس کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"ہمارا وسیع ملک زمانہ قدیم سے تمام فنون لطیفہ کا مرکز رہا ہے اور جب میں غور کرتی ہوں کہ عوام میں اصلی دستکاری کو تازہ حیات دینے کی روز افزوں خواہش ہو رہی ہے اور اس کو مکمل کرنے کی انتھک کوششیں جاری ہیں تو مجھے نہایت مسرت ہوتی ہے، اورنگ آباد کے ہمرو، بیدری مصنوعات، ورنگل کے قالین، نرمل کے نقشی و رنگین اشیا، کریم نگر کا نقروی تار کا کام، ناندیڑ کا دستی بافتہ پارچہ، پٹن کا مصالحہ اور سنگاریڈی کا ریشم زردوزی وغیرہ ایسے

بیشمار ملکی مصنوعات ہیں جو اپنی خوبصورتی اور کارآمد ہونے کے لحاظ سے نہایت مشہور ہیں۔

ہندوستان کے دوسرے حصوں کی مصنوعات بھی اسی طرح شہرت حاصل کر چکی ہیں، مثلاً کشمیر کے شال، سہارنپور کا کارچوب، ڈھاکہ کا ململ، کاٹھیاواڑ اور راجپوتانہ کا رنگین و نازک کشیدہ، شمالی ہند کی میناکاری و زیورات اور جنوبی ہند کے دھات، اور ہاتھی دانت کے صنعتوں کی زمانہ قدیم کے عرب و ایرانی تجار و یونانی مورخین اور چینی زائرین اور زمانہ مابعد کے سوداگران و سیاحان یورپ نے اپنی تصانیف میں تعریف کی ہے، اور اُن کو اعلیٰ ترین ہنر کی مثالوں کے طور پر بیان کیا ہے[1]

(۴) شہزادی جہاندار النساء بیگم صاحبہ

شہزادی جہاندار النساء بیگم صاحبہ لیڈی وقار الامراء جو حضرت آصفجاہ خامس افضل الدولہ مغفور کی صاحبزادی ہیں، نہایت ذی علم اور صاحب عقل و دانش ہیں۔

شہزادی صاحبہ کو اردو سے دلچسپی ہے، آپ کا خطبہ صدارت جو خواتین دکن کی کانفرنس کے اجلاس سیزدہم میں پڑھا گیا تھا۔ نظرانداز

---

[1] رسالہ شہاب بابتہ بہمن ۱۳۴۷ف۔

نہیں کیا جاسکتا - اِس صدارتی خطبہ میں خواتین کے لئے بیش بہا نصائح ہیں اور ایک عمدہ دستور العمل ہے -

اِس کا مختصر اقتباس پیش ہے :-

"میرے نقطۂ نظر سے عورت کے لئے کام کرنے کو بہت بڑا میدان ہے - اِس لئے تمہیں اپنی نوع کی تعلیم اور فلاح اور آنے والی نسلوں کی اصلاح کے لئے بہت کچھ کرنا ہے، میں تو یہ کہتی ہوں کہ قومی اور ملکی تعمیر کی تم ہی بنیادی اینٹ ہو، ملک کے لئے بہترین مدبر، معلم، اعلیٰ اخلاق کے پیکر تم ہی بنا سکتی ہو - اِس لئے کہ ہر بڑا انسان تمہاری گود میں پرورش پاتا ہے اَب ذرا اپنے اردگرد نظر کو وسیع کرو جبکہ بچہ کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے، تو ان ہزاروں بچوں کو دنیائے اخلاق کیا ہوگی ؟ جن کی مائیں اُنہیں گود میں لئے ہوئے دریوزہ گری کرتی ہیں اور اپنی شرافت نفس کو کھو کر ہر رہ رو کے سامنے لجاجت اور ذلت کے ساتھ ہاتھ پھیلاتی ہیں"

(۳۱) بیگم ولی الدولہ | بیگم صاحبہ نواب ولی الدولہ مرحوم، مولوی سید یوسف الدین صاحب مرحوم سابق صوبہ دار کی دختر ہیں، مولوی یوسف الدین کے والد آصفجاہ خامس غفران منزل کے زمانہ میں طبابت کرتے تھے اور اپنی مسیحائی کے باعث مشہور تھے، مولوی یوسف الدین سرکار عالی کے ایک قابل دیانت دار اور لائق عہدہ دار تھے -

بیگم ولی الدولہ کی تعلیم خانگی طور سے گھر پر ہوئی اُردو، فارسی کے

ساتھ انگریزی میں بھی مہارت رکھتی ہیں۔

قومی اور ملکی کاموں سے دلچسپی ہے انجمن ترقی تعلیم و تمدن کی صدر ہیں اس کے علاوہ آپ دوسری کئی اور انجمنوں میں بھی عملی حصہ لیا کرتی ہیں، آپ کی نثرنگاری کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"ہمارے ملک کا تعلیمی بجٹ جس میں یونیورسٹی کو بھی شامل کرلیا جائے تو ایک کروڑ سے زائد ہے، اس میں اعلیٰ اور ثانوی تعلیم کے مصارف غیر معمولی طور سے زائد ہیں، اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ابتدائی اور نسوانی تعلیم اس دوڑ میں بہت پیچھے رہ جاتی ہے، موجب اطمینان یہ امر ہے کہ صاحبان حل وعقد ہماری تعلیمی پالسی کی اس کمزوری سے واقف ہو چکے ہیں اور قوی امید ہے کہ آیندہ ابتدائی تعلیم کی اشاعت پر زیادہ رقم صرف کی جائے گی، اور جیسے جیسے روپیہ فراہم ہوتا جائیگا تعلیم جبری اور مفت ہو سکے گی، گو میں بذات خود جبری تعلیم کی قائل نہیں ہوں، اور میرے شوہر مرحوم کا قول مجھے یاد ہے کہ حکومت میسور نے اس جبر کا انتہائی گران اور تلخ تجربہ کیا ہے اور بالآخر وہ ناکام رہا اور جبر کو توڑ دینا پڑا۔"

(خطبۂ استقبالیہ کانفرنس ترقی تعلیم و تمدن ۱۹۳۸ء)

(۴) بیگم مہدی یار جنگ — آپ آغا محمد علی خان صاحب مرحوم سابق صوبہ دار کی دختر اور مرزا موسیٰ خاں مرحوم

کی پوتی ہیں۔ آپ اس خاندان کی خاتون ہیں جس کا ہر فرد علمی قابلیت اور علمی تبحر کے باعث مشہور رہے، بچپن سے علمی ماحول میں پروان چڑھیں اگرچہ تعلیم خانگی طور سے ہوئی مگر فارسی، اردو، انگریزی میں اچھی قابلیت رکھتی ہیں، جہاں بانو بیگم کی کتاب "رموز خانہ داری" پر آپ نے پیش لفظ قلمبند فرمایا ہے، نمونہ حسب ذیل ہے۔

"گھر بار کا انتظام کرنے میں لڑکیاں جس قدر مہارت پیدا کرنے گی اسی قدر ان کی زندگی شادی کے بعد آرام و آسائش سے گذر یگی اور وہ اپنے حسن سلیقہ سے اپنے گھر کو نمونہ جنت بنا سکیگی، سلیقہ اور انتظامی مادہ عورت کا بہترین جوہر ہے، جو عورتیں اس صفت سے محروم ہیں وہ نہ صرف پھوڑ کہلاتی ہیں بلکہ ان کے گھر بے رونق ہوتے ہیں، ایسے گھروں میں صفائی کا بہت کم لحاظ ہوتا ہے، اور پھر جس گھر میں اس کا خیال نہ ہو بالخصوص کھانے پینے کی چیزوں میں وہاں بچوں اور بڑوں کی صحت کیونکر اچھی رہ سکتی ہے[1]"

(۵) تمیز النساء بیگم | آپ قوت جنگ مرحوم کی دختر ہیں، قوت جنگ حیدرآباد کے امیر او رخاندان آصفیہ کے سلسلہ نسب میں شامل تھے، تمیز النساء بیگم کے نانا سر وقار الامراء مرحوم مدار المہام

---

[1] پیش لفظ رموز خانہ داری۔

سلطنت آصفیہ تھے اور آپ کی والدہ لیاقت النساء بیگم افضل الدولہ آصفجاہ خامس کی نواسی ہیں۔

نواب قوت جنگ کی شادی ۱۳۱۸ھ میں ہوئی اور رمضان ۱۳۲۳ھ میں انتقال ہوا۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں آپ کو دو لڑکیاں ہوئیں یعنی تمیز النساء بیگم اور سعادت النساء بیگم۔

تمیز النساء بیگم کی تعلیم خانگی طور سے ہوئی، ادبی مذاق بہت اچھا ہے آپ نے اپنے والد کے فارسی دیوان کو ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ شائع فرمایا ہے، نمونہ تحریر حسب ذیل ہے:۔

"میں نے اس ناچیز سعی سے یہ چاہا ہے کہ حضرت والد محترم کی یاد کو اس طریق پر قائم رکھوں، حضرت قبلہ مرحوم کی خدمت اور محبت پدری کی جتنی خوشیوں کا کوئی موقعہ نصیب نہ ہوا، بلکہ اُس کی یاد دل و جگر میں ایک نہ مٹنے والا درد پیدا کرتی ہے، اس کی تسکین کے لئے چاہا کہ علمی دربار میں بابا حضرت کے کلام کو پیش کرکے ایک یادگار قائم کروں۔ ان اوراق کو پیش کرتے ہوئے میں نے یہ بھی مناسب سمجھا کہ بابا حضرت مرحوم کا ایک مختصر تذکرہ بھی شامل کروں جو اُمید ہے دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

بہت ممکن ہے میرے طرز تحریر اور اسلوب بیان میں ادبی کمزوریاں ہوں لیکن میں صاف لکھ دینا چاہتی ہوں کہ

میں نے اَدبی نقطۂ خیال سے اُسے نہ لکھا ہے اور نہ مجھ میں
اس کی اہلیت ہے، میں نے تو اپنے دل دردمند کی ایک
تمنا کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے[1]"

(۶) جمال النسا بیگم | حضرت اَمجد کی شریک زندگی مرحوم جمال النسأ
کی شاعری کا نمونہ گزر چکا ہے، آپ کی نثر کا نمونہ

حسب ذیل ہے:۔

"قبل اس کے کہ دعا حضرت صمدیت میں درجہ اجابت تک
پہنچے، خود دعا کرنے والے کے پاس مقبول ہونی چاہیئے یعنی
دعا کرنے والے کو پہلے خود اپنی دعا میں لذت اور محویت ہونی
چاہیئے۔ پھر ایسی دعا کے باب اجابت تک پہونچنے میں کوئی
پردہ یا حجاب مانع نہیں ہو سکتا۔ دعا کرنے والے کی آواز
میں منت و عاجزی کے وہ تمام عنصر شامل ہونے چاہیئے
جو خاص گناہ گاروں کی التجاؤں میں پائے جاتے ہیں[2]"

(۷) سارہ بیگم | سارہ بیگم کی دو کتابیں نثر میں شائع ہو چکی ہیں "
ماتم سردش" اساس القواعد"، اس کے علاوہ انسداد
گداگری پر ایک پمفلٹ بھی شائع ہوا ہے، اور کئی مضمون رسالہ افادہ میں
شائع ہوئے ہیں، ماتم سردش میں آپ نے اپنے مرحوم بھائی ابو نصر فتح اللہ

---

[1] مقدمہ دیوان فیاض ۔ [2] جمال اَمجد صـ۱۵۰

پیج ۔سی ۔ ایس کے حالات زندگی نہایت سوز و گداز کے ساتھ قلمبند کئے ہیں، عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے ۔

"ایک دن میں دیوانِ حافظ دیکھ رہی تھی، دیکھتے دیکھتے بلا کسی خیال کے یکایک میری نظر لفظ "ابوالنصر" پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی ایک برقی ساعت سے میں نے پورا شعر پڑھا ۔

زشاہ راہ سعادت بہ باغ رضوان رفت
وزیر کامل ابوالنصر خواجہ فتح اللہ

آہ! یہ شعر نہ تھا ایک تلوار تھی، جس نے میرے دل کے دو ٹکڑے کر ڈالے، سر سے پاؤں تک سنسنی دوڑ گئی، کتنی دیر تک بے حس و حرکت پڑی رہی، ایسا معلوم ہوا کہ دل کی حرکت بند ہو گئی ہے، پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا دل کو تسلی دی کہ نہ میرا منشاء فال دیکھنے کا تھا نہ صفحہ کے شروع کا شعر ہے، دیوان حافظ میں ایسے پچاسوں شعر پڑے ہیں، خواہ مخواہ ایک نام کو دیکھ کر اثر لینا حماقت ہے"[1]

(۸) رابعہ بیگم | سارہ بیگم کی بہن رابعہ بیگم کی شاعری کا نمونہ گزر چکا ہے آپ کو نثر نویسی میں بھی اچھی دست گاہ حاصل ہے ۔

---

[1] ماتم سرور ش ص ۲۴ ۔

مجیبیہ گرلز اسکول کے جلسوں میں آپ اکثر اپنے مضامین سناتی تھیں، رسالہ
افادہ میں بھی آپ کے بعض مضامین شائع ہوئے ہیں اور اب رسالہ
سب رس میں آپ کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں آپ کی تصنیف
"سوتیلی ماں" شائع ہو چکی ہے۔ نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"اسلام صرف معاش حاصل کرنے کے وسائل اور مال
صرف کرنے کے ذرائع ہی نہیں بتاتا بلکہ عاقبت اندیشی کے
ساتھ پس انداز کرنے اور سرمایہ رکھنے کی بھی تعلیم دیتا ہے
چنانچہ بارگاہ رسالت سے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر تم اپنے
متعلقین کو غنی چھوڑ دو گے تو بہتر ہوگا۔ اس سے کہ ان کو
مفلس بے مایہ چھوڑ و یہ احکام دولت جمع کرنے، ترکہ
چھوڑنے اور اپنے ورثاء کو مالدار بنانے کی ترغیب
دیتے ہیں"

"قوت اکثریت کو حاصل ہے، اور اکثریت کلیہ کا حکم رکھتی ہے ادبی
مذاق رکھنے والے خاندان سے ادیبوں کی پیداوار عینی مشاہدہ ہے
شریف النفس بزرگ سیرت اسلاف کے اخلاف بھی اکثر انہیں کے
قایم مقام ثابت ہوئے ہیں، نیک طینتی وراثتاً پشت بہ پشت عجیب
عجیب مظاہرے دکھاتی رہی ہے، غصیلے، حاسد، موذی، مستبد،
پست عادت، بد اخلاق والدین کی اولاد کا بھی انہیں کے نقش قدم
پر گامزن ہونا امر بدیہی ہے" (سوتیلی ماں)۔

"بارش خصوصاً حیدرآباد میں ہمیشہ یقینی اور بروقت نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے ایسے مقامات جہاں آبپاشی کی تنظیم نہ تھی بلائے قحط میں مبتلا ہوتے اور کثیر جان ومال کے نقصان کا سبب تھے اور ایک زرعی نقصان تجارت فلاحت، صنعت وحرفت مالگذاری وآبکاری اور اُن کے تحت دوسرے تمام کاروباری محکمہ جات کو بیحد متاثر کرتا ہے۔" (نذر دکن)

(۹) **پادشاہ بیگم صوفی** | آپ نواب محمد یار جنگ کی دختر ہیں، نواب صاحب کو علوم مشرقی میں ید طولیٰ حاصل ہے، مختلف سرکاری اعلیٰ خدمات کو حسن وخوبی سے انجام دیکر وظیفہ حسن خدمت حاصل کیا ہے، نواب صاحب انگریزی سے قطعاً ناواقف ہیں، مگر اس کے باوجود اپنی روشن خیالی سے اپنے صاحبزادیوں کو اعلیٰ مغربی تعلیم دلائی۔

پادشاہ بیگم کی پیدائش ۱۳۰۹ف میں ہوئی مدراس یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کامیاب کرنے کے بعد شادی اور صاحب اولاد ہو کر علی گڈھ سے بی۔ اے اور پھر ایم۔ اے کی ڈگریاں لیں، اور یورپ سے بھی ڈپلوما حاصل کیا ہے۔

محبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں گزیٹیڈ خدمت پر ماسور ہیں، فارسی سے آپ کو خاص دلچسپی ہے، چنانچہ تاریخ ہند کو آپ نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے اُردو مضمون نگاری سے بھی اَب دلچسپی ہوئی ہے، سلیس اور عام فہم زبان میں آپ کے مضامین رسالہ سب رس میں شائع ہوتے ہیں، زنانہ جلسوں میں تقریر بھی خوب فرماتی ہیں۔

شہزادی ہرہائینس درِشہوار دردانہ بیگم صاحبہ کو اُردو پڑھانے کا فریضہ بھی آپ کے تفویض ہے، آپ کی عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"ایک مشنری میم بازو کی کرسی پر آکر بیٹھی اور مجھ سے مخاطب ہوئی، مختلف مضامین پر مکالمہ شروع ہوا، میں نے کہا میں اِس امر کا اِعتراف کرنے کو تیار ہوں کہ مشنریوں نے ہندوستان کی یک گونہ خدمت کی ہے، دور دراز مقامات میں دشوار گزار دیہات میں آپ نے ہسپتال بنائے ہیں، مدرسے قایم کئے ہیں، بیشک دہقان آپ کے وجود کو خدا کی نعمت سمجھتے ہوں گو آپ کی اصل غرض اپنے مذہب کی تبلیغ و اِشاعت ہوتی ہے لیکن آپ کی ایثار نفسی، عزم و استقلال، و بنی نوع اِنسان کی خدمت قابل ستائش و قابل رشک ہے، وہ بہت خوش ہوئی اور کہا مدراس میں ہمارا ایک ایسا اِسکول ہے، جس میں گونگے اور بہرے تعلیم پاتے ہیں، ہم اُن کو بات کرنا سکھاتے ہیں لکھنا پڑھنا اور کوئی ہنر بھی تاکہ وہ اِس مدرسے سے نکل کر بآسانی حصول معاش کر سکیں[1]۔"

(۱۰) معصومہ بیگم طیبہ بیگم مرحومہ کا تذکرہ صفحات ماقبل میں ہو چکا ہے، اُن کی بڑی دختر معصومہ بیگم ہیں آپ مرزا حسین علیخان

---

[1] رسالہ سب رس جولائی ۱۹۳۸ء۔

صاحب نائب صدر جامعہ عثمانیہ کی شریک زندگی ہیں، سنہ ۱۹۱۰ء میں پیدائش ہوئی۔ محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پائی، آپ کی انگریزی، فارسی، اور اُردو قابلیت بہت اچھی ہے،

کئی انجمنوں کی آپ صدر اور سکریٹری ہیں اور اپنے کام کو دلچسپی سے انجام دیتی ہیں، زنانہ کانفرنسوں اور انجمنوں میں آپ کی تقریریں موثر اور پُراز معلومات ہوتی ہیں، رسالہ سب رس میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں، نمونہ درج ہے۔

" جدید حیدرآباد کی معاشی زندگی کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہو رہی ہے، اِس ادارہ کا مقصد یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم وملت ملازم پیشہ لڑکیوں کے لئے اور ان لڑکیوں کے لئے جو بغرض تعلیم اضلاع سے آئی ہوں رہنے سہنے بود وباش کا انتظام کرے، اقامت خانہ کے لئے ایک قطعہ اراضی حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اور خیال ہے کہ وہاں رفتہ رفتہ بجائے ایک بڑی عمارت کے چند ایک مکانات تعمیر کئے جائیں، تاکہ مختلف طبقات کی ضروریات پوری ہوں[1]۔"

" علم سے دولت مل سکتی ہے، لیکن دولت سے علم نہیں حاصل ہو سکتا علم ہی سے ناموری وشہرت ہوتی ہے، عالم لوگوں ہی کی یاد صفحۂ دنیا پر باقی ہے"

---

[1] رپورٹ کانفرنس خواتین، رسالہ شہاب ڈسمبر ۱۹۳۷ء

جتنے بڑے بڑے مصنف گزرے ہیں، وہ سب اگر عالم نہ ہوتے تو کوئی اُن کو جانتا تک نہیں، اُن کی تصنیفات ہی اُن کے شہرہ کا باعث ہوئیں، نہ صرف اُن کی شہرت کا بلکہ اُن کی بھی جن کے حالات اُنھوں نے بیان کئے ہیں بقول فردوسی۔

منش کردہ ام رستم پہلوان
دگرنہ یلے بود در سیستان

(رسالہ سب رس)

---

(۱۱) محمودہ بیگم | آپ نواب قادر نواز جنگ مرحوم کی شریک زندگی ہیں مولوی سید احمد مرحوم سابق صدر محاسب آپ کے ماموں تھے، محمودہ بیگم کی تعلیم گھر پر ہوئی، ایک صاحب قلم شریک زندگی ملا، جس کے باعث آپ کے علمی شوق میں ترقی ہوئی "رسالہ النساء" میں آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، نمونہ تحریر حسب ذیل ہے:۔

"ہر ایک انسان جو کام کرتا ہے، اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جائز طریقہ سے اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے، اور اس کے سلسلہ میں اپنی دلی اور دماغی اور عقلی ترقی کرنے کا موقع ہاتھ آئے، ایک بادشاہ نے اپنی رعایا کو خوش رکھنے کا کام کیا، اور محتاجوں اور غریبوں کو دان دیا۔ اس نیک کام میں بادشاہ کا ذاتی فائدہ یہ تھا کہ رعایا اور محتاج خوش ہو کر بادشاہ کے حق میں دعا دینے لگے[1]"

---

[1] رسالہ النساء ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

(۱۴۱) بیگم ڈاکٹر احمد علی زیدی | آپ مولوی سید اعجاز حسین مرحوم کی دختر ہیں رسالۂ النساء کی مضمون نگار رہی ہیں:

"کفایت شعاری کہنے کو تو دو لفظوں کا آسان سا فقرہ ہے، لیکن اس پر پابندی نہایت مشکل ہے، یہ وہ زمانہ ہے کہ ایک ایک پیسہ بھی سوچ سمجھ کر خرچ کرنا چاہیئے۔ اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمانہ گزشتہ میں آمدنی کم تھی، پھر بھی ہر ایک شخص عزت و آبرو سے زندگی بسر کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ پس انداز کر لیتا تھا۔ آج باوجود آمدنی کی فراوانی کے پس انداز کرنا تو کجا قرضہ کا بار ہی سر اٹھانے نہیں دیتا"[1]

(۱۴۲) امۃ العزیز بیگم | مولوی خلیل اللہ صاحب سابق مددگار معتمد یا لگذاری کی دختر ہیں ۱۲۹۹ھ میں پیدا ہوئیں، اردو، فارسی اور عربی کی پوری تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، عربی میں کافی دستگاہ حاصل ہے، حدیث اور فقہ سے خاص دلچسپی ہے، کئی عربی کتابوں کا ترجمہ کیا ہے جن میں سے بعض کی صراحت کی جاتی ہے:

"سر تاج" عربی زبان میں شافعی فقہ ہے جس کی چار جلدیں ہیں۔ الفرج بعد الشدۃ ایک فارسی اخلاقی قصوں کی کتاب جو کئی سو صفحات پر حاوی ہے، "لطائف اشرفی" تصوف اور اخلاق پر مشتمل ہے۔ اور

---

[1] رسالۂ النساء، جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ۔

"ہدایت الناظرین" فقہ کی ضخیم کتاب ہے، اِن سب کا آپ نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے، مگر افسوس اُن کی طباعت نہیں ہوئی، آپ کی تحریر کا نمونہ پیش ہے۔

"مذہبی تعلیم میں سب سے مقدم اور اہم فقہ کا جاننا ہے، خدائے تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم کی معرفت بغیر اس کے نہیں ہو سکتی، نمازیں اس کی صحیح نہیں روزہ سوائے اس کے صحیح نہیں، حج و زیارت اور دنیاوی معاملات بیع و شرا، وغیرہ کے لئے بھی اُس کا جاننا اہم اور لازمات سے ہے، . . . . ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے، یعنی آفتاب کا آسمان کے بیچ سے ڈھلکنا، ہم کو ظاہر ہونے کے اعتبار سے کام ہے نہ کہ واقع کے اِعتبار سے[1] . . . . "

(۱۴) **سکینہ بیگم** | طیبہ بیگم کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے، اُن کی منجھلی دختر سکینہ بیگم اپنی گوناگون خصوصیات کے علاوہ اُردو کی خدمت گذاری کے باعث بھی قابل تذکرہ ہیں۔

۱۹۰۲ء میں آپ کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی، محبوبیہ گرلز اِسکول میں اِبتدا سے تعلیم ہوئی، اور سینیر کیمبرج کا اِمتحان اعزاز کے ساتھ کامیاب کیا،

---

[1] ہدایت الناظرین - ۱۲

محبوبیہ گرلز اسکول کی ممتاز ترین طالبات میں آپ کا شمار ہے، سید رحمت اللہ صاحب یم۔ اے بیرسٹریٹ لا نائب معتمد عدالت و اُمور عامہ کی شریک زندگی ہیں۔

سکینہ بیگم کا نشو و نما علمی ماحول میں ہوا، علم کی خدمت گذاری ورثہ میں ملی ہے، آپ کا سلسلہ پدری اور مادری دونوں کو علم و عمل کے لحاظ سے شہرت و امتیاز حاصل ہے، آپ کے دادا موسیٰ خان مرحوم حیدرآباد کے سررشتہ تعلیمات کے پہلے صدر تھے، والد خدیو جنگ مرحوم اور چچا مرزا مہدی خاں کوکب مرحوم کی علمی قابلیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اسی طرح آپ کے سلسلہ مادری کے افراد کی علمی قابلیت کا سکہ تمام ہندوستان پر بیٹھا ہوا ہے، آپ کے نانا مولوی سید حسین بلگرامی المخاطب نواب عماد الملک مرحوم اور ان کے بھائی سید علی بلگرامی و میجر سید حسن بلگرامی کے نام ان کی اعلیٰ علمی قابلیت کے باعث کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

بہرحال سکینہ بیگم نے بچپن سے خالص علمی فضا میں پرورش پائیں۔ اور علمی ماحول میں پروان چڑھیں، اور اب شادی کے بعد بھی صاحب علم اور علم دوست انیس زندگی ملا ہے، جس کے باعث اب بھی علمی فضا میں آپ کی زندگی بسر ہوتی ہے۔

انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کی علمی خدمت آپ کی زندگی کا مقصد ہے، انگریزی مضمون نویسی اور انگریزی خطوط نویسی میں امتیازی درجہ حاصل کیا ہے، مضامین اور خطوط سے آپ کی اعلیٰ انگریزی قابلیت

کے علاوہ اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ مغربی آزاد خیالی کے ساتھ آپ کو مشرقی اخلاق اور مشرقی معاشرت سے کس طرح گرویدگی ہے۔

اردو شاعری سے بھی دلچسپی ہے، سکینہ تخلص کرتی ہیں، مولوی سید علی حیدر طباطبائی مرحوم سے آپ کو تلمذ حاصل تھا۔ اردو مضمون نگاری میں پورا عبور حاصل ہے، پہلے اپنے مدرسہ کے میگزین میں مضمون لکھا کرتی تھیں، اب رسالہ سب رس میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

"ادارہ ادبیات اردو" کے شعبہ نسوان کی آپ "داعی" اور ادارہ کے رسالہ "سب رس" کی مجلس ادارت کے رکن بھی ہیں "نذر دکن" وغیرہ آپ ہی کے اہتمام سے شائع ہوئے ہیں زنانہ کانفرنسوں اور انجمنوں میں آپکی اردو اور انگریزی تقریریں پُر از معلومات اور عام فہم ہوتی ہیں، بہر حال سکینہ بیگم اردو کی خدمت گزاری میں نہایت مستعدی اور انہماک کے ساتھ مصروف ہیں۔

آپ کی نثر نگاری کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"ہماری قوم صدیوں سے جہالت کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہے اسے نہ تو علم و فضل سے واسطہ ہے نہ فہم و دانش سے تعلق، وہ نت نئی کمزوریوں کا شکار ہو رہی ہے اور اس کے افراد قعر مذلت میں گرے جا رہے ہیں، اُن کا تنزل و انحطاط آنے والی قوموں کے لئے عبرت کا سبق

دے رہی ہیں، آج کل بھی جبکہ دنیا کی ترقی کی رفتار ہر لحظہ بڑھتی جا رہی ہے، ہم اپنے آپ کو اور قوموں کے مقابلہ میں بہت پیچھے پاتے ہیں۔

ہر قوم کی ترقی اور تعمیر اُس کی اکثریت پر موقوف ہے، لیکن ہم ابھی تک اپنے ادنےٰ طبقوں کے معاشی مصائب سے ناواقف ہیں۔ یہ طبقہ بھی ہم پر اپنے کچھ حقوق رکھتا ہے، لیکن ہم بھول کر بھی اپنی اِس خراب و خستہ جماعت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، جن پر ایک بڑی حد تک ہماری قوم مشتمل ہے۔

صرف اعلیٰ اور متوسط طبقوں سے ہی قوم نہیں ہوتی، بلکہ قوم کا ایک بڑا جزو بھی ادنےٰ طبقے ہیں اور ان کی خدمت ہر قوم پرست اور فرض شناس اِنسان کے لئے ضروری ہے اگر ہم اِس پست اور ادنےٰ طبقوں کی خدمت کو اپنا نصب العین اور سطح نظر بنالیں تو وہ دن دور نہیں ہماری قوم بھی ترقی کے زینہ پر دنیا کی سر برآوردہ قوموں کے ہم دوش ہو جائے۔" (تعلیم عوام)

"نیا سال اپنے ساتھ نئے نئے خیالات اور نئی نئی امنگیں لئے ہوئے ہے ہم سب بہنوں کی خدمت میں نئے سال کی مبارکباد دیتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ یہ سال سب کیلئے خیر و برکت اور حصول مقاصد کے اِعتبار سے آپ اپنی

نیظر ہو، ہمارے دل جذبۂ خدمت سے سرشار اور ہمارے دماغ
علم کی خوشبو سے معطر ہوں، ہم میں خلوص، سچائی اور بے غرضی
بے لاگ کام کرنے کا مادہ پیدا ہو، اور ہم آنے والی نسلوں کے لئے
ایثار، خود داری اور وطن پرستی کا ایسا نمونہ چھوڑ جائیں کہ وہ
ہمارے نقش قدم پر چلنا اپنا فخر سمجھیں[۱]"

(۱۵) سعیدہ بیگم۔ مس سعیدہ کے والد مولوی ضمیر الدین تھے، اور ان کے والد مولوی بہاء الدین پنجاب سے آکر حیدرآباد میں بس گئے تھے، سعیدہ بیگم کے نانا مولوی ابوالبرکات محمد عبیداللہ صاحب مرحوم مولوی فاضل تھے، جو نواب وقار نواز جنگ مرحوم کے حقیقی بھانجے ہیں۔

مولوی محمد عبیداللہ صاحب مدرسہ دارالعلوم کے طالب علم تھے، مولوی فاضل کامیاب اور علوم قرآن کے بڑے ماہر تھے، آپ کی کئی کتابیں علوم قرآن پر شائع ہوئی ہیں۔

سعیدہ بیگم کی پیدائش ہنگولی میں ہوئی، بچپن میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، تعلیم گھر پر ہوئی، علمی ماحول میں آپ کی زندگی بسر ہوئی بچپن ہی سے کتاب اور قلم سے اُنس رہا، اسی شوق کے مدنظر والد نے نہایت کم سنی سے آپ کی تعلیم کا انتظام کر دیا تھا مگر والد کا انتقال ایسے

---

[۱] مقدمہ نذر دکن۔

زمانہ میں ہوگیا جبکہ آپ کو اچھے بُرے کی کچھ تمیز بھی نہیں تھی، ظاہر ہے باپ کے اِنتقال کے باعث پھر تعلیم کا کیا اِنتظام ہوسکتا تھا مگر سعیدہ بیگم کا شوق تھا کہ اونہوں نے اچھی تعلیم پائی۔ تعلیم کے ساتھ آپ کو مطالعہ کا شوق بچپن سے ہے ۱۹۳۵ء کے چند ہفتوں کے سوا (جس میں ڈاکٹر نے آپ کو مطالعہ کی ممانعت کر دی تھی) کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ اپ نے مطالعہ نہ کیا ہو، اسی مطالعہ کے باعث آپ کے معلومات وسیع اور خیالات بلند ہو گئے ہیں۔

دیہات کی خاموش زندگی آپ کو پسند ہے مشکلات اور مصائب میں ثابت قدم رہنا آپ کا طرۂ اِمتیاز ہے۔

مضمون نگاری کا شوق کم سنی سے ہے، اَفسانے، اِصلاحی اور معاشرتی وغیرہ مضامین نہایت اچھے ہوتے ہیں، مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ دست کاری کا بھی شوق ہے، کئی اِنعامات مضمون نگاری اور دست کاری کی حاصل کی ہیں، دست کاری کے متعلق آپ کی ایک مستقل تصنیف "شمیم سوزن کاری" شائع ہوئی ہے، رسالہ عصمت کی خصوصی مضمون نگار ہیں، آپ کے مضامین کی تعداد کئی سو تک پہنچ چکی ہے اُن کی زبان صاف خیالات بلند اور طرزِ ادا دلچسپ ہوتا ہے۔ نمونہ نثر حسب ذیل ہے:۔

"جالی میں کشیدہ، آج سے سو برس پہلے حیدرآباد میں یہ فن عروج پر تھا۔ جب جرمن سے کارگے آنے لگے اُس کی

مانگ کم ہوگئی، اسی وجہ سے جاننے والے بھی کم ہوگئے، فی زمانہ بہت کم لڑکیاں اس فن سے واقف نظر آتی ہیں، اور اگر یہی حال ہماری غفلت کا رہا تو بہت ممکن ہے ہندوستان کی قدیم دستکاریوں کی طرح یہ بھی زمانہ کے ناقدردان ہاتھوں میں تباہ ہو جائے، اس لئے میرا خیال ہے کہ جلد ہی اس فن کے متعلق ایک علیحدہ کتاب مرتب کروں۔

جس طرح مشرقی پارچہ بافی اور سوزن کاری سے کسی خاص ارادے کا پتہ چلتا ہے، جیسے مورپر، کبوتر چشم، وغیرہ یہی حال کشیدہ کاری کا ہے، جو ذیل کے ناموں سے ظاہر ہو جائے گا۔

پان کی بیل معہ پھول، اکوڑے کی بیل معہ پھول، لنگور کی دم بیل معہ پھول[1]

"بچہ ہماری دنیا میں نہیں بلکہ دوسری دنیا میں رہتا ہے اسکی دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں وجود اور اہمیت رکھتی ہیں جو ہمارے نزدیک موہوم یا فضول ہیں، مجھے اپنے بچپن کی وہ تمیز لمحے اب بھی یاد آتے ہیں تو دل مسرور ہوتا ہے، جب ہم صابون کے پانی میں سوراخ دار تیلیاں ڈبو کر رنگین بلبلے بنایا کرتے تھے

---

[1] شمیم سوزن کاری - ۱۲

ممکن ہے، آپ کے نزدیک یہ ایک بیکار سا شغل ہو مگر بچہ کے لئے ان ہی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں دنیا کی دلفریبیاں پوشیدہ ہوتی ہیں، ایک بچہ کو ایک ردی کاغذ کا جہاز بنا کر دیجئے وہ گھنٹوں اس میں کھو جائے گا۔ لیکن کوئی مشغلہ ایسا نہیں جس میں بچہ بغیر رہبر کے خود ہی منہمک ہو جائے، جیسا کہ بعض مائیں چاہتی ہیں طرح طرح کی جدتوں سے بچہ کو اُس میں لگا کر کھیل ہی کھیل میں بہت کچھ سکھایا جا سکتا ہے[1]،،

(۱۶) انیسہ بیگم | انیسہ بیگم ہارون خان شروانی کا تذکرہ شاعری کے ضمن میں مفصل ہو چکا ہے۔ آپ ایک نثر نگار کی حیثیت سے بھی پیش کی جا سکتی ہیں، سیاست سے آپ کو خاصی دلچسپی ہے، سیاست حاضرہ پر آپ کے کئی مضامین اخبارات میں شائع ہوئے ہیں، اُن سے آپ کے اعلیٰ خیالات وسیع معلومات کا بخوبی پتہ چلتا ہے، نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

،، آج خاص حیدرآباد میں ہندو مسلم دونوں کا امن و امان رواداری و آشتی جان و مال و آبرو سب کچھ باہر والوں کی اس منظم سازش کی وجہ سے خطرے میں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ظاہر ہے مسلسل اشتعال انگیزی آخر کہاں تک

---

[1] رسالۂ عصمت - ۱۲

بے نتیجہ رہ سکتی ہے۔ اب صورت حال یہ ہوتی جا رہی ہے
کہ کھانے پینے کی اشیاء فروختنی میں زہر ملایا جا رہا ہے۔ بم
رکھے جاتے ہیں، بعض جلسوں اور پارٹیوں کا ہندو اصحاب
کی طرف سے بائیکاٹ کیا جاتا ہے، ہندو اگر کسی جگہ تقریب
پر جھنڈا نصب کرنا چاہیں تو مسلمان مزاحمت کر کے فساد
کرنا چاہتے ہیں، غرض ایک گروہ کی دوسرے گروہ پر ترچھی
نظریں پڑنی شروع ہو گئی ہیں'' (کانگریسی مسلمان بھائیوں
سے اپیل اخبار پیام ۲۶ خورداد ۳۸ھ)
"مسجد کے وسیع محرابی حصہ میں اس وقت نمازیوں کی
دو صفیں تھیں کئی خوانچہ فروش بھی معہ اپنے خوانچوں کے
نماز ادا کرنے کے لئے آئے، اور تقریباً تمام مصلیوں نے
جو مختلف قسم کی چھجہ دار ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے اپنی
ٹوپیوں کے چھجوں کو پیچھے کر لیا اور بعضوں نے جو ہیٹ
لگائے ہوئے تھے اپنی ہیٹ اتار دی جس کے نیچے
کپڑے کی ایک معمولی ٹوپی تھی، اس طرح ان لوگوں نے
جو اب تک شکل و صورت اور لباس کے اعتبار سے بالکل
یورپین نظر آ رہے تھے، اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر تسلیم
خم کیا اور نماز ادا کی، یہ سین خاص طور سے اثر آفرین تھا
یہ وہی ترک تھے جن کی بابت مشرق میں علی الاعلان

پروپگنڈا کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے معاذ اللہ من ذالک اِسلام سے روگردانی کر لی ہے۔"

(سفرنامہ یورپ حالات قسطنطنیہ)

(۱۷) **حفیظہ جمال بیگم** | عبدالرؤف صاحب دوم تعلقدار کی دختر اور برہان الدین حسین صاحب بی۔ اے۔ جی

مہتمم زراعت کی انیس زندگی ہیں حیدر آباد میں ۱۳۲۸ھ میں ولادت ہوئی، گھر پر تعلیم ہوئی، اپنے خداداد حافظہ اور شوق علم کی بدولت اچھی قابلیت پیدا کر لی۔

آپ کے بیسیوں مضامین مختلف رسالوں میں شائع ہو کر پسند کئے گئے ہیں، خیالات بلند اور معلومات وسیع ہیں، اسلوب بیان دلچسپ ہوتا ہے۔

قومی کاموں سے بڑی دلچسپی ہے، کئی انجمنوں کی سکریٹری ہیں اور اپنے مفوضہ فرائض کو نہایت خوش اسلوبی اور مستعدی سے انجام دیتی ہیں، نمونہ نثر حسب ذیل ہے:-

"کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے　　مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

حقیقت یہی ہے کہ جس کے اِحساسات مردہ ہوں، اُسے لطف زندگی کیونکر میسر ہو سکتا ہے، ہماری ہندوستانی لاوبالی زندگی نے بڑی حد تک ہمارے جذبات کو مردہ اور اِحساسات کو

مضمحل کر دیا ہے، ہم نہیں جانتے کہ دنیا میں کیا چیزیں قدرت
نے ہمارے لئے پیدا کی ہیں، اور ہمیں اُن سے کس طرح
بہرہ ور ہونا چاہیئے۔
ایک قدرتی مناظر کو لیجئے، مناظر کی خوشنمائی سے لطف
اندوز ہونا گویا اپنے مذاق حسن پسندی کو تسکین دینا ہے۔
اس سے نہ صرف طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے بلکہ روح
کو بھی سکون میسر آتا ہے، جو کسی اور چیز سے ممکن نہیں۔"
"دنیا کے ہر حصے میں برس کے بارہ مہینوں میں ایک زمانہ
ایسا ضرور آتا ہے جو اس ملک کا موسم بہار کہلایا جا سکتا ہے
ہمارے ملک میں برسات کا زمانہ موسمِ بہار کہلاتا ہے،
لیکن میرے خیال میں ہمارے ملک میں جاڑوں کے دن
دیہات والوں کے لئے موسم بہار سے کم نہیں، اس زمانہ میں
فصل ربیع و تابی کی کھیتیاں لہلہاتی نظر آتی ہیں، اور دیہاتیوں
کے موسمی تحفے بوٹ (چنے) گنے، بیر وغیرہ جوان کے لئے
نعمت ہوتے ہیں بہ افراط ہوں گے، اس زمانہ میں بڑے
اور بچوں کی خوشی کا عالم بیان نہیں کیا جا سکتا۔"
(سب رس مارچ ۱۹۴۰ء)

(۱۸) بیگم ڈاکٹر عبدالحق | رضیہ بیگم بھی منجملہ ان طالبات کے ہیں جن پر محبوبیہ گرلز ہائی اسکول کو ناز ہے

غلام احمد خان صاحب سابق صوبہ دار کی دختر اور ڈاکٹر عبد الحق پروفیسر عربی عثمانیہ کالج کی رفیق زندگی ہیں۔

انگریزی اور اردو ادبیات سے دلچسپی ہے، مختلف رسالوں حسن کار، تہذیب، عصمت وغیرہ رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ عبارت کا نمونہ حسب ذیل :۔

" یہاں پر زمانہ تاریخ سے قبل کی تصویروں سے لیکر اجنٹا کے نقش و نگار کی نقلیں اور تصویریں بھی ہیں، مغلیہ بادشاہوں کی تصویریں کپڑے پر رنگی ہوئی تھیں، کرشن جی کی ایک بڑی مورت ہے، جو مرمر میں تراشی گئی ہے، اس مورت کو زیور سے آراستہ کیا گیا ہے، ایک طویل عریض کپڑے پر مہا بھارت کی لڑائی کے مناظر رنگ برنگ کے کھینچے گئے ہیں، بدھ کی مختلف تصویر سنگ مرمر میں تراشی گئی ہیں۔

سیپی سے نہایت نزاکت کے ساتھ اشیا بنائی ہوئی رکھی ہیں، مہاراجہ اور مہارانی کے استعمال کردہ آلات سرود بھی اس جگہ رکھے گئے ہیں، سُنا ہے کہ ان دونوں کو باجوں کا بہت شوق ہے۔[1] "

---

[1] ٹری ونڈرم کی سیر رسالہ تہذیب ۱۹ مارچ ۱۹۳۸ء

(۱۹) بیگم فیض الدین | محبوبیہ گرلز ہائی اسکول سے جن خواتین نے امتیاز حاصل کیا ہے، اُن میں سے سکینہ بیگم، اور رضیہ بیگم کا تذکرہ ہو چکا ہے، بیگم فیض الدین صاحب صدر مہتمم تعلیمات بھی ان میں سے ایک ہیں، آپ ڈاکٹر میجر محمد اشرف کی دختر اور نواب وقار نواز جنگ جیسے صاحب علم و فن کی پوتی ہیں، اس لئے بچپن سے علمی ماحول میں زندگی بسر کی سینیر کیمبرج کے امتحان میں کامیاب حاصل کی ہے انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں کی مضمون نگار ہیں۔ نمونہ نثر حسب ذیل ہے:۔

"بہت روز ہوئے میں نے "ڈائری آف اِسے ٹرک" مولفہ خلیل احمدی انگریزی میں دیکھی تھی ۔ بے موصوف کا انداز بیان ظریفانہ اور نہایت دلچسپ ہے اونھوں نے اپنی اس کتاب میں ترکی شادی کا ذکر کیا ہے جو مجھے یاد ہے عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں:

شادی کی یہ رسمیں سلطان عبدالحمید کے زمانہ میں رائج تھیں، غالباً جدید ترکی میں دوسرے طریقہ پر شادی ہوتی ہوگی، جب لڑکی سیانی ہوتی ہے، پیام آنے شروع ہوتے ہیں، نسبت بذریعہ کسی عزیز کے ہوتی ہے، لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ بڑھیا عورتیں اِس کام کو انجام دیتی ہیں[1]۔"

---

[1] ترکی شادی عصمت اکتوبر ۱۹۲۶ء

(۲۰) رحمت بیگم | آپ کا تذکرہ اسیرؔ تخلص کے ساتھ نظم نگاروں میں ہو چکا ہے نثر نگاری کا بھی آپ کو شوق ہے، عبارت سلجھی ہوئی اور طرزِ تحریر دلچسپ ہوتی ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

"گلزارِ جنت کی دلکش و رنگین صباحتیں نظروں میں اداس تھیں، فواکہ گوناگون کے ذائقے کوئی لذت پیدا نہ کر سکے، سطحِ فلک کی قرمزی فضائیں روح نواز نہ ہو سکیں، شاداب پھولوں کی تعطر آلودگی، شام نوازی نہ کر سکتی تھی، نرگس میری چشم مخموری کی لرزشیں لیکر بھی نظراندازی نہ کر سکی، لالہ گوں سحر کی کیفیت فروش رنگینیاں میری دوشیزگی صبح کے عکس سے خالی تھیں، صہبائے عنبر باز کا رقص لطیف میری خرام ناز کی لطافتوں کو پہنچ نہ سکتا تھا، . . . . . .

میری تخلیق کے بعد، فطرت کی تمام رنگینیاں تبسم و رقصاں ہوگئیں میری مستی چشم کی کیف افزائیاں وسعت کائنات تسکر کی خرابیوں میں کھو گئیں"[1]

(۲۱) ف بیگم | ف بیگم آوا کا تذکرہ بھی نظم نگاروں میں آچکا ہے، تاریخی اور تحقیقی امور سے زیادہ دلچسپی ہے، تاریخی واقعات کو افسانوی رنگ دیا کرتی ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی نثر میں ایک

---

[1] شہاب بابتہ آذر ۴۵ھ ف۔

خاص دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے، پیام، رہبر دکن اخباروں کے علاوہ رسالہ شہاب وغیرہ میں آپ مضامین شائع ہوتے ہیں۔

"شاہ عباس کا یہ معمول تھا کہ وہ راتوں کو بھیس بدل کر سارے شہر میں گھوما کرتا، ایک رات گھومتے گھومتے وہ چند ایسے مکانات کے پاس پہنچا جو بہت خراب و خستہ حالت میں تھے، جب قریب گیا تو ایک مکان سے اسے بچوں کے رونے کی آواز آئی وہ رک گیا، بچے کہہ رہے تھے، اے اماں ہم بھوک سے مرے جا رہے ہیں"

ماں نے رو کر کہا خدا تمہاری ماں کو غارت کرے اس کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں کہ وہ تم کو کھانا کھلا سکے، رحمدل بادشاہ نے سنا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اس وقت وہ درویش کے لباس میں تھا۔ جب وہ مکان کے دروازہ کے سامنے آیا تو عورت تعظیماً کھڑی ہو گئی، بادشاہ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اس کو دی[۱]

(۲۲) صغرا سلطانہ | آپ مولوی کبیر احمد خاں صاحب سشن جج علاقہ پائیگاہ کی دختر اور عبدالسبحان صاحب کی شریک زندگی ہیں، صغرا بیگم کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی تعلیم خانگی طور سے ہوئی، اردو،

---

[۱] شہاب مہر ۱۳۴۷ف۔

اپنے غریب شوہر کے لئے دولت، مسکین اور مفلس خاوند کے لئے نعمت، افکار و آلام سے پریشان مرد کے لئے تسکین وہ مسرت، تلون مزاجون کے لئے استقامت، بزدلوں کے لئے ہمت، کمزوروں کے لئے قوت، نااہلوں کے لئے لیاقت اور بے اُصولوں کے لئے رہبر طریقت ہے۔

وہ ایک دیوی ہے پوجے جانے کے قابل، ایک ملکہ ہے جو حکومت کے لئے تخلیق کی گئی ہے، مگر محکوم پردۂ دنیا پر بھی بری ہے جس کے پر نہیں، اور جنت ارضی کی حور ہے، اپنے پرستار کے لئے!![1]

(۴۴) انور جہاں بیگم قریشی۔ آپ کرنل شیخ محمد بشیر صاحب قریشی کی دختر ہیں شیخ صاحب یو۔ پی کے باشندہ ہیں، مگر گزشتہ بیس سال سے حیدرآباد میں ملازمت کے باعث متوطن ہو گئے ہیں۔

انور جہاں بیگم کی پیدائش علی گڑھ میں ہوئی، اولاً گھر پر تعلیم ہوئی، مولوی سید احمد ہروی کے پاس قرآن شریف صرف سات کے سن میں ختم کرلیا، پھر حدیث اور تفسیر کی تعلیم ہوئی، گیارہ سال کے سن میں یہ تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا، اور اس کے بجائے اُمورخانہ داری میں عملی تجربہ حاصل

---

[1] رسالہ زیب النساء۔ ۱۲

کرنے لگیں۔ لیکن اِس عرصہ میں عربی اَدب، تاریخ اور تفسیر میں اچھی مہارت پیدا کرلی تھی۔

کچھ مدت کے بعد گھر پر انگریزی تعلیم کا اِنتظام ہوا، آپ نے بہت جلد ابتدائی تعلیم ختم کرلی اور اب محبوبیہ گرلز اسکول میں شریک ہوئیں اور یہاں سینیر کیمبرج تک تعلیم پائیں، ۱۹۳۸ء سینیر کیمبرج کا آخری سال تھا، مگر ناسازیِ مزاج اور صحت کی خرابی کے باعث جولائی ۱۹۳۸ء میں مدرسہ کو خیرباد کرنا پڑا۔ محبوبیہ گرلز اسکول میں چند سال میں آپ نے جو ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔

محبوبیہ گرلز اسکول کے تعلیم کے زمانہ میں ایک معلمہ کی ترغیب سے آپ نے مضمون نگاری کی ابتدا کی، اور اب ایک بہت اچھی مضمون نگار ہیں، رسالۂ شہاب، "سب رس" میں آپ کے مضمون جو مختلف موضوع پر ہوتے ہیں شائع ہوا کرتے ہیں یہ مضامین دلچسپ اور پُر از معلومات ہوتے ہیں، چونکہ اَنور جہاں بیگم نے مشرقی اور مغربی دونوں علوم کی تعلیم پائی ہے، اِس لئے مشرق اور مغرب کے خیالات سے بخوبی اِستفادہ کرتی ہیں، آپ کی نثر نگاری کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"نسیمہ (شمیمہ کو جھنجھوڑ کر) آپا جان، آپا جان اُٹھوگی بھی یا نہیں؟ کتنا دن چڑھ گیا چھٹی کا دن تو ہے نہیں جو بے فکری سے نو بجے تک سوتی رہوگی۔"

شمیمہ، اے ہے، سونے بھی دو، ابھی جلدی کیا ہے،

پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤں گی کیا بجا ہے؟
نسیمہ، پونے سات ہو گئے آپ کو ہوم ورک بھی تو کرنا ہے،
نماز تو روز ہی قضا ہوتی ہے۔
شمیمہ۔ ایں سات بج رہے ہیں! ہاں وہ مضمون بھی تو
لکھنا ہے کل تمام دن تو یوں ہی ضائع ہوا، چھٹی کا دن تو آنکھ
جھپکاتے گزر جاتا ہے۔
(شمیمہ پلنگ سے اٹھتے ہی نگار کو بلا کر کپڑے جلدی نکالنے
کی تاکید کرتی ہے، اور بڑی بی کو ناشتہ لانے کی اور خود
ضروریات سے فارغ ہو کر قضاء نماز کی نیت کرتی ہے۔
اختر، او ہو یہ کل دوپہر اٹھ گئیں! ابھی کیا جلدی تھی
موذن نے اذان بھی نہیں دی، اور یہ نماز پڑھ رہی ہیں
شاید امتحان قریب ہے، آخر اللہ میاں کو بھی تو راضی کرلیں[1]
"موجودہ روشن زمانہ سے کوئی ملک یا قوم ایسی نہیں جو
متاثر نہ ہو رہی ہو تعلیم کی روز افزوں ترقی نے سب میں
احساس بیداری پیدا کر دیا ہے، بنی نوع انسان کوشاں
ہیں کہ تہذیب و تمدن، علم و عمل کی منزل ارفع تک رسائی
حاصل کرلیں لیکن اس شاہ راہ ترقی پر اقوام مغرب اہل
مشرق سے بہت آگے نکل چکی ہیں اور سرعت سے آگے
بڑھتی چلی جا رہی ہیں، علم و عمل کے اس میدان میں اہل مغرب کا

---

[1] شہاب ۔۱۲

فرقہ ذکور ہی نہیں بلکہ فرقہ اناث بھی ہر قدم پر ساتھ چل رہا ہے"
خوش قسمتی سے ہمارے خواتین بھی اس ہنگامہ ترقی
سے متاثر ہو گئی ہیں اور خواب غفلت سے چونکتی جا رہی ہیں"
(نذر دکن)

(۴۵) معتصمہ بیگم | جمیل الرحمٰن صاحب ایم-اے- مدد گار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ کی دختر ہیں، بمقام لاہور جولائی ۱۹۱۷ء

میں پیدا ہوئیں، چھ ماہ کی عمر میں حیدر آباد آگئیں، اور یہیں تعلیم و تربیت
ہوئی، اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم گھر پر باپ کی نگرانی میں ہوئی،
موسیقی سے بھی دلچسپی ہے-
۱۹۳۳ء سے افسانہ نگاری میں مشغول ہیں، "عصمت" "نیرنگ
خیال" "ادبی دنیا" "زیب النساء" "سب رس" وغیرہ میں آپ کے افسانے
شائع ہوتے ہیں، افسانے طبع زاد اور ترجمہ دونوں پر مشتمل ہوتے ہیں،
"کسی کو کیا معلوم" "ناتجربہ کاریاں" "تکلیف دہ احسان" قابل
ذکر افسانے ہیں- نمونہ نثر حسب ذیل ہے:-

"ایک رات وہ سب لمپ کی دھندلی روشنی میں بیٹھے
کھانا کھا رہے تھے، نسیمہ کے قریب پانی کی صراحی رکھی
تھی، کیونکہ کھانے کے وقت سب کو پانی پلانا اس کا کام
تھا، چند دن سے حمیدہ کو یہ شکایت ہو گئی تھی کہ لمپ کی
مدھم روشنی میں اس سے کھانا نہیں کھایا جاتا- اس لئے

وہ لیمپ اپنے پاس رکھواتی تھی، دوسرے لوگ خاموشی سے
کھانے میں مشغول تھے، نسیمہ ایک دم چیخ مار کر کھڑی ہو گئی
اور اس کا دھکا لگ کر صراحی الٹ گئی، "کیا ہوا نسیمہ؟"
ہاشم نے گھبرا کر پوچھا، "ایک ٹڈا میری رکابی میں ۔ ۔ ۔"
نسیمہ کو میری طرح معمولی ٹڈے سے ڈر جانے پر ہنسی آ گئی
"کتنی عجیب لڑکی ہے" ہاشم نے مسکرا کر کہا۔[1]

(۴۶) راحت النساء بیگم۔ راحت النساء بیگم کا تذکرہ شاعرہ کی حیثیت سے ہو چکا ہے، آپ کو نثر سے بھی دلچسپی ہے،
آپ کی نثر ادبی حیثیت سے قابل ستائش ہوتی ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

"شاعر: آنکھیں بند کئے ہوئے اپنی دھن کا پکا، خیالات
کے دریا میں ڈوبا ہوا خودی میں بیخود، مست لایعقل، دنیا میں
رہکر دوسری دنیا کی سیر کرنے والا، کثرت میں وحدت، خلوت
میں جلوت، ظاہر میں باطن، باطن میں ظاہر کو دیکھ لیتا ہے
اس کے رہنے کا مقام عالم بالا سے بالا ہے، یہ خاموش
باتیں کرتا ہے، لیکن زبانِ قلم سے، جب اس کا تخیل یکسوئی
حاصل کرتا ہے تو اس کو تن من کی سدھ بدھ نہیں رہتی،
جب یہ اپنی سوچ میں بہہ جاتا ہے تو خدا جانے کہاں سے کہاں

---

[1] سب رس ستمبر ۱۹۳۸ء۔

نکل جاتا ہے۔ جب اُس کی قوت جاذبہ کو تحریک ہوتی ہے تو
ساری کائنات اُس کے دل میں کھنچ آتی ہے، خدا نے
اسے ایسی قوت عطا کی ہے کہ یہ آن واحد میں افلاک کو طے
کرکے وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں سوائے کشلہ شئی کے
کچھ نہیں۔ کیا یہ کوئی اولوالعزم پیغمبر یا نبی یا ولی ہے؟ نہیں
یہ ایک خاکسار خاک نشین خاک کا پتلا، اِنسان ہی تو ہے
جسے شاعر کہتے ہیں۔" (شاعر)

(۴۷) رقیعہ سلطانہ بیگم | رقیعہ سلطانہ بیگم کے والد سردار مرزا صاحب ہیں اور نگ آباد آپ کا وطن ہے، تعلیم یافتہ والدین
اور علمی ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی، آپ کے دو ماموں مرزا امتیاز علی
بیگ مفتوں اور ولایت علی بیگ ولایت اورنگ آباد کے مشہور
شعراء ہیں، اِس طرح ابتدا سے آپ کو علمی فضاء نصیب ہوئی، اورنگ آباد
ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہیں، مطالعہ کا شوق کم عمری سے ہے اِس لئے
معلومات وسیع ہیں، مضمون نگاری سے بہت دلچسپی ہے، شہاب اور
ناہید میں آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، تقریر سے بھی دلچسپی ہے
اورنگ آباد کے ہر علمی اور معاشرتی جلسہ میں آپ کی ضرور تقریر ہوتی ہے
اور عام و خاص میں پسند کی جاتی ہے۔
اداکاری سے بھی شغف ہے عمدہ اداکاری کے باعث انعامات
بھی حاصل کی ہیں، آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

"ہماری جنم بھومی میں سماج نے عورت کو جو حیثیت عطا کی ہے
وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں، اس لئے اس حقیقت کو
بے نقاب کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، کہ دیسی
رینی میں رنگی ہوئی عورت ایسا ذی روح وجود ہے، جس کو
کسی چڑیا گھر میں تماشہ اور معزز مہمانوں کی دعوت نظر اور
تفریح طبع کے لئے بند رکھا گیا ہو، یہ ایک ایسی چلتی پھرتی
مشین ہے جو یونان قدیم کی مفتوحہ قوم کے مفید افراد کی
طرح یونانی آقاؤں کے اشارے پر ہر اس عمل کے لئے
بے چون وچرا رضامند ہو جو اس کے آقا کو خوش کرے
اس کے دل کی گہرائیوں میں سے اٹھنے والے جذبات
اور احساسات کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ کتنی دکھ بھری
کتھا ہے کہ عورت کے احساسات زندہ رہنے کی خواہش
ہی میں مر جائیں اور کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔"

(۲۸) **خورشید بیگم** | آسد اللہ صاحب مرحوم بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ سابق مددگار ہوم سکریٹری کی دوسری دختر ہیں ۱۹۱۶ء میں
پیدا ہوئیں۔ اولاً محبوبیہ گرلز اسکول میں پھر کنیرڈ ہائی اسکول میں تعلیم
پائی۔ ایچ۔ ایس۔ ایل۔ سی کے امتحان میں اعلیٰ نمبرات حاصل کر کے تمغہ کی
مستحق ہوئی۔ اس کے بعد مدراس یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ اور بی۔ اے
کی ڈگری حاصل کی۔ محبوبیہ اسکول میں معلمہ ہیں۔

اُردو سے دلچسپی ہے بی۔ اے کے سال اول میں اُردو مضمون نگاری کے مقابلہ میں اِنعام بھی حاصل کیا ہے، مختلف رسالوں میں مضامین لکھا کرتی ہیں۔

سیف قلم

ایک لڑکی، میں ایک روز کرسی پر بیٹھی تھی سامنے میز پر قلم رکھا ہوا تھا کیا دیکھتی ہوں کہ آہستہ آہستہ قلم حرکت کر رہا ہے اور تھوڑی دیر میں میز پر کھڑا ہو کر یوں کہنے لگا۔

قلم۔ میں ادنیٰ چیز ہوں۔ ایک پتلا سا لکڑی کا ٹکڑا ہوں میرا قد زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کا ہوتا ہوں مگر غور سے سنو کہ میرے کتنے نام ہیں، پنسل، سلیٹ پنسل، کریانسل، سوئیز پنسل، پتی کا قلم، بروکا قلم، چاک پنسل، فونٹن پن وغیرہ کیسے کیسے پیارے نام ہیں، میری ظاہری صورت شکل کیسی ہی ہو اور میں دیکھنے میں حقیر ہی حقیر نظر آتا ہوں۔ مگر زبردست طاقت رکھتا ہوں۔ ساری دنیا پر حکومت کرتا ہوں خدائے تعالیٰ نے سب سے پہلے مجھے بنایا۔ میرا مقام عرش معلی پر ہے"

"ماہ صیام کے بابرکت دن میں روزہ دار خوش خوش شام کی انتظاری میں اذان کے منتظر باوضو۔ درود کا ورد لگائے کھڑے ہیں، دیندار خداپرستوں کے لئے کیا مبارک نظارہ اور کتنا پرکیف سین ہے۔

کیسے دلفریب دن ہیں جن کی عظمت وبرکت کے فضائل ومحاسن سب
دنوں سے بڑھے ہوئے ہیں، کیسے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے
رحمت الٰہی کی رحمتوں کو اپنے دامن میں جمع کر لیا ہو۔"

(۲۹) خدیجہ بیگم | خدیجہ بیگم، مسز نورالحسن (صدر مدرس دارالشفاء ہائی اسکول) ڈاکٹر سید احمد صاحب مرحوم کی دختر ہیں،
ڈاکٹر صاحب کی ہستی آج سے پندرہ بیس سال پہلے مشہور ومعروف
تھی، آپ حیدرآباد کے طبیہ کالج کے تعلیم یافتہ ڈاکٹر لاری کے شاگرد
تھے، عام وخاص میں آپ کی مسیحائی مشہور تھی، حیدرآباد کا بڑا حصہ آپ
سے رجوع ہوتا تھا، خدا نے دست شفا عطا کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب خوش اخلاقی
منکسر المزاجی، ہمدردی اور ایثار کا مکمل نمونہ تھے۔

خدیجہ بیگم کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی، زنانہ نامپلی ہائی اسکول
میں تعلیم ہوئی۔ لندن جاکر مانٹی سوری طریقہ تعلیم کو حاصل کیا، اور ماڈل
پرائمری اسکول میں معلمہ ہیں، اس مدرسہ کی معلمہ کے لئے جن اوصاف
کی ضرورت ہے، یعنی بچوں پر حقیقی ماں کی طرح نگرانی کرنا، ان کے
ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آنا، کھیل، کود، اور باتوں باتوں
میں تعلیم دینا، اس پر آپ بخوبی کاربند ہیں۔

اردو سے دلچسپی ہے، آپ کے تین ڈرامے یعنی نورجہاں"
دسرتھ اور گوتم" شائع ہو چکے ہیں، یہ ڈرامے چھوٹے بچوں کے لئے
لکھے گئے ہیں، اور بچوں ہی سے اسٹیج پر پیش کئے گئے ہیں خصوصیت سے

" نورجہاں" بہت مقبول ہوا، اور اس کی بڑی شہرت ہوئی ہے۔ ان کی زبان صاف، سلیس ہے، آپ سب سے پہلی خاتون ہیں جنھوں نے ڈرامے شائع کیئے ہیں، توقع ہے کہ آپ کا یہ شوق اور زیادہ ترقی کریگا۔ نمونہ حسب ذیل ہے:-

" مہرالنساء۔ میرے سرتاج آج کل آپ کچھ پریشان نظر آتے ہیں، آخر معاملہ کیا ہے۔

شیرافگن۔ کچھ نہیں سرکاری کاروبار میں لگا رہتا ہوں، لوگ دشمن ہو رہے ہیں، جہانگیر اب بادشاہ ہیں، اور قطب الدین اُن کو میرے خلاف بھڑکا رہا ہے۔

"مہرالنساء۔ (اُٹھ کر نزدیک آتی ہے) یہ آپ کا خیال ہے، کوئی آپ کا دشمن نہیں جہانگیر اس باپ کا بیٹا ہے، جس نے ہم کو یہ سب عزت دی ہے۔

شیرافگن۔ یہ سچ ہے لیکن اگر بادشاہ کے دل میں شک پیدا ہوگیا تو میری خیر نہیں۔

مہرالنساء (شیرافگن کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر) میرے باپ اور بھائی سب عہدوں پر ممتاز ہیں وہ آپ کی ضرور مدد کریں گے۔

شیرافگن (مہرالنساء کا ہاتھ جھٹک دیتا ہے) نہیں میں اپنی آپ مدد کرنے کا عادی ہوں (تلوار میان سے کھینچ کر) میرے بازوؤں میں کافی قوت ہے۔

مہرالنساء (گھبرا کر) یعنی ...... آپ بادشاہِ وقت سے بغاوت کرینگے

شیر افگن۔ سوائے مردانہ وار لڑنے کے کوئی چارہ نہیں۔"[1]

(۳۰) **زبیدہ بیگم یزدانی** | مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ کی دختر زبیدہ بیگم ہیں۔ اپریل ۱۷؍ ۱۹۱۷ء میں تولد ہوئی۔ ابتدا سے محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پائی۔ سینئر کیمبرج کے امتحان میں اعزاز کے ساتھ کامیاب ہوئی، امتحان میں خصوصیت سے آپ نے زبان فرانسیسی اور لاطینی کو اختیار کیا تھا۔ یہاں لاطینی زبان کو اختیاری زبان میں عورت تو عورت مرد کے لئے بھی دشوار رہے۔ پھر کامیابی کے ساتھ اعلیٰ اعزاز حاصل کرنا درحقیقت قابل تعریف امر ہے۔ اسی اعزاز کے ساتھ کامیابی کے باعث جبکہ آپ اکسفرڈ تعلیم کے لئے گئیں تو امتحان مقابلہ میں فوراً کامیاب ہوکر داخل کالج ہوگئی۔ اس وقت وہاں زیر تعلیم ہیں۔ زبیدہ بیگم کو اردو مضمون نویسی سے بھی خاص دلچسپی تھی چنانچہ اسکول کے میگزین میں اکثر مضامین لکھا کرتی تھیں۔ آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"جو شخص افلاس کی حالت میں اپنے اخلاق کو درست رکھے وہ ایک جوہر قابل ہے، بہت کم آدمی ایسے ہیں جو افلاس کی حالت میں اصلاح کرتے ہیں، اکثر آدمیوں کو افلاس کی وجہ سے خوشامد، ذلت پسندی جھوٹ چوری کی عادت پڑجاتی ہے

---

[1] نورجہاں صہ ۲۰ - ۱۲

آدمی خواہ متمول ہو یا مفلس اخلاق ہی سے ممیز ہوسکتا ہے کہ وہ بالذات شریف ہے یا رذیل۔ معزز ہے یا ذلیل اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو درحقیقت نہ دولت کوئی لائق عزت چیز ہے نہ افلاس باعث ذلت[1]"

(۳۱) زبیدہ بیگم | زبیدہ بیگم، سید ہاشم علی صاحب بی۔سی۔ایس رکن ہائیکورٹ کی دختر اور ضیاء الدین صاحب انصاری انجینیر کی شریک زندگی ہیں، سید ہاشم علی صاحب حیدرآباد کے جاگیردار اور امیر گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے اجداد سلطنت آصفیہ میں بڑے اعزاز اور مرتبہ رکھتے تھے۔

زبیدہ بیگم کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی، محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم ہوئی، سینیر کیمبرج کے امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

اردو سے دلچسپی ہے، اسکول کے میگزین میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے آپ رسالہ "سب رس" کی مضمون نگار ہیں "نذر دکن" میں بھی آپ کا مضمون شامل ہے۔

"معاشرتی حیثیت سے بھی ہماری حالت میں ایک انقلاب ہوگیا ہے۔ پہلے کی بہ نسبت رسم و رسومات کی پابندیاں بہت کم ہوگئی ہیں، مثلاً شادی بیاہ کے معاملے ہی کو لیجئے کہ پہلے شادیوں میں کتنی فضول

---

[1] محبوبیہ اسکول میگزین اکتوبر ۱۹۳۲ء

اور تکلیف دہ رسومات ہوتی تھیں، عقد کے ایک مہینہ پہلے سے شادی شروع ہوجاتی تھی، اور ایک مہینہ بعد جاکر کہیں ختم ہوتی تھی، مہمانی کرتے کرتے میزبان کا یہ حال ہوتا تھا کہ نہ رات کو نیند نہ دن کو چین، دس دس بارہ بارہ روز کے باسی ہوتے تھے[1]۔"

(۴۲) زبیدہ بیگم | غلام مصطفےٰ صاحب قریشی مرحوم ناظم بندوبست کی دختر اور پروفیسر سعید الدین کی شریک زندگی ہیں، نامپلی اسکول میں آپ کی تعلیم ہوئی۔ رسالہ سفینۂ نسواں میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں:

"جبکہ خدا کی تمام مخلوق نیند کی گہری گھاٹیوں میں پڑی سو رہی تھی، آہ معبود جانے، میں اس وقت کس خیال تھی، چاند کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی، اور ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، آہ! تمام دنیا بے خبر تھی، اور نیچر کے جذبات کا کچھ اندازہ نہیں لگا رہی تھی، چاند کی زرد اور مغموم روشنی پڑ رہی تھی، جس میں ہزار ہا جذبات پنہاں تھے اور اس میں ہلکا ہلکا درد محسوس ہو رہا تھا[2]۔"

(۴۳) زبیدہ بیگم | مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب سابق صدر عثمانیہ کالج کی بڑی دختر، اور مرزا محمود علی بیگ صاحب صدر مدرس چنچل گوڑہ ہائی اسکول کی شریک زندگی ہیں، آپ کی پیدائش حیدرآباد میں

---

[1] نذر دکن۔ [2] سفینۂ نسواں بابتہ مارچ ۱۹۳۲ء

ہوئی، ابتداء سے محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پائی۔ سینیر کیمبرج میں کامیاب ہیں، مضمون نگاری سے دلچسپی ہے، سب رس میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں، نمونہ حسب ذیل ہے :۔

"میں وہ گلی ہوں جہاں سے کسی زمانہ میں بے انتہا لوگ گذرا کرتے تھے، میں کبھی بادشاہوں کا استقبال کرنے کے لئے بے چین رہا کرتی تھی، آج بھی میں اسی جگہ واقع ہوں گر کوئی پوچھ کر بھی نہیں دیکھتا، کبھی کبھی لوگ سیر و تفریح کے لئے ادھر آ نکلتے ہیں تاکہ قطب شاہی بادشاہوں کی یادگار قلعہ گولکنڈہ کو دیکھیں، اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کہاں ہوں، میں حیدر آباد سے کوئی پانچ چھ میل پر واقع ہوں اور بلدہ کی سڑک جو یہاں سے گزرتی ہے مجھ سے مل کر عثمان ساگر کو چلی جاتی ہے اور میں قلعہ کی طرف مڑ جاتی ہوں۔ (گولکنڈہ کی ایک گلی)"[1]۔

(۳۴) زبیدہ بیگم مولوی حامد صبغتہ اللہ صاحب کی دختر ہیں، آپ جس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں وہ اپنے علمی خدمت گزاری کے باعث مشہور رہے، اگرچہ اس خاندان میں تعلیم نسوان کا رواج ہے، لیکن اس کے باوجود مدرسہ کی تعلیم کا دستور نہیں تھا، زبیدہ بیگم پہلی خاتون ہیں جنھوں نے مدرسہ میں تعلیم پائی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ نامپلی زنانہ اسکول میں

---

[1] سب رس مارچ ۱۹۳۸ء

طالبات کی جملہ تعداد ایک سو سے کم ہوا کرتی تھی۔[1]

زبیدہ بیگم کو مضمون نویسی سے دلچسپی تھی۔ نور جہاں، تاج، ترقی اور خادم سب رس میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔ عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"شہادت بھی ایک قسم کی قربانی ہے جو مذہبی یا ملکی امور کی حمایت میں ظاہر ہوتی ہے، دنیا کی تاریخ میں ایسی بہت سی شہادتیں موجود ہیں جو مذہب یا ملک و قوم کے لئے واقع ہوئی ہیں، لیکن شہادت حضرت جناب سیدالشہدا کی نظیر نہیں ملتی، آپ کی شہادت اپنی آپ نظیر ہے، جو اپنی خصوصیات کے باعث نہ صرف مذہب اسلام میں بلکہ دنیا بھر میں سب سے پہلی اور سب سے آخری شہادت ہے۔"[2]

"اب وہ زمانہ نہیں رہا جب عورت کی تعلیم کو غیر ضروری اور غیر مفید کہا جاتا تھا۔ اب ہر شخص تعلیم النسوان کا حامی اور موید نظر آتا ہے، بہت ہی کم ایسے اشخاص ہونگے جو اب بھی اس کو غیر ضروری خیال کرتے ہوں۔ مگر پھر بھی یہ مسئلہ قابل بحث ہے کہ ہمیں کیسی تعلیم دی جانی چاہیئے، یعنی ہمارا تعلیمی نصاب کیا ہونا چاہیئے اور ہم کو کتنی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔"[3]

---

[1] رسالہ ترقی ۱۳۴۲ھ [2] نور جہاں بابتہ جولائی ۱۹۲۶ء

(۳۵۱) مصطفائی بیگم | مصطفائی بیگم کا وطن حیدرآباد ہے، آپ کے بھائی مولوی مظہر اللہ صاحب سالار جنگ بہادر کے اسٹیٹ میں مہتمم تعمیرات تھے۔

مصطفائی بیگم کی تعلیم گھر پر ہوئی، اردو، فارسی، عربی کی اچھی قابلیت ہے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل کامیاب ہیں، پہلے تعلیم المتعلمات اور چیچل گوڑہ گرلز اسکول میں معلمہ تھیں اور اب خزانہ عامرہ میں لیڈی کلرک ہیں۔ اردو زبان سے دلچسپی ہے "تذکرۂ خاصان خدا" کے نام سے ایک فارسی کتاب کا اردو میں ترجمہ کرکے شائع کیا ہے۔ (۲۳۴) صفحات کی ضخیم کتاب ہے۔ ترجمہ صاف اور سلیس ہے، جس سے آپ کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

"آپ بات بہت کم کیا کرتے اور گوشۂ تنہائی و ذکر حق میں مشغول رہتے تھے، اور اس قدر روتے کہ پرنالے سے آنسو ٹپکتے اتفاقاً کسی شخص پہ وہ پانی گرا اس نے آواز دی کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟ ارشاد فرمایا کہ جلدی دھو ڈالو کیونکہ یہ پانی ایک گنہگار کی آنکھوں کا ہے غرضکہ آنجناب اہل درد اور صاحب ذوق تھے، خدائے تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے، جب کبھی خدا عزوجل کا ذکر کرتے یا سنتے فوراً بیہوش ہوجاتے تھے" [1]

---

[1] ذکر خواجہ حسن بصری ص۸ تذکرہ خاصان خدا۔ ۱۲

(۳۶۱) **لطیف النساء بیگم** | لطیف النساء بیگم کی والدہ "خفی" کا تذکرہ دورِ محبوبی میں ہو چکا ہے آپ کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی

تعلیم یافتہ والدین کے زیر سایۂ تعلیم اور تربیت ہوئی، کسی مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی، شاعری سے دلچسپی ہے عاجز تخلص کرتی ہیں، مضمون نویسی کا بھی شوق ہے۔

علمی کاموں اور قومی امور سے بڑی دلچسپی ہے شوق اور انہماک کے ساتھ اُن کو انجام دیتی ہیں، اپنے والد کے دیوان کو دوبارہ شائع کیا ہے اس پر ایک دیباچہ بھی لکھا ہے عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"چونکہ زمانۂ گزشتہ کے خلاف آج کل علم کا بہت چرچا ہے علم و ہنر، شعر و شاعری کا خاصہ ذوق ملک میں پیدا ہو گیا ہے اس لئے میں نے خیال کیا کہ اپنے والد کی ایک کتاب جو ملک میں کم یاب بلکہ نایاب ہے اس کو شائع کر دوں تاکہ اہل ملک کو اپنے قدیم شاعروں سے جو محبت پیدا ہو گئی ہے اس سلسلہ میں عنصر مرحوم سے بھی واقف ہو جائیں۔

اگرچہ حیدرآباد میں شاعری کا ذوق و شوق صدیوں سے ہے فارسی اور اُردو شاعری سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے۔ شاعروں کے تذکرے بھی لکھے گئے ہیں لیکن آج کل جو علم کی گرم بازاری ہے اور عام طور سے علمی ہل چل ہے وہ جامعہ عثمانیہ کے طفیل ہے۔" (دیباچہ خمخانۂ خواجہ)

(۳۷) سعیدہ بیگم | مسز غلام دستگیر، آپ کے والد احمد حسن صاحب مرحوم انگریزی فوج میں ہیڈ ماسٹر تھے، آپ کا خاندان ارکاٹ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت لطیف[1] ارکاٹی مشہور شاعر آپ کے خاندان میں گزرے ہیں۔

سعیدہ بیگم کی تعلیم بارہ سال کی عمر تک نہیں ہوئی، اس کے بعد آپ ہی کے شوق کے باعث اس کی ابتداء ہوئی، اولاً گھر پر تعلیم ہوئی پھر مدرسہ میں شریک ہوئی میٹرک تک تعلیم ہوئی اس کے بعد خانگی مجبوریات کے باعث تعلیم کو خیر باد کرنا پڑا۔

مضمون نگاری کا شوق عرصہ دراز سے ہے، رسالہ شہاب، اخبار پیام وغیرہ میں مس ایس احمد حسن کے نام سے آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، مضامین کا مجموعہ کتابی صورت میں شائع ہونے والا ہے۔

نمونۂ نثر حسب ذیل ہے:-

"اداس زندگی کو خوشی کی تلاش ہے، قیدی کو رہائی کی تلاش ہے میخوار کو دختر رز کی تلاش ہے جاں نثار پروانوں کو شمع کی تلاش ہے، سوگواروں کو سکون کی تلاش ہے طالب علم کو علم کی تلاش ہے، ظالم کو ظلم کی تلاش ہے، صنف ذکور کو صرف حسن ظاہر کی تلاش ہے، صنف نازک کو صرف

---

[1] لطیف کا ذکر مدراس میں اُردو میں کیا گیا ہے۔

مطمئن زندگی کی تلاش ہے؛
غرض ہر ایک سرگرم تلاش ہے، —— لیکن —— میں
اُس کی تلاش میں سرگرداں ہوں جس کو کسی طرح نہیں پا سکتی۔
دنیا یہ سنکر ایک طعن آمیز ہنسی ہنسی گی۔ کیا سفا ئقہ ہے، مجھ پر
ایک چھوٹا قہقہہ لگائے ...... مگر مجھے تو ہر معبا میں معبود
حقیقی کی تلاش ہے[1]"

(۳۸) زہرہ۔ | آپ کے اصلی نام سے ہم واقف نہیں ہیں، رسالہ "ناہید"
میں آپ کے اکثر اچھے مضامین شائع ہوتے ہیں، باتوں
باتوں میں کام کی باتیں کہہ جاتی ہیں، نمونہ حسب ذیل ہے :-

"اب وہ پڑھنے لگی نہ معلوم وہ کس کا ذکر تھا، مگر شہناز نے نازنین
کو صنف لطیف کے سارے فنون اور خوبیوں کا مالک بنایا،
اور اُن کی اعلیٰ طبیعت اور غیر معمولی ذہانت کے لئے ایسے
ایسے تعریفی جملے سنائے کہ ہم سب دنگ تھے۔ ہماری ہنسی
روکے نہ رکتی تھی، یہ بات اور بھی مضحکہ خیز تھی کہ حسن بھائی اُن
سب کو صحیح سمجھ رہے تھے، —— بے عقلی کی حد ہوگئی ——
اور شہناز بھی اِس طرح پڑھ رہی تھی کہ واقعی ایسا معلوم ہو رہا تھا
کہ بالکل سچ ہے، مگر وہ شرمندہ ضرور ہو رہے تھے، کیونکہ
سر جھکائے مسکرا رہے تھے۔

---

[1] اخبار پیام - ۱۲

شہناز کے پڑھنے کی رفتار ایسی تھی جو نہ معلوم کب ختم
ہوتی کہ اتنے میں ابا جان اندر آگئے، اور امی جان سے کچھ
باتیں کرنے لگے، شہناز خاموش ہوگئی اور حسن بھائی باہر چلے
گئے، ہم ایک دوسرے کو دیکھکر خوب ہنسنے لگے۔"

(۳۹) زہرہ بیگم | ڈاکٹر عبدالرب صاحب کی دختر زہرہ بیگم کا تذکرہ نظم نگاروں میں کردیا گیا ہے، آپ کو نثر نگاری سے بھی دلچسپی ہے، رسالہ عصمت وغیرہ میں مضامین لکھا کرتی ہیں۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

"دنیا میں ایسی سینکڑوں خوشیاں ہیں جو ہم کو ہر وقت حاصل
ہوتی رہتی ہیں، جس سے ہمارے دل کو صرف چند منٹ کیلئے
خوشی حاصل ہوجاتی ہے، اس کے بعد کچھ نہیں، ہم کبھی ایسی
خوشی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے جو روح کو بشاش
کردے، اور دل کو ابدی سرور حاصل ہو، دنیا میں سرخرو اور
نیک نام ہوں، خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو اور پیغمبر آخرالزماں
کی خوشنودی۔ یہ سب باتیں اعمال صالحہ اور عبادت کی ادائیگی
سے حاصل ہوتی ہیں۔" (رسالہ عصمت)

(۴۰) رضیہ بیگم | قاضی زین العابدین صاحب بی۔ سی۔ یس اول تعلقدار کی دختر، ناصر الدین صاحب فرزند رفعت یار جنگ مرحوم کی شریک زندگی ہیں، رضیہ بیگم کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی، خانگی طور پر گھر میں تعلیم ہوئی مضمون نگاری کا شوق ہے، سب رس میں مضمون

شائع ہوتے ہیں۔

"تالاب کے درمیان ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے، جو "مامن طیور" کہلاتا ہے، اس جگہ شام کے وقت اس قدر بگلے جمع ہوتے ہیں کہ تمام جزیرہ کے درخت ایسا معلوم ہوتا کہ گویا سفید پھولوں کے ہار پہنے کھڑے ہیں، مغرب کے وقت یہ سماں اور زیادہ نظر فریب ہو جاتا ہے، شفق کی دلفریب سرخی اپنا رنگ خاموش پانی کو مستعار دینے لگتی ہے تو کونسا دل ہوگا جس میں ہیجان بپا نہ ہو، ہماری نگاہیں ان مناظر کو احاطۂ نظر میں لینے کے لئے بے چینی سے اِدھر اُدھر دوڑتی تھیں، اور جوں جوں دن گزرتا ہماری وارفتگی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔"[1]

(۴۱) افسر النساء بیگم | آپ کا تذکرہ حافظہ تخلص کے ساتھ شعراء کے سلسلہ میں ہو چکا ہے مضمون نگاری کا بھی شوق ہے، اکثر رسالۂ عصمت میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں، تفصیلی حالات کی ہمیں اطلاع نہیں ہے نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

" پاتابے کا استعمال، ٹیڑھی مانگ کا نکالنا۔ ہاتھ میں دستی بیگ کا ہونا یہ سب تہذیب حاضرہ کی ایجاد سمجھی جاتی ہے، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب کہ میری نظر ایسی تصویروں پر پڑی جو غاروں میں وہاں موجود ہیں، اقسام اقسام کے پھول

---

[1] سب رس - ۱۲ -

طرح طرح کے نقش ونگار جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں، خدا
معلوم کتنی عرق ریزی سے تیار کئے گئے ہیں، پر خدا جانے
کس قسم کا مصالحہ ان پتھروں پر لیپ کر دیا گیا ہے کہ ہزارہا سال
گزرنے پر بھی وہ پتھر سے چمٹا ہوا ہے اور اسی پر یہ ساری
تصویریں بنائی گئی ہیں، لیکن اب امتداد زمانہ کی وجہ سے یہ
نایاب تصویریں مٹتی جارہی ہیں۔ مصالحہ پتھر سے جدا ہو کر کہیں
کہیں گرتا جارہا ہے۔ قبل مسیح کی بنی ہوئی ان عجوبہ روزگار تصویروں
میں بڑی ندرت یہ ہے کہ اس کے رنگ وروغن میں تازگی
اور رونق پائی جاتی ہے۔ اور حیرت ہوتی ہے کہ اس قدیم
زمانے میں ایسے نایاب نسخے کہاں سے دستیاب ہوئے
ہوں گے، زمانہ نے اس قدر ترقی کی مگر آج کل کے ماہر فن
اس نسخہ کو حل نہ کر سکے۔[1]

(۴۲) مس مہر اقبال | آنسہ مہر اقبال، اقبال علی صاحب کی دختر اور مرحوم قادر نواز جنگ کی نواسی ہیں علی گڑھ میں زیر تعلیم ہیں
رسالہ شہاب (ناہید) ہیں آپ کے مضمون اکثر شائع ہوتے ہیں، انگریزی
سے ترجمہ بھی خوب کرتی ہیں۔

"آسکر وائلڈ کی نظر اتنی بالغ، اس کا مطالعہ اس درجہ وسیع اور اس کا تجربہ

---

[1] اجنتہ کے غار، رسالہ عصمت بابتہ فبروری سنہ ۱۹۳۲ء

اس قدر زبردست تھا کہ اس نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، سلاست اور شستگی کے دریا بہا دئے، ذیل میں اس کے چند خیالات کا ترجمہ پیش ہے:-

"خلوص ہر حال میں برا ہے، جب تھوڑا ہے خطرناک اور زیادہ ہوجائے تو مہلک وقت کی پابندی، وقت کی چوری ہے، اگر ایچ خطرناک نہیں تو ایچ کہلانے کے لائق نہیں۔ ہماری سوسائٹی کو جرم سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا مجرم کو سزا دینے سے"۱

(۴۳) داور النساء بیگم | داور النساء بیگم کے والد سید حسین صاحب سابق منتظم سیاسیات ہیں، حیدر آباد میں پیدا ہوئیں، خانگی طور پر گھر میں تعلیم ہوئی، جو زیادہ تر مذہبی تعلیم پر مشتمل ہے مطالعہ کا شوق ہے جس کے باعث معلومات وسیع ہوگئے ہیں، شاعری اور مضمون نگاری سے دلچسپی ہے، رسالہ ناہید میں مسز باری داور کے نام سے آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، عبدالباری خان صاحب آپ کے شریک زندگی ہیں، نمونہ نثر حسب ذیل ہے:-

"باقر کی طبیعت ازل سے شکی واقع ہوئی تھی، برخلاف اس کے فریدہ نہایت بھولی بھالی، سیدھی سادھی، اس میں بلا کا الہڑپن تھا، جب سے دونوں کا بیاہ ہوا، باقر کو اس کی یہ چلبلاہٹ پسند نہ آتی، تھا تو پہلے ہی سے شکی بیوی سے

۱۔ ناہید ۔ ۱۲

بھی شاکی رہنے لگا، الگ الگ رہتا بہت کم گفتگو کرتا۔
بات بات پر اعتراض کرتا جا و بیجا جھڑکتا اُس کی غلطیوں کی ٹوہ
میں رہتا، اس کے کہیں آنے جانے کا روادار نہ تھا۔ اچھا
پہننے، اوڑھنے، رہنے سہنے بولنے کا دشمن ہو گیا[1]"

(۴۴) سلطانہ محمود | سلطانہ بیگم کا خاندان مدینہ منورہ سے تعلق رکھتا ہے
ان کے جد اعلیٰ سید محمدؐ خطیب مسجد نبوی تھے افضل الدولہ
آصفجاہ خامس کے زمانہ سے آپ کا خاندان یہاں متوطن ہے، سلطانہ
بیگم کے والد سید محمود مدنی سابق لکچرار انجینیرنگ کالج ہیں۔ سلطانہ بیگم کی
تعلیم خانگی طور سے ہوئی مضمون نگاری سے دلچسپی ہے، رسالہ عصمت
خاتون مشرق اور ناہید میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔

"ہمنشیں! یہ دنیا ایک دلدل کے مانند ہے، اور ہم اس میں بکھرے
ہوئے ہیں، قدم قدم پر ہم اس کیچڑ میں پھنستے جاتے ہیں، لیکن
حجاب ہستی جو ہماری آنکھوں کے روبرو حائل ہے، ہمیں اس
بدنما داغ کے دیکھنے سے محروم رکھتا ہے، ابر باران کی طرح جب
دنیا ہم پر کشادہ ہونے لگتی ہے تو یہ دلدل اور بھی پھیلتی ہے[2]"

(۴۵) اختر بیگم | مولوی محمدؐ احمد صاحب سابق ناظم ٹپہ کی دختر اور مولوی
رشید احمد صاحب مددگار ناظم کاغذ مہور کی شریک زندگی
ہیں۔ حیدرآباد میں پیدا ہوئیں نام پلی کے زنانہ مدرسہ میں تعلیم پائی، اردو سے

---

[1] ناہید۔ ۱۲
[2] ناہید۔ ۱۲

بڑی دلچسپی ہے، مضمون نگاری کا شوق ہے، عصمت اور سفینۂ نسوان
وغیرہ میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔

نمونہ حسب ذیل ہے:-

"تعلیم یافتہ بی بی یا لڑکی اپنی تعلیم کا مقصد صرف اتنا سمجھتی ہے
کہ انگریزی زبان خوب صاف بولے، اور اپنی گفتگو میں اگر
وہ اُردو میں کی جائے تو ہر جملہ میں انگریزی الفاظ کا استعمال
ضرور کرے، کچھ الفاظ اگر ہم انگریزی کے اُردو میں ملا کر نہ بولیں
تو کیا ہماری گفتگو مکمل نہ ہوگی یا مطلب ادا نہ ہو جائیگا، پھر
خواہ مخواہ ہم ایسی عجیب زبان کیوں بولیں جو نہ انگریزی ہو
اور نہ اُردو رہے"[1]

(۴۶) بدرالنساء بیگم | آپ آقا حیدر حسن صاحب کی شریک حیات
اور امیر حسن صاحب مرحوم سابق اول تعلقدار
کی نواسی تھیں، ادب اُردو کی اچھی قابلیت رکھتی تھیں، تذکرۂ جمیل میں آپ کا
دلچسپ پیش لفظ موجود ہے۔

"خیر اس کی توجیہہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ میاں کو جب کسی کا
مخلصانہ کام پسند آتا ہے، تو وہ اس شخص کو دوسروں کی مدد
سے بے نیاز کر دیتا ہے، رات دن اون کے دیباچے کی

---

[1] سفینۂ نسوان بابتہ مارچ ۱۹۳۲ء - ۱۲

ادھیڑپن میں رہتا ہوں، لیکن اُن کی محبت اور بات کی گراں سل میرے ارادوں کے پودے کو پھبکنے نہیں دیتی میری ذکاوت ٹہنیاں اس بوجھ تلے دبی ہوئیں ہیں، اور تخیل کی کونپلیں ٹکرا ٹکرا کے رہ جاتی ہیں کامیابی کا پھل لگے تو کیونکر لگے[1]"

(۴۷) **شریف النساء بیگم۔** شریف النساء بیگم کے متعلق ہم کو تفصیلی معلومات نہیں ہیں رسالہ سب رس کی مضمون نگار ہیں، ترجمہ وغیرہ اچھا کرتی ہیں:۔

"نارمنوں نے بہت جلد انگریزوں پر فتح حاصل کی اور انکے علاقے پر قابض ہوگئے تھے، دو تین صدی تک وہ قابض رہتے تو ممکن تھا کہ وہ انگریزی زبان پر بھی قابض ہو جاتے، اور اپنی زبان رائج کرتے، اور اگر ایسا ہوتا تو ہم اس زمانہ میں ایک قسم کی "نارمنی فرانسی" زبان میں گفتگو کرتے لیکن ایسا نہ ہوا۔"

(۴۸) **بیگم یوسف مرزا** آپ کرنل علی رضا صاحب کی دختر ہیں مضمون نویسی کا شوق ہے، محبوبیہ گرلز ہائی اسکول کے تعلیمی زمانہ میں مضمون نگاری کے باعث طلائی تمغہ بھی حاصل کیا تھا۔

---

[1] تذکرہ جمیل - ۱۲

۴۹) **عظمت النساء بیگم** | نواب رفعت یار جنگ ثانی (مرحوم) کی دختر اور نواب نصیر جنگ مرحوم کی بہو ہیں، مضمون

یسی سے دلچسپی تھی، رسالہ عصمت وغیرہ میں آپ کے مضامین شائع

وتے تھے، مگر افسوس نوجوان بیوگی کا آپ کو جو صدمہ ہوا ہے اسکی

جہ سے آپ کی یہ دلچسپی مفقود ہوگئی ہے۔

۵۰) **بیگم ابوالمنصور صاحب** (اورنگ آباد) | بھی قابلِ ذکر ہیں مختلف رسالوں

ں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔

دختران جامعہ عثمانیہ کی نثر نگاری اب ہم اُن نثر نگار خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں جو جامعہ عثمانیہ کی ڈگریاں حاصل کر چکی ہیں، یا ہنوز جامعہ سے استفادہ کر رہی ہیں۔

(۱) نوشابہ خاتون نوشابہ خاتون کا تذکرہ شاعری کے بیان میں ہو چکا ہے آپ کو نثر نگاری میں بھی پورا عبور حاصل ہے، اگرچہ نظم کی بہ نسبت نثر کی طرف کم توجہ ہے، لیکن جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ ادبی حیثیت سے قابل داد ہے، افسانہ نگاری میں بھی اچھا ملکہ حاصل ہے آپ کا طویل افسانہ "حور" آپ کا شہ کار قرار دیا جا سکتا ہے، نثر کے مضامین رسالہ النساء، سہیلی، عصمت وغیرہ میں شائع ہوئے ہیں، "انجمن خواتین دکن" کے جلسوں میں بھی مضامین سُنائے ہیں، نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

افسوس ہے ہم کو "حور" کا نمونہ دستیاب نہ ہو سکا۔

"خوش خلقی انسان کو ہر دل عزیز بنا دیتی ہے، خوش خلقی انسان کی باطنی نیک نیتی کی علامت ہے، جو بے لوث ہمدردی، اور قلب کی صداقت آمیز صفائی سے پیدا ہو جاتی ہے، خوش خلق انسان دوسروں کے احساسات اور جذبات کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے، وہ ہر ایسی بات سے احتراز کرتا ہے جو خواہ مخواہ کسی کی دل آزاری اور رنج پہنچانے کا باعث ہو، اخلاق کا امتحان گفتگو میں سب سے

زیادہ ہوتا ہے، خندہ پیشانی سے بات کرنا شیرین گفتاری کس قدر جلد دلوں کو تسخیر کر لیتی ہے، اور تیز گفتگو، ترش کلامی، درشت گوئی جلتی آگ پر تیل ڈالنے کا مصداق بن جاتی ہے۔"[1]

(۳) غوثیہ بیگم مسز سید جمال الدین ناظم باغ عامہ کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۳۰۷ف میں ہوئی، نامپلی زنانہ ہائی اسکول میں ابتداء سے تعلیم پائی جامعہ عثمانیہ سے انٹرمیڈیٹ کی کامیابی کے بعد سرکاری وظیفہ سے یورپ گئیں اور اطالیہ میں میڈم ڈاکٹر مانٹی سوری کے لکچر سننے اور تعلیمی اصول کا عملی تجربہ حاصل کر کے سند پائی اس کے بعد انگلستان، فرانس، جرمنی، سوئزرلینڈ وغیرہ کے مدارس میں عملی تجربہ حاصل کرنے کے علاوہ ہندوستان کے مدارس کا بھی تفصیلی معائنہ کیا ہے اور پھر آپ جاپان کے مدارس دیکھکر وسیع معلومات فراہم کئے ہیں، اس وقت صوبہ میدک کی مہتممہ مدارس ہیں۔ پہلے آپ ماڈل پرائمری اسکول کی صدر رہیں جہاں آپ بچوں پر حقیقی ماں کی طرح نگرانی کرتی رہتیں، انکے ساتھ شفقت اور مہربانی برتی، آپ کو اس امر کا کافی خیال ہے کہ بچوں کی بنیاد جس طرح قائم ہوگی آگے چل کر وہ اسی نہج پر پروان چڑھتے رہیں گے، چھوٹے بچوں کو ابتداء سے محنت مشقت کا عادی بنانا، مزاج میں ضد

---

[1] رسالہ النساء بابتہ ربیع الثانی ۱۳۴۱ھ۔

اور ہٹ پیدا نہ ہونے دینا، آپس میں محبت و اتفاق سے رہنا، کھیل کود میں تعلیم و تربیت دینا یہ سب اس مدرسہ کے اصول ہیں، جن پر آپ نہایت مستعدی سے کاربند تھیں۔ اب تو آپ کے تحت پورے ایک صوبہ کے مدارس ہیں، آپ نہایت محنت مستعدی سے اپنے مفوضہ کام کو انجام دیتی ہیں، عمدہ انتظام کا آپ کو پورا سلیقہ ہے۔

اُردو مضمون نگاری کا ابتدا سے شوق ہے، عموماً تربیت اطفال، پرورش اطفال وغیرہ کے موضوع پر خامہ فرسائی کرتی رہی ہیں، رسالہ عصمت النساء وغیرہ میں آپ کے مضامین شائع ہوئے ہیں، نمونہ نثر حسب ذیل ہے جو مدرسہ کی رپورٹ سے اخذ کیا گیا ہے۔

"قوت بینائی اور حافظہ کے لئے مختلف رنگوں کی تختیاں دیجاتی ہیں، جو ہر رنگ میں دو دو ہوتی ہیں، ابتداءً میں رنگ پہچان کر جوڑے جوڑے نکلوائے جاتے ہیں، جس کے ساتھ ساتھ رنگ کے نام بھی بتلائے جاتے ہیں اس کے بعد کھیل کے طور پر کچھ فاصلہ سے ہر رنگ کی ایک ایک تختی علیحدہ جمع دیجاتی ہے، پھر بچہ کو ایک رنگ کی تختی دکھا کر اس کا جوڑ دوسری طرف کی تختیوں سے منگوایا جاتا ہے، جب یہ اچھی طرح کر سکتے ہیں، یعنی رنگوں کی خوب پہچانت ہو جاتی ہے تو دوسرا ڈبہ دیا جاتا ہے۔ جس میں آٹھ خانے ہوتے ہیں اور اُن میں آٹھ رنگ کی

تختیاں ہوتی ہیں۔ ہر رنگ گہرے سے ذرا ذرا فرق کے
ساتھ ہلکا کر دیا جاتا ہے۔ بچہ اُن کی شناخت کر کے انہیں
ترتیب وار جماتا ہے۔"

(۳۱) محمدی بیگم | انتظام الدین حسن مرحوم کی دختر، قیصر بیگم والدہ،
شرف الحق مرحوم کی نواسی ہیں، شرف الحق مرحوم
شمس العلماء مولانا نذیر احمد مرحوم کے داماد تھے۔

محمدی بیگم کی ولادت حیدرآباد میں ہوئی، اولاً خانگی طور سے آپکی
تعلیم ہوئی، پھر نامپلی کے زنانہ مدرسہ میں شریک ہوئیں، یہاں چوتھی
جماعت سے تعلیم شروع ہوئی، ۱۳۴۱ف میں جامعہ عثمانیہ سے بی۔اے
کی ڈگری درجہ اول میں حاصل فرمائی، جامعہ میں آپ اول آئی تھیں،
مزید تعلیم کے لئے سرکار عالی نے وظیفہ عطا کیا۔ آپ یورپ گئیں اور
دو سال تک جامعہ آکسفورڈ میں انگریزی ادب کی تعلیم حاصل کرتی رہیں
انگریزی کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی آپ کو اچھی مہارت ہے۔
اُردو سے دلچسپی ہے، مولانا نذیر احمد مرحوم کی نسبت ہی آپکی
اُردو کی دلچسپی کی کافی ضامن ہو سکتی ہے، مضمون نگاری کا آپ کو
ابتداء سے شوق ہے، مگر اُن کو شائع کرنے سے اکثر پہلو تہی کرتی
ہیں، بریں ہم، تہذیب نسواں، عصمت، النساء، سفینہ نسواں وغیرہ
رسالوں میں آپ کے کئی دلچسپ مضامین شائع ہوئے ہیں، آپ کے
یورپ کے قیام کے زمانہ کے بعض خانگی خطوط جو آپ نے اپنی والدہ

نام لکھتے تھے، وہ رسالہ عصمت میں شائع ہوئے۔ یہ خطوط بھی سادگی اور تصنع سے پاک ہونے کے لحاظ سے ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں، آپ کی طرز تحریر اور اسلوب بیان کے متعلق جو خیالات نسیم ربانی صاحبہ نے، اسے نے ظاہر کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

"آپ کی تحریر میں روانی اور خیالات میں شگفتگی، اور برجستگی غضب کی ہوتی ہے، زبان پر انہیں بیحد قدرت اور عبور حاصل ہے اور اردو ایسی سلیس شستہ اور بامحاورہ لکھتی ہیں کہ پڑھ کر جی خوش ہو جائے۔" (نذر دکن)

اِن خیالات سے ہم کو بھی کامل اتفاق ہے درحقیقت آپ کی تحریر صفائی، دلچسپی، روانی اور شگفتگی وغیرہ کے لحاظ سے پسندیدہ ہوتی ہے۔

اُردو کی خدمت آپ اور ذریعہ سے بھی فرماتی ہیں چنانچہ کالج کے تعلیمی زمانہ میں ایک عرصہ تک آپ کالج میگزین کے حصہ اُردو و انگریزی کی اڈیٹری کے علاوہ اس کے چیف اڈیٹر بھی رہی ہیں، انجمن خواتین دکن کی عرصہ تک سکریٹری رہیں اور اَب انجمن ترقی تعلیم وتمدن کی سکریٹری ہیں، اور "انجمن حیات طیبہ" کی سرگرم معاون بھی، تقریر کا بھی آپ کو سلیقہ ہے، ایک اچھی مقررہ ہیں۔ آپ کی تحریر کے ایک دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

”تمام فضا میں ایک دل خوش کن سرور پھیلا ہوا تھا، ہوا کے فرحت بخش تیز جھونکے اپنی غیر معمولی تیزی کا صاف اعلان کر رہے تھے، اس وقت میرے خیالات کتاب کے صفحات پر سے خود بخود ہٹ گئے، اور مختلف پیچیدگیوں میں کھو گئے، میں نے سوچنا شروع کیا کہ ہوا آج غیر معمولی طور پر اتنی تیزی کا کیوں اعلان کر رہی ہے، شاید آج وہ تھکے ہوئے طالب علموں پر بہت مہربان ہے، اسے طالب علموں پر زیادہ مہربان ہونا چاہیئے، اس لئے کہ لڑکے عموماً جبراً پڑھتے ہیں، لیکن لڑکیاں باوجود مخالفین تعلیم کے حارج ہونے کے بھی تعلیم سے انتہائی شغف کا اظہار کرتی ہیں، غریب لڑکیاں! انکی تعلیم کا نصب العین کتنا بلند ہوتا ہے، وہ اپنی اخلاق و روحانی اصلاح کے لئے تعلیم حاصل کرتی ہیں[1]۔“

”دنیا میں وہ کون نادان انسان ہوگا، جو آزادی جیسے شریف اور پاکیزہ جذبہ کو برا کہے، قدیم سے لیکر اب تک جتنے بھی بڑے بڑے عالم، مدبر، سیاست دان، اور فلاسفر گزرے وہ سب آزادی کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، میں تو نہیں سمجھتی کہ کوئی بھی ذی عقل انسان ایسا ہوگا جو آزادی کو برا سمجھے، ہاں! آزادی کا مفہوم کچھ اور قرار دیکر اس کو

---

[1] تذکرۂ جمیل - ۱۲

برا سمجھیں تو اور بات ہے، یا افراط و تفریط کی رو سے اگر آزادی
سے ہم کو بد ظنی ہو تو یہ بھی اور چیز ہے، لیکن اس سے ہم آزادی
کو برا نہیں کہہ سکتے، جس طرح پانی کو جو سرچشمۂ حیات ہے، اگر کوئی
اپنی نادانی سے خود اس میں ڈوب مرے تو ہم برا نہیں کہہ سکتے
. . . . . پانی کے ایک شفاف بہتے ہوئے آبشار یا چشمہ
کی طرح جو گوناگوں باطنی اور ظاہری دل آویزیاں رکھتا ہے،
مختلف کھیتوں، میدانوں، مرغزاروں، اور کوہساروں کو
سیراب کرتا چلا جاتا ہے۔ فطرت کے سرمایہ میں اس کی وجہ سے
ایک دلکش اضافہ اور رونق ہے، کہیں اپنی راہ کو مختلف مقامات
میں طے کرنے کی وجہ سے اس کی تہ میں بعض خس و خاشاک کی
قسم کی ایسی چیزیں شامل ہو جاتی ہیں جن کو اگر غور سے دیکھا
جائے تو نظر آتی ہیں، مگر ان کی وجہ سے چشمہ کی روانی اور
دلفریبی و خوش نمائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ بالکل یہی حال
موجودہ دور کی ہر تحریک اور خصوصاً تحریک آزادی و ترقی کا ہے۔"
(حصول آزادی میں کیا ہم دوسروں کی تقلید کریں[1])

"آج موسم کچھ برا ہے، اور ہلکی ہلکی دھوپ نکلی ہوئی ہے
گو کہر بھی ساتھ ساتھ موجود ہے، اس سے تین چار دن پہلے

---

[1] رسالہ سفینہ نسواں بابتہ مارچ ۱۹۳۲ء۔

جب میں آئی تھی تو سارے گھر کے دھواں دھار تھا اور دم گھٹا
جاتا تھا۔ اور باوجودیکہ دن تھا اور روشنیاں جل رہی تھیں،
لیکن سفید سفید دھوئیں کی وجہ سے آٹھ دس قدم سے زیادہ
آگے کا راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس وجہ سے ریلیں بھی سب
لیٹ ہو رہی تھیں، آکسفورڈ سے لندن تک ریل کا سفر ہے
تو ایک گھنٹہ کا مگر اس میں زیادہ لطف نہیں آتا۔ البتہ موٹر کا
سفر بڑا دلچسپ ہے کبھی پہاڑوں میں سے گذرتی ہے کبھی
چھوٹے چھوٹے شہروں میں سے، آج کل خزاں کا موسم ہے،
جنگل کے جنگل بڑے بڑے درختوں کے عجیب سے ہو گئے
ہیں، پتے سوکھ کر گرنے سے پہلے گہرے زرد گہرے چمپئی،
سرخ ہو گئے ہیں، اور نیچے بھی زرد چمپئی اور سرخ پتوں کا
فرش بڑا خوبصورت معلوم ہوتا ہے، خصوصاً جب جنگل میں
سے بس گذرتی ہے تو بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے[1]"

(۴) جہاں بانو بیگم | آپ کے متعلق تفصیلی صراحت نظم نگاری کے بیان میں کی گئی ہے، شعر گوئی کے علاوہ نثر نگاری میں
بھی آپ کو کافی دستگاہ حاصل ہے، نظم کا نمونہ صفحات ماقبل میں گذر چکا ہے
یہاں نثر کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے، نثر کے نمونہ کے پیشتر نثر نگاری کے

---

[1] رسالہ عصمت مئی ۱۹۳۵ء

متعلق بھی چند امور کا اظہار ضروری ہے ۔ نثر نگاری کے مختلف شاخ آپ کی قلم کے جولانگاہ ہیں، افسانہ نگاری ادب لطیف، تنقید مضامین، علمی اور اخلاقی مضامین، خانہ داری اور معاشرتی مضامین کی تحریر میں آپ کو بڑی اچھی مہارت حاصل ہے، انگریزی سے ترجمہ کرنے میں بھی خاص ملکہ حاصل ہے، آپ ترجمہ کو اپنا لیا کرتی ہیں۔

رفتار خیال اور رموز خانہ داری اور آزاد تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں، اول الذکر میں افسانے اور ادب لطیف کے کئی مضامین جمع ہیں، اور ثانی الذکر رموز خانہ داری سے متعلق ہے۔ آزاد آپ کا وہ مقالہ ہے جو یم۔ اے کے امتحان میں آپ نے مولانا محمد حسین آزاد پر قلمبند فرمایا تھا۔ اس کو ادارہ ادبیات اردو نے اپنی جانب سے شائع کیا ہے۔ نذر ولی میں آپ کا دلچسپ مضمون "ولی کا فن شاعری" شامل ہے، اس کے متعلق مولانا سید سلیمان کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں۔

"یہ مضمون فنی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے بہتر ہے خصوصاً ادبی حیثیت سے بہت خوب ہے[1]" آپ رسالہ شہاب کے ابتداء سے اس کی خصوصی مضمون نگار ہیں، حیدرآباد کے دوسرے رسالوں کے علاوہ ہندوستان کے کئی بلند پایہ معیاری رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں، قلم برداشتہ فوراً لکھتی چلی جاتی ہیں کسی مضمون یا افسانہ کے لئے سوچنے

---

[1] معارف نومبر ۱۹۳۸ء ۔ ۱۲

اور تیار ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔
آپ کے خطوط بھی اپنی دلچسپی رنگینی اور لطافت کے لحاظ سے قابل تذکرہ ہیں، رسالہ شہاب میں مکتوبات جمیل کے تحت کئی خطوط شائع ہوئے ہیں۔ ان میں کبھی لطیف ظرافت کی جھلک بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہرحال آپ کی معلومات وسیع تخیل بلند اور طرز بیان دلکش و دلچسپ ہوتا ہے "نثر میں آپ شاعری نہیں بلکہ ساحری کرتی ہیں، خیالات میں آمد اور روانی غضب کی ہوتی ہے"۔
زبان کی شستگی، روانی صفائی، دلچسپی اور رنگینی آپ کی انشاء پردازی کے خاص جوہر ہیں۔ انجمن خواتین دکن کی سکریٹری کے فرائض بھی آپ نے انجام دیئے ہیں اور اس کے لکچروں میں کافی حصہ لیا ہے۔
تکمیل تعلیم کے لئے آپ انگلستان بھی گئی تھیں اور کئی ماہ تک لیڈز میں مقیم رہیں، مگر افسوس کہ وہاں کی سرد آب و ہوا نے آپ کو بیمار کر دیا۔ جس کے باعث واپس چلی آئیں۔
آپ کی نثر کا نمونہ پیش ہے:۔
"وہ تو آپے سے باہر ہیں، ——— ! پھول ——— تو پھولوں نہیں سماتے، انہیں کون منہ لگائے ——— غنچہ ——— تو ابھی بے زبان ہے ——— اس کے منہ سے دودھ کی بو بھی نہیں گئی ——— سبزہ ——— ؟ ارے وہ تو بیگانہ ——— اس سے پوچھوں بھی کیا ؟

اور مانا پوچھا بھی ـــــــــ تو اس سے جواب کی کیا اُمید۔ اس کیا پڑی ہے کہ وہ مجھ جیسی متجسس، متلاشی، خانہ بدوش ہستیوں سے کلام بھی کرے۔"

"اس نے تقریباً گھنٹہ بھر دیکھتے رہنے کے بعد ایک آہ سرد بھری، ایسی آہ کہ اگر آج کل کی آہوں میں کچھ اثر ہوتا تو اس کی اس دل دوز آہ سے سارا سنسار جلکر بھسم ہو جاتا، اس نے ایسا کچھ دیکھا کہ پھر اس کا دل نہ چاہا کہ دنیا میں پھر کسی اور چیز کو دیکھے، ایک ٹیس نے سارے جسم میں جھنکار ڈالدی، پیروں تلے سے زمین نکل گئی، اس کو تشنج کے دورے ہونے لگے پیشانی پسینے سے موتیوں کا مرصع تختہ بن گئی، آہ کیا دنیا سچ مچ اتنی غدار و بیوفا ہے، کیا اس کا کچھ بھروسہ نہ کرنا چاہیئے، لیکن کیا میری آنکھیں مجھے دھوکا دے رہی ہیں؟ ـــــــــ آبا نے مجھے ایک ناگہانی مسرت سے دوچار کرنے کی ٹھانی ہے، اچھا ہوا جو میں نے دیکھ لیا۔ ورنہ شادی مرگ کی نوبت پہونچتی۔ لیکن پھر وہ معاً اس خوش گوار تخیل اور اس پُر لطف تصور کو دل سے محو کر دیتی ہے۔"

"شعر میں لطیف جذبات ہوں، شعر حسن بیان کا مُرقع ہو تو

ؔ رفتارِ خیال۔ ۱۲

وہ صرف شعر ہی نہیں بلکہ سحر ہے، جادو ہے، طلسم ہے،
اور اگر اسی شعر میں واہیات، عامیانہ لچر خیالات ہوں صرف
صنائع کا انبار یا لشکر ہو تو محض ترافات ہے، جس طرح نقاش
کے لئے، رنگ اور روغن کے لئے ساز کی خوبی لازمی ہے،
اسی طرح شاعر کے لئے زبان اور سلوب مسالہ کا کام دیتے
ہیں، اور شاعر کی فن کاری انہیں پر منحصر ہے۔"

"اب ولی کے یہاں تشبیہ کے ہنگامے دیکھئے، ایسے
دور میں جب کہ گیسوئے اردو میں بلا کی الجھنیں پڑی تھیں
دست مشاطہ کو "اندیشہ ہائے دور دراز" نے پراگندہ
کر دیا تھا ایسے اشعار کا معرض وجود میں آنا معجزہ سے
کم نہ تھا۔"

"بڑے بڑے شعرا کا معراج کمال یہی ہے اور تھا۔
ان کے کلام میں اچھوتی تشبیہیں اور نئے نئے استعارے
پائے جاتے ہیں۔ ولی تشبیہات کا پیغمبر ہے اس نے تشبیہ
اور استعارے کی صنعتوں کو وہ فروغ دیا کہ متاخرین سخن
نے اسی شمع فروزاں سے اکتساب نور کیا ہے۔"[1]

(۵) لطیف النساء بیگم | لطیف النساء بیگم کا مفصل تذکرہ شاعری کے
ضمن میں آچکا ہے آپ کو نثر نگاری سے بھی

---

[1] نذر ولی - ۱۲۰

شغف ہے، تحریر میں پختگی اور متانت ہوتی ہے جو کہنہ مشقی کی دلیل ہے۔

نذرِ ولی میں آپ کا طویل دلچسپ مقالہ "ولی کا تخیل" شامل ہوا ہے جو اپنے گوناگون خصوصیات کے باعث ممتاز ہے بلکہ آپ کا شہ کار ہے اور اقبال پر "اقبال اور اُس کی شاعری" ایک محققانہ مضمون ہے۔

"من کی بپتا" آپ کی معاشرتی تصنیف ادارہ ادبیات اُردو کی جانب سے شائع ہوئی ہے، جو اپنے فن کی اچھی کتاب ہے۔ ایم اے کے امتحان میں آپ نے "اُردو شاعری میں تصوف" کے عنوان پر مقالہ قلمبند فرمایا تھا یہ مقالہ بھی دنیائے اُردو میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔

نمونہ حسب ذیل ہے:

"عراق عرب کا تپتا ریگستان، گرمی کا موسم، تیر کا مہینہ، چلچلاتی دھوپ، تین دن کی بھوک، سولہ پہر کی پیاس، لو کے تھپیڑے، ریگ گرم کی آندھیاں، خندق کی آگ، اسلحہ کا آگ کی طرح جلنا، اُمت محمدیؐ کا دشمن جان ہونا، مخدرات عصمت کی پریشانی اور اُن پر آنے والے مصائب کا خیال چھوٹے بچوں کا پیاس کے مارے جان بلب ہونا، نازوں کے پلوں کا بوند پانی کے لئے ترسنا (جن کی "العطش العطش" کی صدائیں امام مظلوم کے لئے خود ایک مستقل مصیبت تھی) غرض کوئی روح فرسا مصیبت ایسی نہ تھی جو کربلا میں فرزند

فاطمہ کے لئے موجود نہ ہو۔[۱]"

"ولی کے ہاں صرف دو مثنویاں ہیں اور وہ بھی مختصر سی، اسکی وجہ یہ ہے کہ جس طرح غزل اور تصوف دورِ انحطاط کی پیداوار ہیں اسی طرح مثنوی دورِ عروج واطمینان کا پھل ہے، چونکہ اُردو کے اس باکمال شاعر نے ایک ایسی فضا میں آنکھ کھولی جب کہ دکنیوں کے سکوں میں ہیجان وتموج برپا تھا۔ مغل بھاگ نگر کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تلے ہوئے تھے، اور بھاگ نگری اپنے وطن کے لئے مرمٹنے پر، پر تمام سرزمین دکن مغلوں کی یورشوں سے تہ وبالا ہوگئی تھی، ہوش سنبھالا تو نقشہ ہی دگرگوں تھا، الغرض اس دورِ بے اطمینانی کا خمیازہ ادب لطیف کو بھگتنا پڑا، یہی وجہ ہے کہ ولی کی مثنویاں بے رنگ ہیں، نہ ان میں پروازِ خیال پائی جاتی ہے، نہ معنی آفرینی، ہاں سلاستِ زبان اور ندرتِ خیال قابلِ تعریف ہے، منظر نگاری بھی کہیں کہیں اچھی ہے۔[۲]"

(۹) نجم النساء بیگم آپ کی ولادت حیدرآباد میں ۱۳۲۲ف میں ہوئی، نام پلی زنانہ ہائی اسکول کی ابتدائی جماعتوں سے تعلیم کا آغاز ہوا، جامعہ عثمانیہ سے بی۔اے کی کامیابی کے بعد سرکاری وظیفہ

---

[۱] رسالہ سب رس۔ مارچ ۱۹۳۸ء ص ۲۱۔ [۲] نذرِ ولی۔

سے یورپ بھیجی گئیں، اور وہاں سے ورزش جسمانی کی تعلیم پاکر واپس ہوئیں، نامپلی زنانہ ہائی اسکول میں ورزش جسمانی کی معلمہ ہیں۔

تعلیمی شوق کے مدنظر جامعہ عثمانیہ سے یم۔اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔ "نذر ولی" میں آپ کا دلچسپ اور پُر از معلومات مقالہ شامل ہے۔

نمونہ نثر حسب ذیل ہے:-

"ولی اورنگ آبادی کی زندگی کا بڑا حصہ گجرات کی ایک مشہور خانقاہ میں گزرا، اور وہیں انہوں نے دینی اور دنیوی تعلیم بھی حاصل کی تھی، وہ جس زمانہ میں پیدا ہوئے اس وقت تصوف کا نہایت زور و شور سے چرچا تھا، اور ہر طرف صوفیائے کرام کی قدر و منزلت تھی، چنانچہ ولی نے بھی شاہ نورالدین سے جو ایک صوفی کامل تھے، بیعت کی تھی، اور انہیں کے معتقد تھے، ان حالات کے پیش نظر ہوتے ہوئے یہ ممکن تھا کہ ولی کلام میں تصوف کی چاشنی نہ ہو، اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو ان کا پورا کلیات اسی رنگ میں ہے، ان کے اکثر و بیشتر اشعار میں تصوف اور خاص کر وحدت الوجود کے نظریہ کی شہادتیں موجود ہیں[1]"

(۷) تسنیم ربانی صبیحہ ضیا | ۱۳۴۸ف میں جن پانچ[2] خواتین نے پہلی مرتبہ جامعہ عثمانیہ سے یم۔اے میں کامیابی حاصل کی

---

[1] نذر ولی۔ صہ ۱۲۲

[2] پانچ طالبات یہ ہیں۔ لطیف النساء بیگم۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۶

اُن میں ایک تسنیم ربانی بھی ہیں، تسنیم ربانی صاحبہ، غلام ربانی صاحب پرنسپل چادرگھاٹ ہائی اسکول کی بڑی دختر ہیں، آپ کی پیدائش ابتدائی تعلیم وتربیت دہلی میں ہوئی، اس کے بعد جامعہ عثمانیہ سے بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی، رسالہ سب رس میں آپ کے کئی دلچسپ مضمون شائع ہوئے ہیں۔ آپ کے مضامین وسعت معلومات اور اسلوب بیان کی جدت ولطافت کے باعث ممتاز حیثیت رکھتے ہیں، ادبی حیثیت سے بھی قابل داد ہیں۔ ایم۔اے کے امتحان میں آپ نے ظفر کی شاعری پر ایک بلند پایہ اور دلچسپ مقالہ قلمبند فرمایا ہے، جو ہنوز شائع نہیں ہوا آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"اسی طرح زمانہ کی ناقدر شناسی نے ایک اہل کمال جوہر طبع کو خاطرخواہ طور پر کھلنے دینا تو کجا اپنی نافہمی سے الٹا ملیامیٹ کر دیا، مگر زمانے کی یہ ناقدری کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں اور نہ مومن سے کچھ مخصوص ہے، بلکہ یہ تو معمولی ہتھکنڈے ہیں جو "نیلی فام کے" اکثر اچھے شعرا پر بیتی ہے، نظیر جیسے آج اردو شاعری کا مصلح اعظم اور جدید رنگ کا اولین علمبردار کہا جاتا ہے، مدتوں سے اس کے کلام کو متبذل،

ملاحظہ ہو نوٹ صفحہ ۱۵۱۔ جہاں بانو بیگم، نعیم النسا بیگم، تسنیم ربانی صاحبہ، نجم النسا بیگم ان تماموں کا مضمون اردو تھا۔ ۱۲

عامیانہ، ہزل اور فحش سمجھ کر کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، ظفر کو جس کے صوفیانہ، سادہ، اور دلنشین اشعار اب اکثر اہل ذوق کے ورد زبان رہتے ہیں، شاعر سمجھنے میں بھی ایک زمانے میں لوگوں کو کلام تھا۔ یہی نہیں اس کا سرمایۂ شاعری تک لاوارثی چیز جان کر استاد کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے، غرض یہ ہوتی آتی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں[1]"

(۸) نعیم النساء بیگم | نعیم النساء بیگم جامعہ عثمانیہ سے یم۔ اے کامیاب ہوئی ہیں اور زنانہ مدرسہ فوقانیہ اندرون شہر کی معلمہ ہیں، آپ کا مقالہ مولانا شبلی کے حالات اور تصانیف پر لکھا گیا تھا۔ نذر ولی میں بھی آپ کا مضمون شامل ہے۔ آپ کی تحریر دلچسپ اور اسلوب بیان شگفتہ ہوتا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"ولی اردو شاعری کے مشہور اور قابل قدر علمبردار تھے، جن کی قادر الکلامی کا لوہا دور جدید کے شعراء و مصنفین بھی مانتے ہیں، ایک ایسے نامور شخص کا جس نے شاعری کے میدان میں اپنا کمال دکھا کر اہل ہند کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا۔ تیقن کے ساتھ نہ تو مولد معلوم ہے اور نہ سنہ ولادت

---

[1] سب رس جولائی ۱۹۳۸ء۔

——— ولی کو گجرات سے محبت ہی نہیں بلکہ عشق تھا۔ اور اُن کے جذبِ صادق کا اثر ان کو دوبارہ گجرات کھینچ لے گیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی دائمی خوابگاہ کے لئے اسی سرزمین کو پسند کیا اور وہیں دربار خاں کے گنبد کے سامنے دفن کئے گئے۔ .. ..

" ولی کے کلام کا مطالعہ کرنے سے اور ادب اردو کے مورخین کی محققانہ کاوش اور انتھک کوششوں کی بدولت آج ہمیں ان کی زبان اور شاعری کے متعلق بہت کچھ دلچسپ معلومات حاصل ہیں، ولی نے مختلف اصناف سخن مثلاً غزل، قصیدہ، رباعی، قطعات، ترجیع بند اور مستزاد وغیرہ میں طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے علاوہ مخمس اور مثنوی بھی نئی زمین میں نکالی ہے، اور ہر صنف میں اپنا زورِ کلام اور زورِ تخیل دکھایا ہے[1]۔"

(۹) **محبوب النساء بیگم** آپ مولوی اسد اللہ خان صاحب مرحوم بی۔ اے ایل ایل بی سابق مددگار معتمد عدالت و کوتوالی کی دختر اور محمد علی خاں صاحب ایم۔ اے لکچرار سٹی کالج کی شریک زندگی ہیں حیدرآباد میں ۱۹۱۲ء میں تولد ہوئیں اولاً محبوبیہ گرلز اسکول میں جونئر کیمبرج

---

[1] نذر ولی۔ ولی کی معلومات اور خصوصیات شاعری۔ ۱۲

تک تعلیم پائی پھر سکندرآباد کے کینز ہائی اسکول سے ایچ۔ یس۔ ایل۔ سی میں کامیاب ہوئی۔ انگلش میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں اول آکر انعام حاصل کیا۔

۱۹۳۴ء میں ویمن کرسچن کالج مدراس سے انٹرمیڈیٹ کامیاب ہوکر انعام کی مستحق قرار پائی اس کے علاوہ مدراس یونیورسٹی کے اردو مضمون نگاری کے مقابلہ میں اول آکر اس کا بھی انعام پایا دو سال بعد جامعہ عثمانیہ سے بی۔ یس۔ سی میں کامیاب ہوئیں، آپ پہلی خاتون ہیں جو اس شعبہ میں کامیاب ہوئی ہیں، جامعہ سے انعام اور کالج سے تمغہ ملا ہے، اسکے بعد یم۔ یس۔ سی میں کامیاب ہوئیں اردو سے دلچسپی ہے، مباحثہ اور تقریر وغیرہ کا بہت اچھا ملکہ حاصل ہے، عورتوں کے جلسوں میں ہمیشہ تقریر کرتی ہیں۔ نمونہ نثر حسب ذیل ہے:—

"آپ اس سے بخوبی واقف ہیں کہ زندگی کی بقا کے لئے روح کی ضرورت ہے، پھول کی خوبی و لطافت کے لئے اس کی رنگت اور خوشبو کی ضرورت ہے اسی طرح ہمارے ان جذبات و احساسات کی تکمیل کے لئے ایک خضر راہ کی ضرورت ہے ظاہر ہے کہ وہ خضر راہ ہمارے جذبات و احساسات کا اچھی طرح نباض ہوگا، جو اپنی اعلیٰ قابلیت سے ہماری کٹھن گھڑی میں نہ صرف رہبری و رہنمائی کرے گا بلکہ عملی طور پر ان ناروا الجھنوں اور سماج کے بے اصول

ہند ہنوں سے بچا کر ہمیں صحیح وسالم نکال لائے گا، اس لئے
معزز خواتین یہ نہ صرف میری بلکہ ہماری انجمن کی خواہش
ہی نہیں بلکہ انتہائی آرزو ہے کہ رفعت مآب شہزادی صاحبہ
دام اقبالہ بہ نفس نفیس خضر راہ شمع ہدایت سے ہماری رہنمائی
کریں تا کہ ہم اپنے درخشاں مستقبل کو بہ عجلت ممکنہ حاصل
کر سکیں۔"

(۱۰) افسر النساء بیگم | افسر النساء بیگم حیدر آباد کی رہنے والی ہیں اور جامعہ عثمانیہ سے بی۔ اے کامیاب ہوئی ہیں،
اردو سے بڑی دلچسپی ہے مختلف رسالوں میں آپ کے مضامین شائع
ہوتے ہیں جن سے آپ کی علمی قابلیت اور وسعت معلومات کا پتہ
چلتا ہے۔

" یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اردو میں مرثیہ نگاری
کی ابتداء دکن سے ہوئی اگرچہ کہ اس امر کا صحیح پتہ نہ لگ سکا
کہ دکھنی مرثیے پہلے کہاں لکھے گئے کیونکہ بیجاپور اور گولکنڈہ دونوں
سلطنتوں کے بانی شیعہ مذہب کے پیرو تھے، اور ان حکومتوں
میں ابتداء ہی سے مجالس عزا کا دستور پڑ گیا تھا۔ جہاں مرثیہ خوانی
بھی ہوتی تھی، بیجاپور میں علی عادل شاہ ثانی اور گولکنڈہ میں
سلطان عبداللہ قطب شاہ کے زمانہ میں خاص طور سے اس
طرف توجہ کی گئی۔ اور دکن میں مرثیہ گوئی کا عام رواج ہو گیا۔

بعض شعراء نے مرثیہ کے سوا، اور کسی صنف میں طبع آزمائی نہیں کی، اور اکثر شعراء نے کوئی نہ کوئی مرثیہ ضرور کہا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ دکن میں شیعہ سلطنتوں کے زوال کے ساتھ مرثیہ نگاری کو بھی زوال نہیں آیا بلکہ اس کا سلسلہ باقی تھا۔ لیکن بعد میں اسی صنف کو جو ترقی ایک فن کی حیثیت سے لکھنؤ میں حاصل ہوئی وہ دکن میں نہ ہوسکی[۱]۔"

(۱۱) احمد النساء بیگم ثریا جبین۔ آپ کا تذکرہ شاعری کے ذیل میں آچکا ہے، نثر نگاری پر بھی آپ کو پوری قدرت حاصل ہے، افسانوں، ڈراموں کا شغف نہیں ہے، بلکہ اصلاحی، مذہبی، تنقیدی، اور ادبی مضامین لکھا کرتی ہیں، لکھنؤ کے رسالہ حیاء کی خصوصی مضمون نگار رہیں، اس کے علاوہ ہندوستان اور دکن کے دوسرے رسالوں میں بھی آپ کے بلند پایہ اور پاکیزہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔ تراجم اور چھوٹے چھوٹے مقولے عقد ثریا، سلک ثریا کے نام سے اکثر رسالوں میں شائع کرتی ہیں، آپ کے مضامین کیا بلحاظ صفائی زبان اور کیا بلحاظ اسلوب بیان ہر آئینہ مستحق تعریف ہوتے ہیں۔

تقریر کا بھی ملکہ ہے، آپ کی تقریر دلچسپ اور پُر از معلومات ہوتی ہے۔ نمونہ نثر حسب ذیل ہے:۔

"ہماری مذہبی حالت یہ ہے کہ" مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب"

---

[۱] رسالہ سب رس۔ ۱۲۰

صرف اِس دور کے لئے کہا گیا ہے، ایک زمانہ تھا کہ بیچارے سرسید پر صرف تبدیلی لباس کے باعث چاروں طرف سے انگشت نمائی ہو رہی تھی، حالانکہ ہمارے مذہب کی رو سے یہ کوئی بُرا کام نہ تھا۔ لیکن آج کل جبکہ ہر چیز پر مغربیت چھا گئی اور ہم نے نہ صرف مغربی چیزوں کو پسند کر کے اختیار ہی کر لیا بلکہ جن چیزوں میں یہ چاشنی نہ ہو وہ ہمیں معیار سے گری نظر آتی ہے؛ —— اور ہم —— صرف اس کا ذکر بھی کرتے ہوئے ڈرتے ہیں! اللہ رے انقلاب زمانہ کا![۱]

"کتب خانہ گنجینۂ علم و ادب کا دوسرا نام ہے یہ وہ بحرِ ذخار ہے جس کی تھاہ میں غواص معارف گوہرِ مقصود حاصل کرتے ہیں یہ وہ چشمہ ہے جو تشنگانِ علم کو سیراب کرتا ہے؛ غرض یہی جگہ ہے جہاں ایک عالم آتش شوق بجھاتا ہے، بہ الفاظ دیگر کتب خانہ بے شمار کتابوں کے نادر الوجود مجموعہ کو کہتے ہیں ...... یہاں آکر طبیعت کو عجیب قسم کا سرور و لطف حاصل ہوتا ہے، آدمی تھوڑی دیر کے لئے تمام کلفتیں مصائب، رنج و غم فراموش کر بیٹھتا ہے، سب لوگ مطالعہ میں محو ہو جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے گویا ہم ایک علمی دنیا میں پہنچ گئے ہیں"[۲]

---

[۱] رسالہ حیات ۔ ۱۲   [۲] رسالہ حیات ۔

(۱۲۱) شہربانو بیگم | شہربانو بیگم نقوی کا ذکر شعراء کی تفصیل میں گزر چکا ہے آپ کو نثر نگاری سے بھی دلچسپی ہے، حیدرآباد کے رسالوں کے علاوہ ہندوستان کے رسالوں میں بھی مضامین شائع ہوتے ہیں، سیرت نگاری آپ کا خاص امتیاز ہے، غیظ و غضب، تشنگان دیدار زخم پنہاں، اسیر محبت، طویل جلاوطنی، وغیرہ خاص مضامین ہیں، آپ کے مضامین کی زبان صاف، اسلوب بیان پسندیدہ ہوتا ہے، نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"اس نے اپنے چھوٹے تاریک کمرہ میں بالکل تنہا زخم کی سوزش کی وجہ بے تابی سے ٹہلنا شروع کیا، دریچہ سے سمندر کی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی، ہر طرف سناٹا طاری تھا، اس کا دل اس وقت سکون چاہتا تھا، یہ اس کی آخری رات تھی، اور آئندہ رات تک زندہ رہنا نہ چاہتا تھا۔ مسلسل خون بہہ جانے سے اس کو کمزوری محسوس ہونے لگی، ہاتھ سوجھ گیا تھا اور زخم پر مریم کی دانتوں کا نشان صاف دکھائی دے رہا تھا" وہ حق پر تھی" اس نے کہا، اس نے زخم سے پٹی کھولی اور اس کے ساتھ خون اور زیادہ بہنے لگا "وہ حق پر تھی" اس نے مکرر کہا . . . .

میں اب یہ برداشت نہیں کرسکتی، میں نہیں ——
اس طرح —— محبت —— اور مہربانی —— سے خدا حافظ۔

ــ کہتے ہوئے اب نہیں دیکھ ـــــ سکتی، قصور میرا ـــــ
ہی ہے ـــــ مجھے مار ڈالو ـــــ مجھے جو جی چاہے ـــــ
سو کرو، وہ اس سے زیادہ اور نہ کہہ سکی، لیکن رونا ضبط
کرکے پھر یہ کہا، کیا ایسا ہو سکتا ہے، کہ تم مجھ سے پہلے محبت
کرنے لگیں؟ اس کے بعد وہ بیہوش ہوگئی ۔

۱۴) حفیظہ صدیق صاحبہ فریدہ | نظم نگاروں میں آپ کا تذکرہ ہو چکا ہے نثر کا نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، اخبار
یام اور رسالہ شہاب وغیرہ میں آپ کے مضامین اور ترجمے شائع
ہوتے رہیں:۔

"حریت کا دلدادہ، آزادی نسواں کا فریفتہ احمد، باوجود یورپ کے
معاشرت میں غرق ہونے کے یہ پسند کرتا نہ تھا کہ اس کی بیوی
غیر مردوں سے بلا تکلف ملا کرے، وہ چاہتا تھا کہ اُس کی
بیوی بنی رہے، سوسائٹی کے میل جول سے احمد کا ڈرائینگ
روم احباب کے قہقہوں کے لئے وقف رہنے لگا اور رقیہ
اس بزم کی انجمن آرا تھی، شائد کوئی وقت ایسا رہتا ہو کہ احمد
کو تنہائی میں اپنی مہ پارہ سے گفتگو کا موقع ملا ہو ......
رقیہ نے ایک باضابطہ پروگرام تیار کر لیا تھا، جس پر نہایت
پابندی سے عمل کرتی تھی، اسی اوقات میں احمد کے لئے
وقت مقرر کیا گیا تھا۔ ایک دن خلاف معمول احمد رقیہ سے

ملنے کے لئے، اسکے کمرہ میں جانا چاہا تو خادمہ نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ حضور بیگم صاحبہ اس وقت آرام فرما رہی ہیں، کسی اور کو اندر جانے کی اجازت نہیں[1]۔"

"یہ مسئلہ موجودہ تمدن کے اہل قلم کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے دنیا کے ہر قطعہ سے جمہوریت کی آواز بلند ہے، اور ہر شخص آزادی کا خواہاں نظر آتا ہے، ہندوستان کو بھی ڈیڑھ صدی کے بعد خواب غفلت سے چوکنا نصیب ہوا، اور وہ اب جمہوریت کے راستہ پر گام زن ہونے کی سعی بلیغ کر رہا ہے متمدن اقوام کا یہ عقیدہ ہے کہ جمہوریت ہی ایسی حکومت ہے جس میں انسان کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہو سکتی ہے، لیکن موجودہ جمہوریت کی بنیاد موجودہ آمریت کے ہاتھوں متزلزل ہوتی نظر آ رہی ہے[2]۔"

(۱۴) ممتاز جہاں بیگم | آپ مظفر الدین صاحب صوفی مرحوم نائب ناظم کوتوالی اضلاع کی دختر ہیں کلیۂ اناث سے انٹرمیڈیٹ کامیاب ہوئی ہیں، مضمون نگاری سے دلچسپی ہے، سب رس، شہاب وغیرہ رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں؛ نمونہ پیش ہے :-

---

[1] رسالہ شہاب بابتہ مارچ ۱۹۳۵ء [2] اخبار پیام ۱۰ر نومبر ۱۹۳۸ء۔

"بادشاہ کی ادنیٰ سی حرکت بھی ہمہ گیر اثر رکھتی ہے، عوام و خواص اُس کی رفتار و گفتار، نقل و حرکت کی تقلید باعث فخر سمجھتے ہیں، جس چیز سے بادشاہ کو دلچسپی ہوتی ہے عوام الناس کا اس میں دلچسپی لینا لازمی ہے، اُس کے ذوق و شوق کا رعایا آئینہ ہوتی ہے، زہے نصیب اس قوم کے جس کو عالم، فاضل، ہمدردی، سخی، علم پرور اور حوصلہ افزا بادشاہ ملے۔ . . . ہم یہاں دکن کے چند ایسے حکمرانوں کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے نہ صرف اپنی شاہانہ سرپرستیوں سے دکن میں علم کے دریا بہا دئیے بلکہ خود بھی علم و ہنر کے شایق، شعر و سخن کے دلدادہ تھے۔"[1]

(۱۵) لیاقت خانم

آپ کے دادا حکیم عنایت اللہ خان ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے وہ یہاں آکر متوطن ہو گئے، اُن کے فرزند یحییٰ خاں صاحب آبکاری میں مامور ہیں۔

لیاقت خانم کی پیدائش ۱۹۱۹ء میں ہوئی ابتدائی تعلیم مضافات کے زنانہ مدرسوں سے شروع ہوئی، کیونکہ آپ کے والد ملازمت کے لحاظ سے اضلاع پر ہی زیادہ قیام کرتے تھے، ابتدائی اردو تعلیم کے بعد کچھ فارسی بھی گھر پر پڑھی، چونکہ حکیم صاحب کو انگریزی تعلیم سے نفرت تھی اس لئے ایک زمانہ تک انگریزی سے ناواقف رہیں، اس کے بعد والد ہی کے پاس

---

[1] ۔ تذکرہ دکن۔ ۱۲

انگریزی کا آغاز کیا ایک عرصہ تک لیاقت خانم اس سے متنفر ہی رہیں آخر
جب دل لگ گیا تو بہت جلد کئی کتابیں ختم کرلی، چونکہ آپ کے خاندان میں
مدرسہ کی تعلیم معیوب خیال کی جاتی تھی اس لئے عرصہ تک تسلسل کے ساتھ
باقاعدہ تعلیم نہ ہو سکی، آخر آپ کے تعلیمی شوق نے والد کو مجبور کر دیا اور
نام پلی کے زنانہ مدرسہ میں شریک ہوگئی۔ وہاں بہت جلد تعلیمی ترقی ہونے
لگی چند ہی سال میں عثمانیہ میٹرک کا امتحان پاس کرلیا۔ اب انٹرمیڈیٹ
کے دوسرے سال میں زیر تعلیم ہیں۔

اُردو سے خاص دلچسپی ہے، اَدبِ لطیف اور مختصر افسانے
اچھے لکھا کرتی ہیں، شہاب وغیرہ میں مضامین شائع ہوتے ہیں، کلام کا
نمونہ حسب ذیل ہے :۔

" چاند ! اے جگمگاتے ہوئے خوبصورت چاند تو کس قدر
دلربا ہے تو کیسا دلفریب ہے ! تیرے منور چہرہ پر یہ داغ
تجھے ہرگز بدصورت نہیں بناتے، یہ تو تیرے حسن میں
اضافہ کرتے ہیں . . . . . . یہ تو تجھے اور دلکش
بناتے ہیں، . . . . . . یہ داغ ! یہ داغ تو تیرے
درخشاں رخساروں پر خال ہیں !
میں تجھ سے کتنی دور ہوں .... لیکن تو . . . .
تو مجھ سے قریب ہے، . . . . بہت قریب . . . . .
بالکل قریب . . . . تو ظاہر کو نہ دیکھ . . . . . . تو

اس مادی دوری کا خیال نہ کر ـــــ تو اس جسمانی بُعد پہ نہ جا ـــــ اگر میں تجھے اپنے ہاتھوں سے نہیں چھو سکتی تو کیا مضائقہ ہے، اگر میں تجھے فریم کر کے اپنے چھوٹے سے کمرہ کی زینت نہیں بنا سکتی تو کیا ہرج ہے ـــــ مجھے تجھ سے قربت حاصل ہے ـــــ روحانی قربت!"[1]

"رادھا فطرتاً شرمیلی تھی، وہ تنہائی پسند تھی، زیادہ آدمیوں میں بیٹھنے اوٹھنے سے اسے وحشت ہوتی تھی، اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ بچپن سے رادھا اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ تنہا رہنے کی عادی تھی، ہم عمروں میں کھیلنے کا اتفاق اُسے کم ہوا تھا، اس کا کھیلنا کودنا صرف باغ کی حد تک تھا، سارا دن پھولوں کی کیاریوں میں بسر ہوتا، بیر بہوٹیاں جمع کرنا، خوش رنگ تیتریوں کے پیچھے دوڑنا اور انہیں پکڑنے کی ناکام کوشش کرنا، اُس کا دلچسپ ترین مشغل تھا، اب جبکہ وہ بڑی ہوگئی تھی سوائے روپا کے لئے صبح کو پھول لیجانے کے کہیں نہ جاتی تھی"[2]

(۱۶) رضیہ بیگم | رضیہ بیگم کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی، علمی ماحول میں پرورش پائی، ابتدائی تعلیم اردو، فارسی اور

---

[1] لاج ونتی رسالہ شہاب بابتہ فروری ۱۹۴۰ء

انگریزی کی گھر پہ ہوئی ۱۹۳۷ء میں نام پلی ہائی اسکول میں میٹرک کے دوسرے سال میں شریک ہوئیں اور بعد کامیابی کالج میں شریک ہوئیں یف۔ یس۔ سی میں زیر تعلیم ہیں، اس طرح اگرچہ سائنس آپ کا مضمون ہے لیکن اردو سے خاص دلچسپی ہے۔ مختلف رسالوں میں آپ کے افسانے وغیرہ شائع ہوتے ہیں، آپ کے مضامین دلچسپ اور اسلوب بیان پسندیدہ ہوتا ہے مضامین میں لطافت اور رنگینی بھی پائی جاتی ہے۔ نمونہ پیش ہے:۔

"جب موسم بہار کا آفتاب بلند آسمان پر چمکنے لگتا، خوشنوا طائر بہار کے نئے گیت گاتے تتلیاں رقص کرنے لگتیں، ہر طرف رنگینی اور حسن کی فراوانی ہوتی، تو اس کا چھوٹا سا چمن بھی خوش رنگ پھولوں سے بھر جاتا۔ ہر شام وہ خوشی خوشی اکٹھا کرتی۔ اور اپنے چھوٹے سپید کتے کے ساتھ بازار کی طرف چلی جاتی وہاں پکار پکار کر اپنے پھول فروخت کرتی۔ اس کی طفلانہ شیریں آواز راہگیروں کو متاثر کرتی اور بہت جلد اس کے سارے پھول بک جاتے، اور وہ اسی طرح ہنستی کھیلتی ہوا میں اپنی خالی ٹوکری اچھالتی ہوئی واپس آجاتی۔ دن بھر وہ اپنے بوڑھے اندھے دادا کے ساتھ باغ میں کام کرتی رہتی، رات کو وہ ایسے پریوں کی کہانیاں سناتا اور وہ انہیں سنتے ہی سنتے سو جاتی۔

دنیا۔ زندگی ــــ موت ـــــ وہ ان سب سے ناواقف تھی
کئی بہاریں اس طرح گزر گئیں۔ اب اس نے پکار پکار کر پھول بیچنا
چھوڑ دیا تھا۔ اس کی آواز میں وہ شیرینی باقی نہ رہی تھی، اس کے
چہرے اور خط و خال میں کوئی ایسی بات تھی جو راہگیروں کو
اپنی طرف متوجہ کر سکتی۔ ہر ایک گلی میں جاتی۔ دکانوں کے
سامنے سڑکوں پر پھرتی رہتی لیکن کوئی بھی شوق سے
اس کے پھولوں کو نہ خریدتا کیونکہ ہر بہار میں وہ یکساں پھول
لاتی تھی، اس کے باغیچہ کا کوئی پھول نیا اور زیادہ حسین نہ ہوتا"

(۱۷) رابعہ بیگم رضیہ بیگم کی بہن رابعہ بیگم ہیں، باوجود کوشش آپکے حالات فراہم نہیں ہوئے، اس قدر ہم بیان کر سکتے
ہیں کہ آپ زنانہ کالج میں زیر تعلیم ہیں، اُردو سے خاص دلچسپی ہے،
"شہاب" میں آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، جن سے آپکی
ادبی قابلیت اور عمدہ مضمون نگاری کا ثبوت ملتا ہے۔

نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں سنسان سبزہ زار پر جسے
شام کی نرم و لطیف ہوائیں چھو چھو کر خنک کر چکی ہوتی ہیں
لیٹی ہوں، شفق کی زوال پذیر حکومت میں ایک ستارہ
نظر آتا ہے، گھٹتی ہوئی روشنی اور بڑھتی ہوئی تاریکی میں وہ
ایک نوجوان بیوہ کے آنسو کی مانند چمکتا ہے، اور مجھے اپنے

گرد و پیش سے بے خبر کر دیتا ہے، یا پھر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ موسم گرما میں رات کو سوتے سوتے میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ گرمی کے طویل گھنٹوں کے بعد رات کا پرسکون اور خنکی مائل سناٹا کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فطرت نہا دھو کر بال بکھیرے لیٹی ہے۔ بستر پر ٹھنڈے ٹھنڈے تکیوں کا لمس میری باہوں کو لطف پہنچاتا ہوتا ہے۔ چاند آسمان پر چمکتا ہے اس طرح کہ اس کی روشنی کی شفاف چادر میں کوئی سلوٹ کوئی شکن کہیں بھی نظر نہیں آتی ایسے وقت میں ——— ایسے خاموش سماں میں ——— میری رُوح میرے سینہ سے باہر آتی ہے اور فضا کے سناٹے میں تیرتی پھرتی ہے۔"

(شہاب ماہ مہر ۱۳۵۵ف)

(۱۸) حسینہ بیگم | محبوب النساء کی چھوٹی بہن ہیں ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم محبوبیہ اسکول میں ہوئی اس کے بعد نامپلی ہائی اسکول سے مدراس میٹرک کا امتحان دیا پھر کلیہ آرٹس میں شریک ہو کر ایف، ایس، سی میں کامیاب ہو کر وظیفہ کی مستحق قرار پائی اور پھر بی۔ ایس۔ سی میں کامیابی حاصل کی، گلبرگہ ہائی اسکول میں سائنس کی معلمہ ہیں۔

اُردو مضمون نگاری کا شوق ہے۔ نمونہ پیش ہے:۔

قدیم و جدید تعلیم پر مکالمہ

ایک خاتون: بہن سنا آپ نے آج کل تعلیم نسواں کے عام ہونے کا چرچہ تو ہر طرف ترقی کر رہا ہے اور دوسری طرف نئی تحریک ہو رہی ہے۔

دوسری۔ تعلیم نسوان کی ترقی کی پکار تو میں سن رہی تھی، مگر یہ نئی تحریک کیا ہے؟

پہلی۔ نئی تحریک یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ صنعت و حرفت و زراعت سکھائی جاتی ہے۔

دوسری۔ کیا عورتوں کو سکھائی جاتی ہے۔

پہلی۔ ہاں بہن عورتوں مردوں لڑکیوں لڑکوں سب کو سکھائی جائیگی۔

دوسری۔ افسوس، افسوس ہائے قسمت تعلیم نسوان کی ترقی نے عورتوں کی زندگی برباد کر دی اعلیٰ خاندان برباد ہو گئے جیسے جیسے ترقی ترقی کی پکار ہو رہی ہے ایسے ہی شریف اور دولتمند گھرانوں سے تعلیم مٹ رہی ہے، اب صنعت و حرفت نہ معلوم کیا کریگی، یہ سنکر تو میرے حواس اڑ گئے ہیں؟

پہلی۔ بہن اِس قدر پریشان ہونے کی کیا بات ہے،
آپ نے سمجھا نہیں یہ تعلیم کا قصور نہیں ہے "

(۱۹) سعیدالنساء بیگم | سعیدالنساء بیگم غوری خاندان سے ہیں، آپ کے والد احمد نواز خاں صاحب تعمیرات میں سپرنٹنڈنٹ تھے، اب وظیفہ پاتے ہیں، ان کے والد محمدؐ علی خان رسالدار میجر ناگپور میں انگریزی فوج میں مامور تھے، جو بعد وظیفہ حیدرآباد آکر متوطن ہو گئے تھے؛

سعیدالنساء کی پیدائش حیدرآباد میں ۱۹۱۹ء میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، اپنے خاندان میں صرف سعیدالنساء ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

گھر کی تعلیم کے بعد نامپلی اسکول میں شریک ہوئی اور اب کلیہ اناث کے بی۔ اے کی تعلیم پا رہی ہیں، درمیان میں عرصہ تک بوجہ بیماری مسلسل کئی ماہ تک تعلیم ملتوی رہی۔ مضمون نگاری کا شوق ہے، عصمت، شہاب وغیرہ رسائل میں آپ کے مضمون شائع ہوتے ہیں۔ نمونہ تحریر حسب ذیل ہے:

" میں جب کبھی ان کے مکان جاتی تو ضرور اُن کے تجربہ خانہ
میں بھی جاتی، اور اُن سے مختلف قسم کے سوالات کرتی اور
میرے ہر سوال پر اُن کا جواب " ہوں " میں نہیں کہہ سکتی
میرے لئے کتنا نفرت انگیز ہو رہا تھا، اور سچ تو یہ ہے کہ
میں ان کی اس مصروفیت سے تقریباً گھبرا گئی تھی، ان کی

ہئیت کذائی میرے لئے مضحکہ خیز ہو کر رہ گئی تھی مہینوں بیں نے دیکھا کہ وہ ایک ہی قمیص پہنے ہوئے ہیں، آنکھیں اندر کو گھس گئی تھیں جن پر وہ ایک موٹے شیشے کا چشمہ چڑھائے ہوئے تھے،

سوچتے سوچتے سر کے بال چٹ اور اس خالی چندیا پر ہاتھ پھیر کر میں اون سے اکثر سوالات کرتی تھی، کہ "چچا آخر آپ کیا کر رہے ہیں" اتنا سوچ سوچ کر اب کیا کرینگے" "آپ کو ان فضولیات سے اتنی دلچسپی آخر کیوں ہے؟" وغیرہ وغیرہ [1]

" دفعتاً کوئل کی کوک نے مجھے چونکا دیا، میں نے سمجھا مسرت ہی "کسی" کی یاد میں آنسو بہا رہی ہے، بے رحم باغبان کو یہ آواز بھی ناگوار ہوئی اس نے پتھر کے ٹکڑوں سے اس کی نوازش کی۔ ایک پتھر اس کے سینہ سے ٹکرایا، اور وہ تڑپ کر گر پڑی میں اس جان لیوا منظر سے کانپ گئی آہ! افسوس محبت تو جان لیوا ہے۔

مسرت تو یہاں بھی نہیں!
میرا دل گھبرانے لگا، اور میں دوستوں کے مجمع میں جا بیٹھی

---

[1] رسالہ شہاب بابتہ ماہ امرداد ۱۳۴۴ف

اُن کی مخلصانہ اور مزیدار گفتگو میں مجھے لطف آنے لگا، اور میں نے سمجھ لیا کہ دوستوں کی صحبت میں مسرت ہے" [1]

(۲۰) ریاست خانم | آپ لیاقت خانم کی چھوٹی بہن ہیں، حیدرآباد میں پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اور پھر مدرسہ میں شریک ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب اسکول میں شرکت کا وقت آیا تو آپ کے کل خاندان نے اس کی مخالفت کی جس کے باعث ایک عرصہ تک آپ اسکول کی شرکت سے محروم رہیں، والد کے وعدہ کے بھروسہ پر گھر میں تعلیم جاری رہی جب ایک عرصہ تک آپ کو مدرسہ میں شریک نہیں کیا گیا تو مجبوراً ایک مرتبہ بھوک ہڑتال ہی کردی آخری مرتبہ جب والد کا وعدہ پورا نہ ہوا تو آپ حیدرآباد سے گھر کے تمام سامان کو لیکر گلبرگہ میں والد کے پاس جا پہونچا۔ آپ کی اس ہمت جرات اور استقلال کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو مدرسہ میں شریک کیا گیا اور اب باقاعدہ تعلیم ہونے لگی، عثمانیہ میٹرک کی تعلیم کے بعد اب انٹرمیڈیٹ میں زیر تعلیم ہیں۔

مضمون نگاری اور موسیقی سے دلچسپی ہے، شہاب وغیرہ میں افسانے وغیرہ شائع ہوتے ہیں۔ نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"وہ بھی آگے بڑھتی مگر بہت جلدی ایک ڈانٹ کے ساتھ پیچھے ہٹ جاتی، سارے چمن میں ایک خوفناک سناٹا۔۔۔۔

---

[1] رسالہ شہاب بابتہ بہمن ۱۳۴۸ف

ایک بھیانک سکون طاری ہو جاتا، تمام پرند جو تھوڑی
دیر پہلے اپنی خوش الحانی سے ساری فضاؤں کو پر کیف
بنائے ہوئے تھے اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دیتے۔
جب یہ اپنی سیاہ بڑی بڑی آنکھوں کو اوپر اٹھاتی تو خوف
اور ڈر سے اس کی سفید پیشانی عرق آلود ہو جاتی، وہ بجائے
اُن دلکش پھولوں کے ایک کریہہ المنظر انسان کو جس کے جسم
کو آدھ گز کپڑے کے علاوہ لمبے لمبے سخت بالوں سے بھی
ڈھک رکھا تھا اپنے سامنے پاتی، کاندھے کے موٹے ڈنڈے
پر نظر پڑتے ہی اس کی روح سلب ہو جاتی"[1]

(۲۱) تصدق فاطمہ تصدق فاطمہ بیگم بنت غلام پنجتن صاحب کا تذکرہ
شاعری کے تفصیل میں ہو چکا ہے، آپ کو شاعری
کے ساتھ مضمون نگاری کا بھی شوق ہے اور بہت اچھا ذوق رکھتی
ہیں معلومات وسیع ہیں، تحریریں دلچسپی اور بیان میں لطافت ہوتی ہے
نمونہ حسب ذیل ہے:-

"جذبات کی دنیا میں وطنیت ایک ایسا جذبہ ہے جس
کے لئے صرف عمل ہی نہیں بلکہ ایثار لازمی ہے، اس
جذبہ کی پرورش پلنگ پر پڑے پڑے یا کرسی پر بیٹھے بیٹھے

---

[1] جو رسالہ رسالہ شہاب بابتہ آردی بہشت ۱۳۱۸ ف

وقت گذارنے سے نہیں ہوتی، خدا پرستی کی تکمیل ممکن ہے
کہ مسجد یا مندر میں بیٹھ کر نماز، دعاؤں، پوجا پاٹوں سے
ہوسکے، لیکن وطن پرستی کا جذبہ ہر لحظہ عمل اور ہر گام پر
قربانی چاہتا ہے، وطن پرستی اس کا نام نہیں کہ "پیارا وطن
ہمارا" بلند اور سُریلے راگوں میں گا کر خود کو خوش اور سننے
والوں کو مسرور کر دیا جائے، یا ان میں وقتیہ انتشاری
کیفیت پیدا کر دی جائے . . . . وطن کیا ہے
زمین کا ایک حصہ جہاں ہمارے باپ، ماں، چچا، دادا،
یا ہمارے اجداد پیدا ہوئے ہوں بچے سے بوڑھے
ہو کر جس خاک سے اُٹھے ہوں اس خاک میں مل جاتے
ہوں [1]"

(۲۲) ش، ز بیگم | زمانہ کالج میں آپ بھی زیرِ تعلیم ہیں، کبھی کبھی "بزم شہاب"
میں تشریف لاتی ہیں، دلچسپ اور پر لطف مضمون
لکھا کرتی ہیں۔ نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"شہاب کی بزم خواتین میں "کالج کی فضا" کے عنوان
سے ناہید کا مضمون پڑھا وہ تو پڑھنے پر معلوم ہوا کہ ناہید
کا ہے، میرے پڑھنے سے قبل ہی ہمارے "ادارے"
کی ساری طالبات میرے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ سنو! کوئی کہتا ہے

---

[1] نذر دکن۔ وطنیت۔ ۱۲

آداب عرض ہے، آپ ہی ہیں آپ ہی، مجھ بیچاری کو خبر تک نہیں کہ کیا ماجرہ ہے۔ دوسری کہتی ہیں۔ آہا ٹھیرئیے آپ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا، اِس چوٹی پر تو آپ ہی نے آیت پڑھی تھی۔ تیسری کہتی ہیں "چھپی رستم آپ ہی ہیں آپ ہی"۔ جی میں آیا تھا جواب دوں کہ یہ لکھنے والی رستم کہاں ہیں، یہ تو جہاں اور زماں ہیں، مگر افسوس کہ رتبہ کا خیال ایسا دامنگیر رہتا ہے کہ نفیس نفیس جملے زبان پر آکر پھر حلق کی طرف واپس چلے جاتے ہیں۔ یہ مضمون تو غضب کا ہے، شائد ہی کوئی لڑکی ایسی ہو جس نے اس کو نہ پڑھا ہو جو پڑھتے ہیں محظوظ ہوتے ہیں، جو ناہید کو جانتے ہیں وہ تو خیر باقی سب مجھ کو مبارکباد دیتی ہیں، اور ان تمام خوبیوں کا سہرا میرے سر باندھنے کے کوشاں ہیں، زبردستی دیکھو۔ کیا ممکن نہیں کہ خیالات میں توارد ہو جائیں"۔

(۲۳۱) خدیجہ بیگم | آپ کے والد میر موہن علی صاحب مرحوم ایک کامیاب وکیل تھے، خدیجہ بیگم کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی، زمانہ شیرخواری میں باپ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئیں۔ چونکہ ماموں کا گھرانہ تعلیم نسواں کا حامی تھا، اس لئے بچپن سے تعلیم کا آغاز ہوا، آپ میٹرک میں

---

[1] شہاب اسفندار ۱۳۴۸ف۔

زیر تعلیم ہیں، اپنے اسکول کے بزم ادب اور رسالہ ناہید میں مضمون لکھا کرتی ہیں آپ کے مضامین ناہید میں کے ثریا افندی کے نام سے شائع ہوتے ہیں، نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"آسمان پر ماہ تابان سریر آرائے سلطنت تھا۔ ننھے تارے ایک دوسرے سے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے، ہوا کے سرد جھوں کے اپنی ادائے مستانہ سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے، ندی کا صاف و شفاف پانی ایسا دکھائی دیرہا تھا گویا قدرت نے رُوپہری چادر بچھا رکھی ہے، ہرطرف زمردین فرش بچھا ہوا تھا۔ بہت دور تک ندی کی ریت موتیوں کے مانند چمک رہی تھی۔ درخت قدرت کی صناعیوں کے گیت گا گا کر جھوم رہے تھے۔ گاؤں کے بوڑھے ملاح نے اپنی شکستہ کشتی کو کنارہ لا کر ٹھہرا دیا اور خود گاؤں کی سمت تیزی سے قدم اُٹھا ہوا چلدیا۔" (ناہید)

۴۴۔ ذاکرہ بیگم | آپ مولوی فضل اللہ احمد صاحب بی۔اے مہتمم کشتی کتب خانہ کی دختر اور مولوی صفی الدین مرحوم کی پوتی ہیں، حیدر آباد میں پیدا ہوئیں، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی اسکے بعد اب عثمانیہ مدرسہ نسواں بلدہ میں زیر تعلیم ہیں،

آپ اس خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جو صدیوں سے علم کا

خدمت گزار رہا ہے خاندانی ماحول کے لحاظ سے بچپن سے آپ کو علم کا شوق رہا، مضمون نویسی میں اچھی مہارت ہے اپنے خاندان کی زنانہ انجمن کی جانب سے "مشیر نسواں" نام ماہوار رسالہ مرتب کرتی ہیں رسالۂ شہاب وغیرہ میں آپ کے مضمون شائع ہوتے ہیں، نذر دکن میں بھی آپ کا مضمون شریک ہے۔ نمونۂ مضمون حسب ذیل ہے۔

"جس طرح دنیا کی تاریخ لاکھوں پلٹے کھا چکی ہے، اسیطرح صنف نازک بھی دنیا میں رنگ بدلتی رہی، کبھی تو وہ سورج کی طرح درخشاں ہو کر چمکی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ زمانے نے اس کو ایک عضو مفلوج بنا کر ڈال دیا۔ قبل از اسلام ایک دور عورت پر ایسا بھی گزرا ہے جبکہ اس کا عدم اور وجود دونوں برابر تھے، مگر جب اسلام اپنی نورانی شعاعوں سے عالم کو منور کرتا ہے تو ہمارے پیارے رسول اسلام کی رو سے عورت کو بھی برابر کے حقوق عطا فرماتے ہیں، اور تاریخ عورت کے کارناموں سے بھری پڑی ہے، زمانہ بدلتا رہا جب ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا خاتمہ ہوگیا تو مرد بھی بحر جاہلیت میں غوطے کھانے لگے ایسے وقت میں غریب عورت کی کس کو پروا تھی، مگر خدا ئی کو بھلائی کرنا منظور تھا اس لئے سر سید احمد خاں جیسے شخص پیدا ہوئے،

انھوں نے ہندوستان کے مردوں کو تعلیم یافتہ
بنانے کا پکّا ارادہ کر لیا۔ اقسام کی تکلیفیں انھوں نے
برداشت کیں مگر جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کو انجام پر
پہونچا کر ہی رہے۔ مگر مسلمانوں کا نصف حصہ یعنی عورت
ابھی بیکار رہی تھی، نہ جانے کیوں سرسیّد نے اس جانب
توجہ نہ کی، اس وقت تک اس کا عدم و وجود برابر ہی تھا۔
بہتری کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔[1]

۲۵۔ صدیقہ بیگم | صدیقہ بیگم، غلام محی الدین صاحب کی دختر ہیں، ۱۳۳۱ف میں حیدرآباد میں تولد ہوئیں، اگرچہ
غیر علمی ماحول میں پرورش پائی لیکن آپ کو بچپن سے علم کا شوق رہا
چھ سال کی عمر میں ایک بڑے مجمع کے سامنے مہاراجہ بہادر کو ایک
نظم سنائی جس کے صلہ میں پچاس روپیہ کا انعام ملا، سات سال کی عمر
میں اسپیشل کا امتحان پاس کیا، اس وقت مدرسہ فوقانیہ نسوان
بلدہ میں زیر تعلیم ہیں، مضمون نگاری کا شوق ہے، "گولن کی لڑکی،
عالم تخیل، چوری، فاؤنٹن پن، صابرہ" وغیرہ آپ کے مضامین اور
افسانے علمی رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں، اداکاری میں بھی اچھا
ملکہ حاصل ہے، نمونہ حسب ذیل ہے:۔
"کیا تمہیں وہ دل فریب مناظر یاد ہیں جبکہ تم اور میں

[1] نذر دکن

نہر کے کنارے پانی میں پیر لٹکائے عظیم بیگ کے شوخ
مضامین دیکھتے، تم مجھکو کسی بات پر چھیڑ کر بھاگیں، اور
میں اُن کا بے سود اِنتقام لینے تمہارے پیچھے ایک
شکاری عقاب کی مانند جھپٹی، لیکن تم کسی اُونچے درخت
پر چڑھ جاتیں، اور میں یونہی دیکھتی رہ جاتی، اب بھی
جب ان ایام کا خیال آتا ہے دل مسوس کر رہ جاتی ہوں۔
آہ! مجھے وہ قیامت خیز گھڑی کبھی نہ بھولیگی
جبکہ تم مجھ سے پہلی بار جُدا ہوئیں، میں کس حیرت سے
تمہارے خوش نصیب صیاد کی طرف دیکھ رہی تھی گویا
میری آنکھیں زبانِ حال سے کہہ رہی تھیں اے ظالم
اِس خوش نوا پرند کو چھوڑ دے!"

۲۶۔ نجم السحر صاحبہ | آپ کے اصلی نام اور تفصیلی حالات سے ہم واقف نہیں ہیں، شہاب کے رسالہ سے معلوم
ہوتا ہے آپ نام پلی زنانہ ہائی اِسکول میں زیر تعلیم ہے "بزم نا ہید"
میں نجم السحر کی طرح آتی ہیں۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔
"گھٹا جھوم کر آئی اور برس کر کھل گئی، فلک نے آنسو
بہا کر دل کی بھڑاس نکال لی، اِس طرح جیسے ایک دکھی
کے دل پر چھائے ہوئے غمگین بادل کی خوفناک سیاہی
آنکھوں کی راہ برس کر کھل جائے، ابر کی سرمئی چادر

ہٹا کر سورج نے کائنات پر ایک نظر استعجاب ڈالی
اس کی زردی مائل پھیکی کرنیں جھلملا کر ہر شئی کی اداسی
کو بے نقاب کر رہی تھیں، اَب بھی ہلکی ہلکی پوہار پڑ رہی
تھی، ہوا کے جھونکے جب ان ننھی بوندوں میں سے
ہو کر گذرتے تو فقط ایک حسرت ناک آواز سے معمور
ہو جاتی ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی سسکیاں بھر رہا ہے،
پھول پتے قطرات اشک کو ایک دامن راز داں کی طرح
اپنی پناہ میں لئے کھڑے تھے، لیکن ہوائیں ان
موتیوں کو زبردستی ان سے چھین چھین کر سپرد
خاک کر رہی تھیں۔ اسی کشمکش میں ٹہنیاں پژمردہ
اور پھول پنکھڑیاں سبزہ پر لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں۔
ندی خرام ناز سے سنگ و خشت کو پامال کرتی اور زمین
کے دل میں ناسور ڈالتی بڑھی جاتی تھی[1]"

۲۷۔ کہکشاں بزم شہاب، یا ناہید میں کہکشاں بنکر چمکتی ہیں، آپ کو اپنے اصلی نام اور حالات کو پوشیدہ رکھنے پر اصرار ہے اگرچہ ہنوز ہائی اسکول میں زیر تعلیم ہیں مگر خوب لکھنے کی عادت ہے مضمون دلچسپی اور دلکشی کے باعث درخشاں ہوتا ہے بزم کہکشاں کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون نہایت دلچسپ ہے اس کا

---

[1] شہاب آبان ۱۳۴۸ف

اقتباس بطور نمونہ پیش ہے۔

"بہت شریر تھے، مگر زندگی کی تلخ کامیوں نے سنجیدہ
کر دیا ہے پُرنم آنکھوں میں بیتے ہوئے دلوں کا عمیق
راز جھلکتا رہتا ہے، دنیا سے بہت خائف ہیں، کہتے
ہیں کہ جب قدرت نے میرے نوشتۂ تقدیر سے لفظ
مسرت کو نکال دیا ہے تو میں نے بھی اپنی لغت سے
لفظ "محبت" کو دُور کر دیا ہے، خاموشی کے ساز کو
ہچکیوں کے مضراب سے چھیڑتے ہیں جب تھک جاتے
ہیں تو پریشان نظروں کو فضاء میں بھٹکاتے ہوئے
ایک شعر پڑھ کر ؎

نشیمن پھونکنے والے ہماری زندگی یہ ہے کبھی روئے کبھی سجدے کیئے خاک نشیمن پر

اسی میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ اُن کے ٹوٹے ہوئے دل کی
مکمل داستان ہے پڑھتے ہیں اور اس انداز سے پڑھتے
ہیں کہ سننے والا بے چین ہو جاتا ہے[۱]"

۲۸۔ احمدی بیگم (شاہین)

احمدی بیگم کے والد عبدالسلام صاحب مہتمم تعلیمات ہیں، اور آپ کے نانا مولوی محمد تاج الدین صاحب ورنگل میں کامیاب وکیل ہیں، احمدی بیگم کی پیدائش ورنگل میں ہوئی نام پلی ہائی اسکول سے آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا

[۱] شہاب (ناہید) بابتہ فبروری ۱۹۴۰ء

میٹرک کامیاب ہیں اور خانگی طور سے ایف، اے کی تیاری میں مصروف ہیں، اُردو کا اچھا ذوق ہے مضامین نگاری سے دلچسپی ہے، شہاب (ناہید) میں ثنائیں کے نام سے آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، طرزِ انشاء لطیف ظرافت کا پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے نمونہ حسبِ ذیل ہے:

"آپ پہلے" "ارے نہیں آپ پہلے" "آپ لیجئے نا"
اور" شاید آپ یوں ہی بیٹھی رہیں گی" کی آوازیں چلی آرہی تھیں۔ دیکھو کیسی عجیب بات ہے!! نسیمہ کی جان آفت میں تھی، زیادہ اِصرار کرتی تو قواعد رسمیہ کے خلاف ہوتا۔ اور اگر نہ کہتی تو بلا مُبالغہ سب کا سب یونہی اُٹھ جاتا۔ یہ بھی ایک بُری عادت ہم لوگوں کی فطرتِ ثانی بن گئی ہے، میزبان کو کتنی تکلیف پہنچتی ہے۔ اس سے! لیکن خیال کرنے والا کون ہے بھئی آخر نزاکت کی وجہ۔ اِنسان کو خدا نے بنایا ہے تو کھانا پینا لازمہ حیات ہے۔ کوئی ہوا پر جینے سے تو رہا۔[1]

تبصرہ دورِ حاضرہ کی نثر کا نمونہ بھی گزر چکا ہے، جو نمونے پیش کئے گئے ہیں اُن سے اِس اَمر کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہماری خواتین کی نثر نگاری کا کیا اُسلوب ہے، اور بلحاظ نثر ان کا کیا درجہ ہوسکتا ہے۔

---

[1] ناہید۔

نثر کے بیسیوں اقسام ہو سکتے ہیں اور مختلف نوعیت میں ان کو تقسیم کیا جا سکتا ہے، اگر نثر میں تاریخ لکھی جا سکتی ہے، تو پھر نثر میں فلسفہ بھی لکھا جا سکتا ہے، نثر کے ذریعہ تصوف کے مضامین سمجھائے جا سکتے ہیں تو پھر اسی نثر میں سائنس کے تجربے بیان کئے جا سکتے ہیں ان کے قطع نظر خصوصیت سے ادبیات کے بساط پر نثر کے جو جواہرات چنے جا سکتے ہیں ان کی تقسیم ناول، مختصر افسانے، افسانے ڈرامے، خطوط ادب لطیف وغیرہ سے کی جا سکتی ہے، اور پھر ایک دوسری نوعیت طربیہ، حزنیہ نگاری وغیرہ کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

بہر حال ان تمام اقسام پر مورخ ادب اردو کو اگر کچھ لکھنا مقصود ہو تو ہماری کتاب ایک اچھے رہبر کا کام دے سکتی ہے۔ ہماری کتاب سے اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ خواتین دکن کی نثر کا کیا وزن قرار دیا جائے۔

جہاں ہم نے کہنہ مشق اور قابل خواتین کے نمونے پیش کئے ہیں وہاں نو مشق خواتین کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے تا کہ اگر ایک طرف کہنہ مشق اور قابل خواتین کے علمی اور ادبی کارناموں کی اطلاع ہو جائے تو وہاں نوعمر اور نوجوان خواتین کے کاموں کی تفصیل سے بھی آگاہی رہے۔

ہماری خواتین اکثر صاف اور سلیس اردو لکھنے کی عادی ہیں ان کی تحریروں میں دلچسپی اور دلکشی پائی جاتی ہے، خیالات کی

پرواز اور طرز ادا کی ندرت بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔ بعض خواتین ادبی حیثیت سے کسی طرح سے مردوں سے کم نہیں ہیں۔ اگر کوئی ''حسد اور رشک'' کی وجہ سے تنقید کی آگ میں ان کے کارناموں کو جلاتا ہے تو وہاں بیسیوں ایسی ہستیاں بھی ہیں جو اُن کے کاموں کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کو تعریف اور توصیف کا مستحق قرار دیتے ہیں، اور ہر اعتبار سے ان کو اچھے ادیب اور قابل انشاء پرداز کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ بعض خواتین نثر میں شاعری نہیں بلکہ ساحری کرتی ہیں۔

دوسری نومشق خواتین کے کاموں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور توقع کی جاسکتی ہے کہ مستقبل اس سے زیادہ درخشاں ہوگا۔
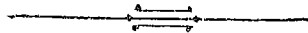
قلمرو آصفی کی غیر مسلم خواتین کی اردو

صفحات گزشتہ میں مسلم خواتین کی اردو نظم و نثر کا تذکرہ کر دیا گیا ہے
اب ہم غیر مسلم خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حیدرآباد میں نہ صرف سرکاری زبان اردو ہے بلکہ عام طور سے
بھی اردو بولی جاتی ہے۔ قلمرو آصفی میں ایک بڑی تعداد کایستھوں کی ہے
جن کی مادری زبان ہی اردو ہے، ان کے علاوہ دوسرے غیر مسلم بھی
اردو زبان کا استعمال کرتے ہیں، اور پھر اردو نہ صرف بول چال میں
مستعمل ہے بلکہ تحریر و تقریر میں بھی اس کا رواج ہے۔

یہاں ہم چند غیر مسلم خواتین کی نظم و نثر کا نمونہ پیش کرتے ہیں، ان
میں سے بعض جامعہ عثمانیہ سے متعلق ہیں، جن کی صراحت ان کے تذکرہ
میں کر دی گئی ہے۔

(۱) مسز برکت رائے — مسز برکت رائے راجہ چندولال آنجہانی کے
خاندان سے تعلق رکھتی ہیں، آپ کی پیدائش
۱۸۹۴ء میں حیدرآباد میں ہوئی، تعلیم خانگی طور سے پائی، اردو، فارسی
کے ساتھ انگریزی سے بخوبی واقف ہیں، اردو مضمون نگاری کا بھی
شوق ہے، کئی مضامین شائع ہوئے ہیں۔

قومی اور ملکی کاموں سے بڑی دلچسپی ہے، حیدرآباد میں ہوم انڈسٹری کی بنیاد قائم کرنے میں آپ کا بڑا حصہ ہے اس نے اب بڑی ترقی کرلی ہے

اورنگ آباد میں جب اپنے شوہر کے ساتھ مقیم تھیں تو یہاں کی خواتین کی ترقی میں بڑی مستعدی سے کوشاں رہیں، اورنگ آباد میں "انجمن ترقی تعلیم وتمدن کی شاخ قائم فرمائی اس انجمن کی آپ صدر تھیں، خواتین اورنگ آباد کے لئے سوشل کلب بھی قائم کی تھی۔

غریب آوارہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جو آپ کے بنگلہ "گلشن محل" کے قرب وجوار میں رہتے تھے گلشن محل میں ایک اسکول قائم کیا تھا۔ عورتوں کے لئے ایک مدرسہ شبینہ کا بھی افتتاح کیا تھا۔

اردو نظم ونثر سے آپ کو خاص دلچسپی ہے۔ ہمیشہ آپ اردو میں تقریر فرماتی ہیں۔ ذیل میں آپ کی نظم ونثر کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

شہری ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
ہے یہ زمین ہماری یہ آسماں ہمارا
ویدانت بھی ہمارا قرآن بھی ہمارا
اللہ بھی ہمارا بھگوان بھی ہمارا
دیوالی اور دسہرہ عید الضحیٰ محرم
ڈنڈی کی یہ سواری اور یہ نشاں ہمارا
یہ پوجا پاٹھ اپنا روزہ نماز اپنی
اظہار عقیدت کا ہے یہ نشاں ہمارا
اوتار اور پیمبر ہیں پاسباں ہمارے
سجدے میں سرنگوں ہے ہندوستاں ہمارا

پہلے تو دیس بھارت امن و اماں کا گھر تھا
رہتے تھے سب اکھٹے کوئی نہ خوف ڈر تھا
کیا ہوگیا ہے اب یہ جھگڑے کی ہے سمائی
کچھ بھول ہوگئی ہے سدھ اپنی ہے گنوائی

اپنے ہی بھائیوں پر آفت جو ڈھا رہے ہیں — آپس میں پھوٹ کر کے عزت گنوا رہے ہیں
امن و امان کی دنیا برباد کر رہے ہیں — ناحق و ناروا ہی فریاد کر رہے ہیں
سنتا ہے کون اپنی ہم کس کو یہ سنائیں — یہ بھول ہے سراسر کس طرح یہ بتائیں
وحدت کے فلسفہ کو ہم نے مٹا دیا ہے — دنیا ہے چند روزہ یہ بھی بھلا دیا ہے
کچھ یاد بھی ہیں تم کو ایک برہمہ کے معنی — ہے لاشریک واحد پروردگار یعنی
ساری جہاں میں ہستی اس کی ظہور اس کا — آنکھوں میں نور اس کا دلمیں سرور اس کا
کثرت کی ایکسانی وحدت کا ہے نمونہ — ہر ذرہ سے عیاں ہے الفت کا یہ نمونہ
اہل وطن سے اپنی اب التجا ہی ہے — باز آئیں جھوٹی ضد سے بس مدعا ہی ہے

اگر قوم کی ہے ترقی کی خواہش — سنو کان دھر کے ہماری گزارش
غرور و ہوس کا نمونہ امیری — بڑی اس سے ہندوستانیں فقیری
تونگر وہی ہے جو رہتا ہے قانع — غریبوں کی خدمت نہ ہو جس کو مانع
غریبوں سے ہنس ہنس کے کرتے ہیں نفرت — سمجھتے ہیں اپنے کو حقدار دولت
سزاوار ان کو امیری نہیں ہے — جنہیں عادت دستگیری نہیں ہے
تونگر غریبوں پہ کیوں نکتہ چیں ہیں — غریبی کسی کا گنہ تو نہیں ہے
دھرے ہیں جو دولت سے تم نے خزانے — کرو قائم اس سے یہاں کارخانے
گھٹیگی نہیں اس سے دولت تمہاری — بڑھیگی غریبوں میں عزت تمہاری
غریبوں کو محنت کا پیسہ ملیگا — دوکانوں پہ سودیشی سودا ملیگا
ترقی ہے قوم و وطن کی اسی سے — بہاریں ہیں اپنے وطن کی اسی سے

جو گہرائیوں میں یہ پانی رواں ہے　　کرو اس سے سیراب صحرا جو یاں ہے

مسز برکت رائے کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے :-

"اب میں مختصراً مطالبات کے موضوع آپ کے گوش گذار کروں گی، تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ کس قسم کے مطالبات خواتین کی جانب سے پیش کیے جاتے ہیں، مثلاً لڑکیوں کی موجودہ تعلیم تشفی بخش نہیں ہے، لڑکیاں تعلیم یافتہ ہو کر خانہ داری کی زندگی سے بے خبر ہو جاتی ہیں، اس میں تبدیلی کی جائے یا نصاب تعلیمی بنانے میں لائق خواتین کو شریک کیا جائے؛ (۲) بعض سینما کے مخرب الاخلاق فلم کی ممانعت کی سرکار سے درخواست کی جائے، جن کے دیکھنے سے بچوں کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے؛ (۳) ازدواج کمسنی کو روکنے کے لئے قوانین بنائے جائیں؛ (۴) مزدور پیشہ خواتین کو آرام پہنچانے اور ان کے بچوں کی حفاظت کا انتظام کیا جائے؛ (۵) ہندوؤں کی بیوہ کے حق میں ترمیم فرمائی جائے؛ وغیرہ وغیرہ۔"

(۴) مس تلسی مانک لال | مس تلسی کے والد مانک لال کشمیر کے رہنے والے تھے وہ ۱۹۱۵ء میں حیدرآباد آکر یہاں متوطن ہو گئے، تجارت اور ساہوکاری کرتے تھے۔

مس تلسی کی پیدائش حیدر آباد میں ہو، اولاً خانگی طور پر آپ کی اردو، ہندی، انگریزی تعلیم ہوئی، ایک عرصہ کے بعد مانک لال اپنی بیوی کے انتقال پر پونہ چلے گئے، اب مس تلسی پونہ کے مشن اسکول میں داخل ہوئیں مدرسہ کی تعلیم کے ساتھ گھر پر اردو، فارسی کی تعلیم بھی ہوتی رہی۔ مانک لال کے انتقال پر مس تلسی اپنے ماموں کے پاس لاہور چلی گئیں۔ اور وہاں لاہور کالج سے بی۔ اے میں کامیابی حاصل کی، ماموں کے انتقال کے بعد پھر پونہ چلی آئیں، اب آپ کبھی پونہ اور کبھی حیدر آباد میں قیام کرتی ہیں۔

مشرقی تہذیب خصوصاً اسلامی معاشرت سے آپ کو خاص دلچسپی ہے موسیقی اور رقص میں بھی اچھا ملکہ حاصل ہے۔

مس تلسی کو اردو ادب سے بڑی دلچسپی ہے، ادب اردو کی شاید ہی کوئی اچھی کتاب ایسی ہوگی جو آپ کے کتب خانہ میں موجود نہ ہو، آپ کو اردو شاعری کا بھی ذوق ہے۔ کلام صاف اور موثر ہوتا ہے، نمونہ حسب ذیل ہے:-

ایک ہی وقت میں اتنے آنسو — وہ اگر بار دگر یاد آیا
سجدۂ شوق کو کیا قید مقام — کر لیا سجدہ جہاں پھر یاد آیا
کس قدر آنکھ سے ٹپکے آنسو — جب بھری شام کو گھر یاد آیا

رباعی

مانا کہ گنہگار ہوں بدکار ہوں میں — سو طرح سے آفت میں گرفتار ہوں میں

تیرا ہے زیاں گر نہ چھڑایا مجھ کو آئینہ اگر تو ہے تو زنگار رہوں میں

انگارۂ خاکی میں یقین پیدا کر بال و پر جبرئیل امیں پیدا کر
کیوں دو کو جگہ دیتا ہے اپنے دل میں اک گھر کے لئے ایک مکیں پیدا کر

---

(۳) مس لکشمی مانک لال کی چھوٹی دختر مس لکشمی ہیں، آپ کی پیدائش اور ابتدائی تعلیم و تربیت حیدرآباد میں ہوئی، مس تلسی سے آپ دو سال چھوٹی ہیں، ان کے ساتھ ہی آپ کی تعلیم ہوئی لاہور کالج سے ایف اے میں کامیاب ہوئی ہیں۔

مس لکشمی کو بھی شعر و سخن سے شغف ہے، اردو نثر خوب لکھتی ہیں، انگریزی اور ہندی شاعری سے بھی دلچسپی ہے۔ آپ کے ہندی قومی گیت جذبات اور اثر میں ڈوبے ہوتے ہیں انگریزی نظمیں ٹائمز ہفتہ وار میں شائع ہوتی ہیں۔

(۴) مسز نندی ڈاکٹر جارج نندی آں جہانی نے حیدرآباد میں ایک زمانہ دراز تک مختلف سرکاری عہدوں تعلقداری ڈپٹی کمشنری انعام، انسپکٹر جنرل رجسٹریشن و اسٹامپ پر کارگزار رہ کر وظیفہ حاصل کیا اور یہاں ہی انتقال ہوا۔

مسز نندی کا اصلی وطن اگرچہ بنگال ہے مگر اپنے شوہر کے ساتھ حیدرآباد آگئیں اور اب تقریباً پچاس سال سے یہاں زندگی بسر

رتی ہیں، اس طرح اب حیدر آباد ہی آپ کا وطن ہے، آپ کی بیٹیاں یورپ کی تعلیم یافتہ اور سرکار آصفیہ کے سررشتہ تعلیمات میں گزیٹیڈ خدمات پر فائز ہیں۔

مسز نندی کو قومی کاموں سے بڑی دلچسپی ہے جس کی تفصیل ہماری کتاب "خواتین عہد عثمانی" میں ہے، آپ کی خوش اخلاقی ملنساری انکساری اور سادگی بھی قابل تقلید ہے۔

ڈاکٹر جارج نندی کو علم سے بڑا شغف تھا، وہ انگریزی کے ادیب تھے، ان کے اعلیٰ مضامین اکثر انگریزی رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوتے تھے، مسز نندی کو بھی اپنے شوہر کی طرح ادبیات سے خاص دلچسپی ہے، اسی شوق کے باعث اُنھوں نے اردو میں کئی کہانیاں وغیرہ ترجمہ کی ہیں۔ اگرچہ تا حال ان کی طباعت اور اشاعت نہیں ہوئی ہے، مگر اس قسم کا کافی ذخیرہ ہے۔ آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:—

"عبد القادر۔ میں اپنی تمام جائیداد اپنی دلہن پیاری بیگم کے نام لکھ دینا چاہتا ہوں۔"

صالح ! ساری جائیداد ؟ صاحب یہ تو وصیت ہوئی نہ کہ مہر۔

عبد القادر۔ خیر یہ میری خواہش ہے، اس کے خلاف کچھ نہ ہو۔ . . . .

بیوی۔ یہ تو کچھ بات نہیں، اِس مکان کا اسباب پرانا بوسیدہ ہے

نیچے سے اوپر تک مرمت کی ضرورت ہے، سچ تو یہ ہے کہ پرانا اسباب نکال دینا چاہیئے۔ اور نیا خریدنا ضروری ہے، میں خود یہ بخوبی کر سکتی ہوں، برتن، بھانڈے، چاندنیاں، چادریں، غلاف سب پھٹے پرانے ہیں۔"

(۵) مس جبی ننندی مس جبی ننندی، جارج ننندی کی چوتھی دختر ہیں، ۱۹۰۵ء میں ان کی پیدائش حیدرآباد میں ہوئی، محبوبیہ گرلز اسکول میں تعلیم پائی اس کے بعد مدراس یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرز کی ڈگری حاصل کی، انٹرمیڈیٹ میں فارسی سکنڈ لینگویج (دوسری زبان) کے طور پر لی تھی، بی۔ اے آنرز کے بعد ٹیچرس ڈپلوما لندن یونیورسٹی سے حاصل کیا، لندن سے واپسی کے بعد محبوبیہ گرلز اسکول میں آپ کا تقرر ہوا۔ اور اس کے بعد مہتممہ مدارس نسواں پر ترقی دی گئی، اب آپ اسی خدمت پر مامور ہیں اگرچہ اس خدمت پر آپ کا تقرر ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے مگر اس عرصہ میں بھی آپ نے نہایت محنت، مستعدی، جفاکشی، اور خوش اسلوبی سے کام انجام دیکر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دیسی خواتین بھی کس طرح حسن و خوبی سے اہم خدمات انجام دے سکتی ہیں۔

مس جبی کو اردو سے خاص تعلق ہے، آپ نے اپنے والد کے ڈرامہ کو اردو کا لباس پہنایا ہے، بمبئی ٹاکیز نے اس کا حق تالیف آپ سے حاصل کر کے اپنی ضروریات کے مدنظر کچھ ترمیم کے بعد

"عزت" کے نام سے اس کو پردۂ فلم پر پیش کیا ہے۔
مس جیسی کو ڈرامہ نگاری سے خاص شغف ہے، کئی ایک اُردو ڈرامے قلمبند کئے ہیں۔ مگر ہنوز اُن کو شائع نہیں کیا ہے۔ البتہ بعض ڈرامے اسکولوں میں اسٹیج پر کئے گئے اور نہایت کامیاب رہے۔
خدمت صدر مہتممہ مدارس نسوان کے لحاظ سے آپ کو اکثر اوقات تقریر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، اور آپ ہمیشہ اُردو میں تقریر فرماتی ہیں، اُردو کی مزید دستگاہ حاصل کرنے کے لئے آپ کا مطالعہ جاری ہے، آپ کی تحریر کے دو مختلف نمونے پیش کئے جاتے ہیں

"ہم سب جانتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان اُن ترکوں، ایرانیوں اور افغانوں کی اولاد ہیں، جو قدیم زمانے میں یہاں ترکستان، افغانستان اور ایران سے آئے تھے، اِسی طرح ہمارے اعلیحضرت کے جد اعلیٰ غازی الدین نام جو قاضی بخارا تھے، ۱۶۸۵ء میں اپنا وطن چھوڑ کر ہندوستان آئے، اور آخر اورنگ زیب شہنشاہِ مغلیہ کی فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے، جب مغلیہ فوج گولکنڈہ پر حملہ آور تھی تو غازی الدین خاں بھی جنگ میں شریک تھے، اور اسی لڑائی میں شہادت پائی، اُن کے صاحبزادے نواب میر قمرالدین خاں مالوے کے صوبہ دار ہوئے"

ڈرامہ کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"بوڑھا - پیارے بچو - بدھ کی بابت کیا سنتے ہو۔

موہن - جی ہاں دو ہزار برس ہوئے دنیا میں زندہ تھا۔

رستم - بڑا بادشاہ تھا۔

جوزف - اپنی ملکہ اور بچوں اور سلطنت کو چھوڑ دیا تھا۔

احمد - جنگل میں سچائی ڈھونڈنے گیا تھا۔

رستم - سچائی کے کیا معنی ؟

جوزف - سخت بیوقوف ہو، معنی یہ ہیں کہ اس نے، جھوٹ بولنا چھوڑ دیا۔

بوڑھا - اس کے معنی اس سے گہرے ہیں، بچو بدھ کے زمانہ میں لوگ نہایت بد ہو گئے تھے ایک دوسرے کا خون کرتے تھے، اور ایک دوسرے کی چوری بھی کرتے تھے، امیر غریبوں پر ظلم کرتے تھے، بدھ نے یہ سب کچھ دیکھا اور بہت افسوس ناک اور دلگیر ہوا آخر کار دنیا کو چھوڑ کے جنگلوں میں چلا گیا، رات دن خدا سے دعا مانگتا تھا کہ اے خدا مجھے بتا کہ میں کسطرح ان لوگوں کی مدد کروں، مدت کے بعد واپس آیا اور سکھلانے لگا - بہتوں نے اوس کی باتیں مان لیں اور تمام ہندوستان میں جاکر اوس کے مذہب کی اشاعت کی"

(۶) مسٹر شاہ پور جی مانک جی | آپ کی پیدائش کلکتہ میں ۱۸۶۴ء میں ہوئی آپ کے دادا کاؤس جی

دادا بھائی سلطنت ایران کی جانب سے بمبئی میں کونسل جنرل تھے اور
اسی طرح نانا مانک جی رستم جی کلکتہ میں کونسل تھے۔

مسز شاہ پورجی کی ابتدائی تعلیم کلکتہ میں ہوئی، ۱۸۹۵ء میں آپ
حیدرآباد آئیں اور یہاں بس گئیں۔ حیدرآباد آنے کے بعد آپ نے اردو
کی تعلیم پائی، مضمون نویسی کی مشق بھی پیدا کی رسالہ "النساء" میں آپ
کے مضامین شائع ہوئے ہیں۔

قومی اور ملکی کاموں سے بھی مسز شاہ پورجی کو بڑی دلچسپی ہے
اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ البتہ بعض علمی کاموں وغیرہ کا تذکرہ
کیا جاتا ہے، انجمن خواتین دکن کی رکن انتظامی کی حیثیت سے آپ
نے ستعدی سے عملی کام کیا ہے۔ مدرسہ نسوان بیگم بازار کی آنریری
منتظمہ کا کام عرصہ تک کرتی رہیں۔ دکنیں ایجوکیشنل بورڈ کی خزانہ دار
رہیں۔ وہمنس ہوم انڈسٹریل ایسوسی ایشن میں بھی عملی کام انجام دیا اور مسز
کالنس کے ولایت جانے پر عرصہ تک اس کی صدارت کے فرائض
خوش اسلوبی سے ادا کرتی رہیں۔ چائیلڈ ولفیر سلطان بازار کی سرگرم
رکن رہی ہیں، بہرحال آپ کو ملکی اور نسوانی کاموں سے بڑی دلچسپی
رہی ہے، اب سن کے تقاضے اور آئے دن بیماری کے باعث
اس قسم کے کاموں سے دست کش ہوگئی ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا گیا آپ رسالہ النساء کی مضمون نگار تھیں
آپ کے مضمون کا نمونہ حسب ذیل ہے:—

"انسان خواہ مرد ہو خواہ عورت جب اس دنیا میں آتا ہے
تو وہ خدا کے گھر سے اور قوتوں کے ساتھ ہمت و امید کا جوہر
بھی ساتھ لاتا ہے، آج کا مضمون صبر، ہمت و کوشش ہے،
میں یہ بتلانا چاہتی ہوں کہ انسان کو ان خوبیوں سے کیا
نفع ملتا ہے، صبر انسان کا اعلیٰ زیور ہے، اس زیور کو
سنبھال کر رکھیں تو مشکل آسان ہو جائے گی اور سب
دکھ سکھ سے بدل جائیں گے[۱]"

(۷) مس اندیرا پلے — مس پلے کے والد راجہ وینو گوپال پلے ناظم دارالطبع و سررشتہ سربراہی صادر ہیں، ان کے دادا گوپال پلے بھی سرکار عالی کے مہتمم دارالطبع تھے، ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کو مس اندیرا حیدرآباد میں پیدا ہوئیں، محبوبیہ گرلز ہائی اسکول میں ابتدا سے تعلیم ہوئی۔ سینیر کیمبرج کے امتحان میں کامیاب ہوئیں، اور اب اسکول آف آرٹس بمبئی میں زیر تعلیم ہیں۔

مس پلے کو مصوری کے ساتھ موسیقی اور ادبیات سے بھی بڑی دلچسپی ہے، محبوبیہ اسکول میں مصوری میں آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ مغربی موسیقی کے ساتھ مشرقی موسیقی میں بھی اچھی مہارت حاصل ہے، ادبیات کے شوق کے باعث محبوبیہ گرلز اسکول کے میگزین کی اڈیٹر رہی ہیں۔ یہ رسالہ انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر مشتمل ہوتا تھا، اد بی

---

[۱] النساء بابتہ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء

سوسائٹی کے سیکریٹری کے فرائض بھی آپ کے ذمہ تھے۔ سوسائٹی کے
لکچروں اور مدرسہ کے ڈراموں میں مس پیلے کا خاص حصہ ہوتا تھا۔
قومی کاموں سے بھی دلچسپی ہے وکٹوریہ میموریل ارفینج کی لڑکیوں کو
بلو بلز ڈکی تعلیم آنریری طور پر دیتی ہیں۔ آپ کی اردو کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"جبکہ اگست ۱۹۲۹ئہ میں محبوبیہ اسکول میگزین نے مدت
مدید کے بعد نیا جنم لیا تھا، تو اس کا نہایت پرشوق استقبال
کیا گیا تھا، اور امید کی گئی تھی کہ آیندہ کبھی تعویق نہ ہوگی،
لیکن مالی مشکلات کیوجہ سے دو سال تک اشاعت کو
مجبوراً بند کرنا پڑا اور اب جبتک مدرسہ خود میگزین کی اشاعت
میں غیر معمولی انہاک اور دلچسپی نہ ظاہر کرے کوئی امیدافزا
وعدہ کرنا بالکل بے سود ہے۔"[1]

(۸) مس اسنوہلتا — مس ایس چٹوپادیا ۱۳۲۱ف میں حیدرآباد میں پیدا ہوئیں، مسز سروجنی نائیڈو کی رشتہ دار ہیں،
نام پلی اسکول میں تعلیم پائی، پھر مدراس یونیورسٹی سے بی۔ اے بی۔ ٹی
میں کامیاب ہوئیں، زنانہ ہائی اسکول نام پلی میں معلمہ ہیں، جس وقت
کلیہ اناث ہائی اسکول کے ساتھ ایک ہی مکان میں تھا تو آپ کالج کی
جماعتوں کو معاشیات کی تعلیم دیا کرتی تھیں، اب ہائی اسکول ہی سے آپ
کا تعلق ہے، اردو سے بہت اچھی طرح واقف ہیں زبان صاف ہے۔

---

[1] محبوبیہ اسکول میگزین بابتہ اکتوبر ۱۹۳۲ء

(۹) مس ایونجلین پلاومن۔ مس پلاومن کے والد ریورینڈ پلاومن اگرچہ لکھنو کے باشندے ہیں مگر اکتیس سال پہلے یہاں لکھنو سے تبدیل ہوکر آئے اور حیدرآباد کو اپنا وطن بنالیا۔ اور یہاں بس گئے۔ ان کو اردو شاعری سے دلچسپی ہے کبھی کبھی مشق سخن کرتے ہیں خاک تخلص ہے۔

مس پلاومن کی پیدائش ۱۸۔ مارچ ۱۹۱۲ء کو حیدرآباد میں ہوئی نام پلی کے زنانہ ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔ ریاضی میں اعلیٰ کامیابی کے باعث طلائی تمغے حاصل کئے۔ اس کے بعد مدراس جاکر ایف۔ یس سی میں کامیابی حاصل کی۔ مضمون کیمیا میں اعلیٰ درجہ کے نمبر حاصل کئے اس کے بعد حیدرآباد کے نظام کالج میں شریک ہوئیں اور مدراس یونیورسٹی سے (کیونکہ نظام کالج مدراس یونیورسٹی کے تحت ہے) بی یس سی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کا اصلی مضمون طبعیات اور ذیلی مضامین کیمیا اور ریاضی ہے۔ آپ حیدرآباد کی پہلی خاتون ہیں جنھوں نے مدراس یونیورسٹی سے یہ ڈگری حاصل کی ہے۔

اب جامعہ عثمانیہ سے یم۔ یس۔ سی میں کامیابی حاصل کی ہے۔ آپ کا مضمون طبعیات ہے اور ایکسرے خاص مضمون ہے۔

مس پلاومن کا ابتدائی تقرر ۱۹۳۳ء میں زنانہ ہائی اسکول نامپلی میں ہوا۔ اور اب ۱۹۳۶ء سے کلیہ اناث (زنانہ کالج) میں طبعیات کی

بکھرا رہیں۔ نظری اور عملی طبعیات کا درس آپ سے متعلق ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ تعلیم کے شوق میں یم، یس، سی کی تعلیم بھی پا رہی ہیں چنانچہ اِس سال کامیابی حاصل کر لی ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی آپ پہلی خاتون ہیں جو طبعیات میں یم۔ یس۔ سی ہوئی ہیں۔

مس پلاون کی مادری زبان اُردو ہے۔ والدین کے باعث آپکا ماحول اُردو رہا۔ اُردو کی فضا میں پرورش ہوئی۔ اِس لئے آپ نہایت صاف اور سلیس اردو بولتی اور تحریر کرتی ہیں۔ طبعیات جیسے مشکل فن کا درس آسان اور عام فہم زبان میں دیتی ہیں۔ حیدرآباد کی آپ پہلی خاتون ہیں جو عورتوں کو اُردو زبان میں طبعیات کی تعلیم دے رہی ہیں۔

آپ کی تحریر کا نمونہ پیش ہے:۔

قوس و قزح

جب سورج بارش کے پانی پر چمکتا ہے تو پانی کے قطروں کے درمیان ایک رنگین دائری قوس نظر آتا ہے بشرطیکہ شاہد کی پیٹھ سورج کی طرف ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نور کی شعاعیں پانی کے قطروں میں منعطف ہو کر ایک بار اور کبھی دو بار قطرے کے اندرونی رخوں سے منعکس ہو کر قطرے سے خارج ہونے پر طیف کے سات رنگ نظر آتے ہیں اس کو قوس و قزح کہتے ہیں۔

جب انعکاس ایک بار ہوتا ہے تو اصلی قوس نظر آتا ہے اور جب انعکاس دو بار ہوتا ہے تو اصلی قوس کے اوپر ثانوی قوس بھی نظر آتا ہے۔ اصلی قوس میں سُرخ رنگ سب سے

بلند ہوتا ہے اور ثانوی میں بنفشی سب سے بلند ہوتا ہے۔ تین قوسیں شاذ و نادر نظر آتی ہیں لیکن نظری حیثیت سے ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے لیکن اُن کے رنگ اتنے پھیکے پڑ جاتے ہیں کہ بمشکل نظر آتے ہیں ۔"

(۱۰) مس رشیدہ یس رپورٹر | حیدر آباد میں سلطنت آصفیہ کے ابتدائی زمانہ سے ہی کئی پارسی خاندان متوطن ہیں اور بعضوں نے سلطنت کی اہم خدمات کو نیک نامی اور وفاداری سے انجام دیا ہے اور اب بھی قلمرو آصفی میں پارسی قوم کی اچھی خاصی آبادی ہے۔ جن میں کئی سرکار عالی کی ملازمت میں منسلک ہیں اور اکثر اصحاب تجارت وغیرہ کرتے ہیں۔

ابھی چند سال پہلے تک ڈاکٹر رستم یار جنگ آنجہانی (کورلا والا) حیدرآباد کے ایک مشہور اور معروف سرجن تھے۔

آپ کی بھانجی مس رشیدہ یس رپورٹر ہیں جو سہراب جی یس رپورٹر آنجہانی کی دختر ہیں ۔

مس رشیدہ کی ولادت سکندرآباد میں ہوئی۔ سینٹ جارج گرامر اسکول میں ابتدائی تعلیم ہوئی اور ۱۹۲۸ء میں سینیر کیمبرج کا اِمتحان اسی مدرسہ سے کامیاب کیا۔ دوران تعلیم میں اپنے شوق تعلیم اور محنت کے باعث کئی اِنعامات اور تین طلائی تمغے ریاضی زبان انگریزی اور عام قابلیت کی بنا پر حاصل کئے۔

نمایاں کامیابی کی بنا پر آپ کا اسی مدرسہ میں معلمہ ریاضی کی
حیثیت سے تقرر ہوا، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد محبوبیہ گرلز اسکول میں
مس جسی نندی کی جگہ بطور قائم مقام آپ کو ترقی ملی، نو ماہ تک آپ
نے اس خدمت کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا، پھر تعلیمی شوق کے
مدنظر ۱۹۳۰ء میں نظام کالج میں شرکت فرمائی ۱۹۳۶ء میں مدراس
یونیورسٹی سے بی، ایس، سی کی ڈگری حاصل کی، آپ حیدرآباد کی پہلی خاتون
ہیں جنھوں نے مدراس یونیورسٹی سے علم کیمیا میں بی ایس سی
کی ڈگری لی ہے۔

مس رشیدہ نظام کالج کے دوران تعلیم میں بھی گرامر اسکول کی طرح امتیازی
خصوصیتوں کی مالک بنی رہیں۔ چنانچہ ۱۳۴۴ و ۱۳۴۵ میں امتحانات میں اول
ہونے کے باعث سرکاری وظیفہ ملا۔ پھر مقابلہ انگریزی مضمون نگاری میں
ہمیشہ ممتاز رہیں۔ ۱۹۳۱ء میں سائنس ایگزیبیشن کے انتخابات کے سلسلہ
میں بلحاظ تعداد نمبر آپ کا دوسرا درجہ رہا۔ اس سے آپ کی ہر دل عزیزی
اور تعلیمی دلچسپی ذوق اور شوق کا کافی ثبوت ملتا ہے۔

سلور جوبلی اعلیٰحضرت کی نمائش کے موقع پر ۱۹۳۷ء میں آپ نے
سائنس کا خاص انعام حاصل کیا اور سررشتہ تعلیمات کی جانب سے
ایک خصوصی سند سے عزت افزائی کی گئی۔

مدراس یونیورسٹی کی بی ایس سی کی ڈگری کے علاوہ آپ لنڈن کے
ٹرینٹی کالج آف میوزک سے موسیقی کا اسوشیٹ ڈپلوما اور رائل ڈرائنگ

سوسائٹی سے ڈرائینگ میں کامیابی حاصل کرچکی ہیں۔

اِس طرح آپ سائنس، ریاضی، موسیقی، مصوری میں اچھی مہارت رکھتی ہیں۔ اس کے ساتھ آپ کو فنون لطیفہ کی دوسری اہم شاخ شاعری کا بھی شوق ہے۔ چنانچہ انگریزی میں شعر کہا کرتی ہیں۔

مس رشیدہ اس وقت کلیہ آناث (زنانہ کالج) میں کیمیاء کی لکچرار ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ جامعہ عثمانیہ کے یم یس سی کلاس میں تعلیم پارہی ہیں۔ اس سے آپ کے تعلیمی شوق دلچسپی اور علمی شغف کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

آپ جامعہ عثمانیہ کی پہلی خاتون ہیں جو لڑکیوں کو اردو میں کیمیاء کی تعلیم دیا کرتی ہیں۔

آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

تابکاری کا اِنکشاف　　　بی کیوریل　　　تابکاری

دور جدید کا ایک نہایت حیرت انگیز انکشاف ہے سنہ ۱۸۹۶ء میں - -

مے اتفاقی ــــــــــ کے پرد ــــــــــــــــ

طور پر یہ معلوم کیا کہ یورنیم　　　(جو ایک نادر دھات ہے)

کے کسی نمک کو سیاہ کاغذ میں لپٹی ہوئی فوٹو گرافی کی تختی پر رکھنے سے کچھ عرصہ کے بعد یہ تختی متاثر ہوتی ہے۔ اور نمک کا پورا عکس تختی پر اتر جاتا ہے۔ چونکہ معمولی روشنی کی شعاعیں سیاہ کاغذ میں سے نہیں گزر سکتیں لہذا یہ خیال کیا گیا کہ یورنیم کے نمک سے بعض ایسی شعاعیں

نکلتی ہیں جن میں سیاہ کاغذ میں سے گذرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے
اسی واقع کو بی کیو ریل ۔ نے تابکاری کے نام سے موسوم کیا۔
اب وہ تمام اشیاء جو تابکاری کا اظہار کرتی ہیں تابکار اشیاء کہلاتی
ہیں۔ اور ان تابکار اشیاء سے خارج ہونے والی شعاعوں کو بی کیو ریل
کہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تابکار عناصر معمولی غیر تابکار عناصر سے چند خواص کے باعث جو
موخر الذکر میں نہیں پائے جاتے ممتاز ہیں۔ جب ایک فوٹو گرافی کی
تختی تاریکی میں کسی تابکار شئے کے زیر اثر لائی جاتی ہے تو اس طرح
متاثر ہوتی ہے گویا کہ تابکار شئے ایک مبدائے نور ہے۔ ریڈیم اور
پولونیم یا ان کے مرکبات کی قلیل ہی مقدار میں فوٹو گرافی کی تختی پر
بہت زیادہ اور زود اثر رکھتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر یہ تنہ ہر رنگ
سلفائیڈ کے پردہ کے نزدیک رکھے جائیں تو ونک پیدا کرتے
ہیں۔ اور اگر ان کے قریب کوئی برق نما رکھا جائے تو اس کے بار
کو بہت جلد خارج کر دیتے ہیں۔ بوجہ اس کے کہ وہ اپنے قریب کی
گیسوں میں رو ہینت پیدا کرتے ہیں ؎

(۱۱) مسز آر سندرم | مسز سندرم کی پیدائش اگرچہ ۱۹۰۲ء
میں بنگلور میں ہوئی۔ مگر شیر خواری کے
زمانہ میں حیدرآباد آئیں اور یہاں ہی تعلیم و تربیت ہوئی۔ اولاً اسٹانلی
گرلز ہائی اسکول میں تعلیم ہوئی اس کے بعد ازبیلا تھوربن کالج لکھنؤ سے

بی۔ ایس۔ سی میں کامیاب ہوئیں۔ کیمیا، نباتیات اور حیوانیات آپ کے مضمون تھے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں اس کامیابی کے بعد اسٹائلی گرلز ہائی اسکول میں سائنس کی معلمہ پھر نام پلی کے زنانہ مدرسہ میں سائنس ٹیچر ہوئیں۔ اور پھر سنہ ۱۹۳۲ء سے کلیہ اناث میں کیمیاء کی لکچرار مقرر ہوگئیں۔ اور اب اسی خدمت پر معمور ہیں۔ اسی کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کے ام یس۔ سی کی کامیابی حاصل کی ہے آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

"مطالعہ کیمیاء

کیمیاء ہی کے ذریعہ ہم ہر ایک قسم کے مادی جسم کی ساخت اور ترکیب کی شناخت کر سکتے ہیں جو ہمارے اطراف موجود ہیں۔ ہوا۔ پانی۔ لکڑی۔ پتھر مٹی۔ نمک اور دوسری بہت سی اشیاء جن سے ہم واقف ہیں۔ حقیقت میں یہ اس قدر دلچسپ مضمون بن جاتا ہے۔ جبکہ ہم کیمیا کے مطالعہ کے دوران میں ان اشیاء کی ترکیب کی چھان بین کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ کوئلہ اور ہیرا کیمیادان کے نقطۂ نظر سے بالکل ایک ہی ماہیت کے ہوتے ہیں۔ روغن گیاس اصولی طور پر کاربن اور ہائڈروجن کا مرکب ہے۔ شکر اور کاغذ دونوں کاربن۔ ہائڈروجن اور آکسیجن کے مرکب ہیں۔ چاک۔ سنگ مرمر۔ اور تارکول۔ ایک ہی ترکیب کے ہیں۔ اسی طرح کونین جب اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کاربن ہائیڈروجن اور آکسیجن کا مرکب ہے۔ اور یہ کہ پانی خواہ دنیا کے کسی حصہ سے حاصل کیا جائے ناقابل اختلاف ترکیب کا ہوتا ہے تو ہمیں سخت

حیرت ہوتی ہے "
اس عنوان کو ختم کرنے کے پیشتر ڈاکٹر آمنہ پوپ کا تذکرہ بھی نہایت ضروری ہے، جو ایک امریکن خاتون ہیں اور اسلام قبول کرلیا ہے۔ عرصہ دراز سے یہاں مقیم ہیں اولاً نامپلی زنانہ ہائی اسکول کی صدر معلمہ اور پھر زنانہ کالج کی پرنسپل کی حیثیت سے کارگزار رہیں۔

ڈاکٹر آمنہ پوپ

ڈاکٹر آمنہ پوپ، یم، اے، ڈی، یل، آئی، ٹی، ٹی، یل، آر، اے، یم، اے، آر، سی، یم، یف، آر، یس، اے، یم آر یس اے، یف آئی ڈی جی، یس سی اے، اے۔

آپ کی پیدائش بمقام کینیڈا ہوئی، رائل کالج آف میوزک لندن سے ڈگری حاصل کی، جسٹس سر کرامت حسین مرحوم اور راجہ صاحب محمود آباد نے آپ کو لکھنؤ کے مسلم گرلز کالج کے لئے طلب کیا تھا۔ دو سال لکھنؤ میں آپ کا قیام رہا یہاں کالج مذکور کی صدارت کے بعد انسپکٹرس آف اسکولس کی خدمت کو بھی انجام دیں۔ اسی زمانہ میں آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے اور یم۔ اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اردو بھی لکھنؤ ہی میں سیکھی۔

۱۹۱۲ء میں سر اکبر نے آپ کو حیدرآباد طلب کر کے زنانہ ہائی اسکول نامپلی کی پرنسپلی پر مامور فرمایا۔ اس زمانہ میں اگرچہ اس اسکول کو قائم ہو کر بیس سال ہو چکے تھے، ابتدائی جماعتوں سے

ہائی اسکول تک تعلیم ہوتی تھی لیکن طالبات کی تعداد سو کے اندر تھی چنانچہ ڈاکٹر پوپ نے جب جائزہ حاصل کیا اس وقت کل طالبات کی تعداد (۹۴) تھی۔ امتحان میٹرک میں ایک آدھ لڑکی بمشکل شریک ہوتی تھی۔ اس سے کامیابی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر پوپ کے حسن انتظام، دلچسپی، تندہی، کوشش انہماک اور مستعدی کے باعث مدرسہ کو روزافزوں ترقی ہوتی گئی، دن بدن طالبات کا اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ ہائی اسکول میں اب نوسو تک تعداد پہونچ گئی اور ہائی اسکول نے ترقی پاکر کلیہ اناث کی صورت اختیار کرلیا۔ ۱۹۲۴ء میں یہ کالج قائم ہوا، اور ڈاکٹر پوپ اس کی صدر مقرر ہوئیں۔

حسب قاعدہ پہلے انٹرمیڈیٹ کی کلاسیں قائم ہوئیں اس کے بعد بی۔ اے۔ بی یس سی کی جماعتیں کھول دی گئیں اور پھر یم۔ اے اور یم یس سی کے درجے قائم کئے گئے، اس وقت کالج کی جماعتوں میں تعلیم پانے والی طالبات کی تعداد (۴۹) ہے یہ وہ تعداد ہے جو ڈاکٹر پوپ کے جائزہ کے وقت یعنی آج سے ۲۸ سال پہلے پرائمری ڈل اور ہائی اسکول یعنی تینوں شعبوں کے طالبات پر مشتمل تھی اور آج صرف اس قدر طالبات کالج میں تعلیم پا رہی ہیں۔

ڈاکٹر پوپ کو انگلش ادب اور تاریخ سے خاص دلچسپی ہے آپ انگریزی زبان کی شاعرہ بھی ہیں۔ تاریخی دلچسپی کے مدنظر آپ نے

ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی۔ اور اس کے علاوہ ایک قابل قدر تصنیف بھی ہے یعنی ہندوستان میں پرچوگیز ادب (
اس کتاب کے شائع ہونے پر آپ کو
ہالینڈ یونیورسٹی سے یس سی اے اے کی ڈگری عطا ہوئی ہے۔

ڈاکٹر پوپ نہ صرف عمدہ تعلیم کی طرف متوجہ رہتی ہیں بلکہ ساتھ ساتھ لڑکیوں کے تربیت اور درستی اخلاق کا بڑا خیال ہے۔ بہترین تعلیم اور پاکیزہ اخلاق سے آراستہ کرنا آپ کا نصب العین ہے۔

کالج سے آپ کو بڑی دلچسپی ہے، آپ خود کو کالج کی پرنسپل نہیں تصور کرتی بلکہ کالج کو اپنا ذاتی کالج سمجھتی ہیں اس لئے جس طرح کوئی شخص اپنے ذاتی چیز سے محبت کرتا ہے اسی قدر آپ کو کالج سے محبت ہے سال ہا سال گزر گئے ہیں کہ آپ نے ایک دن کی بھی رخصت نہیں لی رخصت تو رخصت کسی تعطیل حتیٰ کہ جمعہ سے بھی آپ نے استفادہ نہیں کیا ہے۔ پابندی سے کالج آتی ہیں، اور پھر کالج کی حاضری مقررہ پانچ گھنٹہ کی نہیں ہوتی بلکہ اکثر و بیشتر تمام دن صبح سے آٹھ بجے رات بلکہ کبھی تو رات کے نو دس بجے تک آپ کالج کے کام میں مصروف رہا کرتی ہیں۔

کالج میں نہ صرف آپ انتظامی کام کرتی ہیں بلکہ بی۔ اے اور بی۔ یس۔ سی اور یم۔ اے کو انگریزی ادب کا درس بھی دیا کرتی ہیں۔

ڈاکٹر پوپ اپنی حاضری کی پابندی محنت جفاکشی اور مستعدی کا مکمل نمونہ بنکر کالج کی معلمہ اور لکچرار کے لئے عملاً نظیر پیش کرتی ہیں، آپکو انتظامی سلیقہ پوری طرح حاصل ہے کالج کے نظم و نسق کو کامیابی اور عمدگی سے چلاتی ہیں۔

اس کے ساتھ ہی آپ لڑکیوں پر ایک مہربان ماں اور شفیق سرپرست کی طرح نگرانی کرتی ہیں، مسلمان لڑکیوں کے لئے پردہ کا بہت خیال کرتی ہیں، حتیٰ کہ ان لڑکیوں کو بھی کالج میں باہر کی طرف جہاں سے مدنظر ہو سکتی ہے آنے کی اجازت نہیں ہے جو بے پردہ ہیں۔

ڈاکٹر پوپ کو حیدرآباد میں عورتوں کی ترقی کا بڑا خیال دامن گیر ہے۔ آپ کی کوشش اور دلچسپی کا نمونہ اور ثمرہ کلیہ اناث ہے۔

کالج کی طالبات کو آپ ان کا مقررہ درس ہی نہیں دیتی بلکہ اکثر و بیشتر عمدہ نصائح اور بیش قیمت خیالات کا اظہار کر کے ان کو ایک بہترین لڑکی، عمدہ بی بی اور قابل ترین ماں بننے کا اہل بناتی ہیں۔

آپ کا نصب العین یہ ہے کہ کلیہ اناث کی ہر لڑکی اگر ایک طرف زیور تعلیم کے اعلیٰ جواہرات سے آراستہ ہو تو ساتھ ہی ساتھ وہ اسلامی پاکیزہ اور عمدہ اخلاق سے بھی مزین ہو جائے۔

ڈاکٹر پوپ حیدرآباد آنے کے پہلے اسلام قبول کر چکی ہیں ایک پابند مذہب صوم صلوٰۃ کی دلدادہ خاتون ہیں ان کی بہترین زندگی

نہ صرف طالبات بلکہ خواتین دکن کے لئے بھی عمدہ نمونہ ہے۔
غریب طالبات کی آپ سرپرستی فرماتی ہیں اُن کی خفیہ امداد
وظائف سے کرتی ہیں۔ آپ کی آمدنی کا ایک بڑا حصّہ اِس میں
صرف ہوتا ہے۔
جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ڈاکٹر پوپ اُردو سے بخوبی
واقف ہیں۔
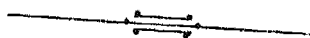
خطابت

زبان کی خدمت گزاری کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں سے ایک خطابت (تقریر) بھی ہے، یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ خدا داد جوہر ہے، جو ہر کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا، تقریر ایسی ہونی چاہیئے کہ سننے والے ہمتن شوق بنکر خطیب کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

جس زبان میں خیالات ادا ہونگے، اور جس زبان کے ذریعہ معلومات نشر ہونگے، ان سے اس زبان کی وسعت اور اشاعت لازمی ہے، جو اصحاب اور خواتین اردو زبان میں تقریر کرنے کے عادی ہیں وہ درحقیقت اردو زبان کی خدمت کرتے ہیں، بہرحال خطابت کے ذریعہ بھی اردو زبان کی بیش بہا خدمت ہو سکتی ہے، اس سے زبان کی وسعت میں بڑی مدد ملتی ہے۔

اس عنوان کے تحت ہم چند خواتین کا تعارف کراتے ہیں جو اردو میں تقریر کرتی ہیں، پہلے ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کا تفصیلی حال صفحات ماقبل میں گزر چکا ہے۔

(۱) سب سے پہلے طیبہ بیگم مرحومہ کا نام لینا ضروری ہے جو حیدرآبادی خواتین میں قومی وملکی اور علمی کاموں کی بنیاد رکھنے والی تھیں، طیبہ بیگم کو

اُردو میں تقریر کرنے کا اچھا سلیقہ حاصل تھا۔ ان کے بعض خطبے
"رسائل طیبہ" میں شائع ہو رہے ہیں۔

(۲) صغرا بیگم ہمایوں مرزا ہمیشہ اُردو میں تقریر فرماتی ہیں، آپ
حیدرآباد کی وہ پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے مردوں کے مجمع میں تقریر
فرمائی ہے، اور یورپ میں بھی اُردو میں تقریر کی ہے۔

(۳) بادشاہ بیگم صوتی، بہت اچھی مقررہ ہیں، فی البدیہہ روانی
سے تقریر کرنے کا آپ کو ملکہ حاصل ہے، آپ کی تقریر روانی اور
برجستگی کے لحاظ سے قابل داد ہوتی ہے خیالات میں عمق پایا جاتا ہے۔

(۴) معصومہ بیگم مسز حسین علی خاں کا تذکرہ بھی قبل ازیں ہو چکا ہے
آپ کو بھی اُردو زبان میں تقریر کرنے کا سلیقہ ہے، کانفرنسوں وغیرہ
میں عموماً اُردو میں تقریر کرتی ہیں۔

(۵) لطیف النساء بیگم یم۔ اے، کا ذکر نظم و نثر دونوں جگہ ہو چکا ہے
آپ ایک واعظہ کی حیثیت سے بھی پیش ہو سکتی ہیں، اکثر مجلس عزا میں
آپ تقریر کرتی ہیں اس کے علاوہ آپ کی دوسری تقریریں بھی اچھی
ہوتی ہیں۔

(۶) سکینہ بیگم کا تذکرہ ایک مقررہ کی حیثیت سے بھی کیا جا سکتا ہے
آپ کی تقریر مشرقی و مغربی معلومات کے امتزاج اور روانی و دلچسپی کے
لحاظ سے قابل تعریف ہوتی ہے۔

(۷) جہاں بانو بیگم کا نام بھی اس تفصیل میں بیان کرنا ضروری ہے

آپ کو تقریر کا اچھا ملکہ حاصل ہے۔ تقریر تسلسل اور زور بیان کے لحاظ سے قابل قدر ہوتی ہے۔

(۹) محبوب النساء بیگم یم، یس، سی۔ ایک عرصہ تک کالج یونین کی سکریڑی رہیں ہیں آپ کو تقریر کرنے کا خاصا سلیقہ ہے۔

(۱۰) جامعہ عثمانیہ کی کئی موجودہ دختریں تقریر کرنے کا اچھا ذوق رکھتی ہیں۔ جن میں سید احمد النساء بیگم ثریا جبیں اور انوری بیگم کے نام خصوصیت سے لینا چاہئیے، کالج کے جلسوں میں ان کی تقریریں دلچسپی رکھتی ہیں۔

(۱۱) رابعہ بیگم اور محمدی بیگم کا تذکرہ بھی اس موقع پہ فروگزاشت نہیں کیا جا سکتا جن کو اکثر و بیشتر تقریر کرنے کے موقع ملتے رہے ہیں اور وہ اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے انجام دیا کرتی ہیں۔

(۱۲) مس جسی نندی اور مسز برکت رائے کے نام بھی اس تفصیل میں بیان کرنے کی ضرورت ہے، اول الذکر عموماً مدرسوں میں اردو زبان میں تقریر فرماتی ہیں، اور ثانی الذکر بھی معاشرتی جلسوں وغیرہ میں اردو زبان میں تقریر کرنے کی عادی ہیں۔

اب میں ان خواتین کا تذکرہ کرتا ہوں جن کا کوئی ذکر اس کے پہلے نہیں ہوا ہے، اور ان کو یہاں بحیثیت مقررہ یا خطیبہ تعارف نہ کرانا بڑی فروگذاشت کا موجب ہوگا۔

(۱۳) بیگم بہادر یار جنگ بہادر | قلمرو آصفی بلکہ ہندوستان میں اب

بہادر یار جنگ کو نہ جاننے والا شاید ہی کوئی شخص ہو، آپ کے قومی اور ملکی خدمات اظہر من الشمس ہیں، بحیثیت خطیب اور مقرر جو خداداد جوہر آپ کو حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اسی طرح آپ کی بیگم صاحبہ کو جو آپ ہی کے خاندان کی ایک خاتون ہیں تقریر کرنے کی اچھی عادت ہے، فی البدی برجستہ اور عمدہ تقریر فرماتی ہیں۔

اس موقع پر یہ بھی تذکرہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی تعلیم کسی مدرسہ میں نہیں ہوئی ہے، مشرقی ماحول، مشرقی علوم، مشرقی تمدن میں آپ پروان چڑھی ہیں، مغربی خیالات، مغربی فیشن، مغربی تمدن اور طرز معاشرت سے آپ کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

(۱۴) بیگم خواجہ فیاض الدین صاحب صدیقی (سابق نائب ناظم آبکاری) کا تعارف بھی یہاں ضروری ہے "انجمن سراج الخواتین" کی معتمد کی حیثیت سے آپ کو ہمیشہ تقریر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے آپ بھی ایک قدیم مشرقی اور مذہبی خاتون ہیں، عموماً آپ کی تقریر مذہب اور قرآن کے متعلق ہوتی ہے۔

(۱۵) اسی سلسلہ میں بیگم خواجہ بدرالدین صاحب (معتمد انیس الغربا) کا تذکرہ بھی کیا جا سکتا ہے آپ کو بھی اسی قسم سے مذہبی اور اصلاحی واعظ کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔

(۱۶) محبوب جہاں بیگم (مسز صادق محمود) کو بھی یہاں پیش کرنا ضروری ہے

آپ تعلیم المعلمات میں معلمہ ہیں اور لاسلکی میں بچوں کے پروگرام میں خاص طور پر حصہ لیتی ہیں، روزانہ ان کے لئے قصّے کہانیاں اور دلچسپ باتیں نشر کرنا آپ کے ذمہ ہے۔

(۱۷) بیگم غوث یار جنگ بہادر آپ کی پیدائش حیدر آباد میں ۱۳ صفر ۱۳۱۶ھ کو ہوئی، گھر پر تعلیم ہوئی، دست کاری و پخت و پز سلیقہ شعاری میں بھی مہارت تامہ حاصل ہے، قومی اور ملکی کاموں سے بڑی دلچسپی ہے چنانچہ اپنے شوہر کے ساتھ ناندیڑ رایچور اور گلبرگہ کے قیام میں بہت کچھ عملی کام کیا ہے۔ رایچور میں تربیت گاہ طالبات آپ ہی نے قائم کیا اور اس کو ترقی دی۔ لیڈیز کلب قائم فرمائی۔ گلبرگہ میں بھی ایک زنانہ مدرسہ روضۂ بزرگ میں قائم کیا ہے جہاں جبری تعلیم کا انتظام ہے۔ غرض کہ تعلیم نسواں اور تربیت نسواں سے آپ کو خاص دلچسپی ہے اپنی خانگی کثیر مصروفیتوں کے باوجود شوق اور انہماک سے اس قسم کے کاموں میں حصہ لیا کرتی ہیں، ان کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔ اسی قومی کاموں کے ضمن میں اکثر موقعوں پر آپ کو تقریر کرنے کی ضرورت ہوئی ہے، آپ کی تقریر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"علامہ اقبال مرحوم کی رحلت پر آج دنیا رو رہی ہے جس میں ہم بھی شامل ہیں، اور یہ واقعہ ہے کہ اس ناقابل تلافی نقصان پر جتنا بھی ماتم کیا جائے وہ کم ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ علامہ مغفور گو ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن ان کے علمی خدمات

عرصہ تک ان کے نام کو زندہ رکھیں گی، جگہ جگہ اقبال کا ماتم منایا جائیگا
میں تجاویز سوچے جارہے ہیں۔ مگر اپنی صنف نازک کی مدنظر ریاست
آبدمدت کی حد تک میں کہونگی کہ ہم جابجا طالبات کی ایسی تربیت گاہوں
کا اضافہ کریں کہ تعلیم کے ساتھ لڑکیاں تربیت پاکر صحیح معنیٰ میں بیوی
یا کامیاب ماں بنکر اچھے سپوت ملک میں پیدا کریں تاکہ آج نہیں تو کل
پھر کوئی اقبال کا جانشین پیدا ہوسکے۔"

(۱۸) مسز سروجنی نائیڈو، حیدرآباد کی وہ مشہور ہستی ہے جنکے
متعلق کسی تعریف و توصیف کی ضرورت نہیں ہے، ان کی فصیح و بلیغ
تقریر جو ادب انگریزی کے گران مایہ جواہرات سے مملو ہوتی ہے
تسلسل اور زور بیان کا دریا بہاکر دلوں کو مسخر کرنے اور مجمع پر اثر
کرنے کے لئے جادو اور سحر سے زیادہ زود اثر ہوتی ہے۔
مسز نائیڈو اردو سے اچھی طرح واقف ہیں، روان اردو بولتی ہیں
شعر فہمی اور سخن سنجی کا کافی ملکہ ہے، بعض مرتبہ آپ اردو میں تقریر
فرماتی ہیں آپ کی سب سے پہلی اردو تقریر وہ تھی جو حیدرآباد ایجوکیشنل
کانفرنس کے پہلے سالانہ اجلاس ۱۳۳۴ف ۱۹۱۵ء میں کی گئی تھی، اس تقریر کا
کسی قدر اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔
"بانیان کانفرنس نے اس کانفرنس کے قیام سے بڑی جرات
و ایثار کا نمونہ پیش کیا ہے، اب جو رزولیوشن پیش ہوا ہے، اس سے
ان کے اصلی کام کی ابتداء ہوتی ہے، اس وقت کانفرنس کا بیج بویا

جارہاہے، بیج کا بونا آسان ہے مگر اس کے پھل آنے میں بہت محنت اور عرصہ لگتا ہے، اسی طرح کانفرنس کے نتائج بھی برآمد ہونے کے لئے سچی کوشش اور محنت کی ضرورت ہے، انھیں کانفرنس کے مقاصد عمل میں لانے کے لئے بہت سے مشکلات کا سامنا ہوگا، اور اُن کو لوگوں کے اعتراضات کا نشانہ بننا پڑیگا۔ لیکن ان کو چاہیئے کہ صبرو استقلال سے کام لیں۔ ؎

صبر کن حافظ بہ سختی روز و شب
آخرش روزے بیابی کام را[1]

---

[1] رپورٹ ایجوکیشنل کانفرنس بابتہ ۱۹۲۴ء

صحافت

(النساء، زیب النساء، خادمہ، سہیلی، ہمجولی، سفینۂ نسواں، ناہید وغیرہ)

اخبارات اور رسائل کے ذریعہ بھی زبان کی خدمت ہوتی ہے، اردو زبان کی جو خدمت اردو اخبارات اور رسالے انجام دے رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، اڈیٹر ہونا کوئی معمولی بات نہیں ہے، اس کے لیے وسیع معلومات کے ساتھ ادب کا غیر معمولی ذوق بھی لازمی ہے اخبارات اور رسالوں کا معیار اس کے اڈیٹر کے لحاظ سے ہی قرار پاتا ہے، اگر کوئی اڈیٹر معمولی لیاقت رکھتا ہو تو پھر اس کا اخبار یا رسالہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ بہرحال کسی اخبار یا رسالہ کی اڈیٹری کے لیے بڑی قابلیت کی ضرورت ہے، اور جو اصحاب اس خدمت کو انجام دیتے ہیں وہ زبان کے خدمت گزاروں میں شامل ہونگے۔

ہم اس عنوان کے تحت ان دکھنی خواتین کا تذکرہ کرتے ہیں جنھوں نے اڈیٹر کی حیثیت سے اردو زبان کی خدمت کرنے میں حصہ لیا ہے۔

صغرا بیگم | مدیرہ کی حیثیت سے جن خواتین کا تعارف کرایا جاسکتا ہے ان میں سب سے پہلے صغرا بیگم ہمایوں مرزا کا نام

آتا ہے۔ بیگم صاحبہ نے سنہ ۱۳۳۹ھ میں حیدرآباد سے رسالہ "النساء" جاری کیا تھا۔

یہ رسالہ علمی، اخلاقی، ادبی، تاریخی اور معاشرتی وغیرہ مضامین اور نظموں کا مجموعہ ہوتا تھا۔ مضمون نگاروں میں حیدرآباد اور ہندوستان کے خواتین اور اصحاب دونوں شامل تھے، تین سال تک یہ رسالہ شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد صغرا بیگم کی علالت اور سفر یورپ کے باعث بند ہو گیا، لیکن اس تھوڑی مدت میں بھی اس رسالہ نے عورتوں میں علمی ذوق اور مضمون نگاری کا شوق پیدا کرنے میں کافی حصہ لیا ہے۔

صغرا بیگم کی چیف اڈیٹری میں اب کئی سال سے رسالہ "زیب النساء" لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ بھی علمی اور اخلاقی رسالہ ہے، خواتین اور اصحاب دونوں کے مضامین ہوتے ہیں۔ ہر ہائینس شہزادی درِ شہوار دردانہ بیگم صاحبہ اس رسالہ کی سرپرست ہیں، ہر ماہ ایک ادھ تصویر بھی ہوتی ہے، رسالہ ظاہری اور باطنی خوبیوں سے آراستہ ہوتا ہے

(۲) **بیگم ولی الدین** | مولوی محب حسین مرحوم اڈیٹر معلم نسواں کی دختر اور مولوی ولی الدین صاحب کی رفیق زندگی نے سنہ ۱۳۳۲ھ میں ایک زنانہ رسالہ "خاتون دکن" کے نام سے جاری کیا تھا۔ یہ رسالہ علمی اخلاقی اور مذہبی تھا۔ دو ایک سال تک حیدرآباد سے شائع ہوتا رہا اوسط درجہ کے مضامین ہوتے تھے۔

(۳) **نوشابہ خاتون** | نوشابہ خاتون بی۔ اے (عثمانیہ) کا تذکرہ

گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، آپ کی چیف اڈیٹری میں رسالہ "سہیلی" امرتسر سے شائع ہوا کرتا تھا۔ یہ رسالہ نثر کے اچھے مضامین اور عمدہ نظموں کا مجموعہ ہوتا تھا۔

(۴) **بیگم خویشگی** | بیگم خویشگی (ابوبکر خاں صاحب خویشگی مہتمم دارالطبع جامعہ عثمانیہ) نے رسالہ "ہمجولی" شائع کیا تھا۔ دو سال تک یہ رسالہ آب و تاب کے ساتھ شائع ہوتا رہا، اس میں نظم و نثر کے عمدہ مضامین ہوتے تھے، تھوڑی مدت میں ہی اس رسالہ نے علمی حلقہ میں کافی شہرت حاصل کرلی تھی۔ اور اس کے اعلیٰ مضامین وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت دولہن پادشاہ بیگم صاحبہ نے اسکی سرپرستی قبول فرمائی تھی۔ "ہمجولی" میں تصویریں بھی ہوتی تھی، جو خاص اہتمام سے تیار کیجاتی تھی۔

(۵ و ۶) **صادقہ قریشی و محمودہ اختر** | رسالہ "سفینہ نسواں" کے مجلس ادارت کے دو خواتین صادقہ قریشی صاحبہ اور محمودہ اختر بیگم کا تذکرہ بھی بیان کرنا ضروری ہے حیدرآباد سے یہ رسالہ شائع ہوتا تھا۔ اس کے بعض خاص نمبر نہایت اہتمام سے شائع ہوئے ہیں۔

اس رسالہ کے مضمون نگاروں میں عورتوں کی تعداد خاصی ہوتی تھی

(۷ و ۸) **سکینہ بیگم و جہاں بانو بیگم** | اس موقع پر سکینہ بیگم اور جہاں بانو بیگم کے نام فروگزاشت نہیں کئے

جا سکتے؛ "سب رس" کے مجلس ادارت میں سکینہ بیگم شامل ہیں اور
رسالہ کا حصہ نسواں تمام تر آپ کی نگرانی میں مرتب ہوتا ہے، "نذر دکن"
سب رس ہی کا سالنامہ ہے جو نسوانی مضامین پر مشتمل ہے؛
جہاں بانو بیگم ایم۔ اے۔ رسالہ "ناہید" کو مرتب کرنے میں
حصہ لیا کرتی ہیں، "ناہید" شہاب کا ضمیمہ ہے، اس میں نہ صرف
حیدرآبادی خواتین بلکہ ہندوستان اور ایران سے بھی خواتین مضامین
ارسال کرتی ہیں، "ناہید" کے مضامین بیحد دلچسپ ہوتے ہیں
اسی لئے عورتوں میں نہایت مقبول ہے۔

۹ تا ۱۲

یہاں بعض زنانہ مدرسوں کے میگزنوں کا تذکرہ
نامناسب نہ ہوگا۔ نامپلی ہائی اسکول پھر زنانہ کالج
سے ایک میگزین شائع ہوا کرتا تھا۔ اس کے اداروں میں محمدی بیگم
کا نام خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے، پہلے تو وہ حصہ انگریزی کی
مدیرہ تھیں اس کے بعد چیف اڈیٹری آپ سے متعلق ہوگئی۔
محبوبیہ گرلز اسکول سے بھی ایک میگزین شائع ہوا کرتا تھا۔
اس رسالہ کی مجلس ادارت میں حسب ذیل نام قابل ذکر ہیں:۔

مس اندرا پلے۔
مسز نجف علی خاں۔
دختر ناظر یار جنگ

حیدرآباد کی نسوانی انجمنیں جو "اردو" زبان کی خدمت کر رہی ہیں

اردو زبان کی اجتماعی خدمت انجمنوں کے ذریعہ ہوتی ہے حیدرآباد میں انجمن ترقی اردو سے زیادہ دوسری انجمنیں اور ادارے اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں، اس عنوان کے تحت ہم ان نسوانی انجمنوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اردو کی خدمت گزاری میں مصروف ہیں، ان میں سے بعض تو بلا واسطہ اردو کی خدمت کر رہی ہیں اور بعض بالواسطہ یہ کام انجام دیتی ہیں :

شعبۂ نسوان ادارۂ ادبیات اردو

حیدرآباد کا ادارہ ادبیات اردو اب کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے عموماً علمی دنیا خصوصاً دنیائے اردو اس سے اچھی طرح واقف ہے، اس ادارہ نے مختصر عرصہ میں جو کام کیا ہے وہ دوسری بڑی انجمنوں نے کافی سرمایہ کے باوجود سالہا سال میں نہیں کیا۔ قلمرو آصفی میں صحیح علمی ذوق وشوق اور اردو کا سنجیدہ مذاق پیدا کرنے میں اس نے بہت کچھ حصہ لیا ہے۔ اب تک ساٹھ سے زیادہ کتابیں ادارہ کی جانب سے شائع ہوگئی ہیں، ادارہ کا ارگن "سب رس" حیدرآباد اور ہندوستان میں مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔

اِس ادارہ کی ایک شاخ "شعبۂ نسوان" ہے، جو نسوانی حلقہ میں اُردو کی خدمت کر رہی ہے، اس کے اغراض اور مقاصد "نسوانی دنیا میں علمی و عملی سرگرمی، اور خواتین میں اُردو عام ادب کا صحیح، سنجیدہ اور سلجھا ہوا ذوق پیدا کرنا" ہے۔ اس کی مزید توضیح اس طرح کیجاتی ہے۔

(۱) تقسیمِ عمل سے آسانی کار پیدا کرنا۔ (۲) مختلف خیال و نقطۂ نظر کی خواتین کا تعاون و مشورہ حاصل کرنا (۳) ہمدردان اور رفیقان کار کی توسیع (۴) عملی معاملات میں مشورہ کے لئے ایک صاحب الرائے جماعت کی فراہمی۔

یہ انجمن نومبر ۱۹۳۸ئہ میں قائم ہوئی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں ماہوار علمی جلسوں کے علاوہ ایک عام جلسہ بھی کیا گیا ہے۔ کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن کی مختصر صراحت کی جاتی ہے:-

(۱) "نذرِ دکن" اس شعبہ کی یہ پہلی کتاب ہے، جس میں خواتین حیدرآباد کے مختلف مضامین شائع کئے گئے ہیں، دراصل یہ ماہنامہ سب رس کے سالنامہ کا نسوانی ضمیمہ ہے جو کتابی صورت میں شائع ہوا ہے۔

(۲) "رسن کی بپتا" لطیف النساء بیگم بی۔ اے کی تصنیف ہے جس میں اُمورِ خانہ داری وغیرہ کی تفصیل نہایت شرح و بسط سے کی گئی ہے۔

(۳) "سوتیلی ماں" رابعہ بیگم کی تصنیف ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے

کہ سوتیلی ماں کے کیا فرائض ہیں اور اس پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔
اور اس کو کیا سمجھا جاتا ہے۔
(۴) "آزاد" جہاں بانو بیگم یم۔ اے کی قابل قدر تصنیف ہے
جو مولانا محمد حسین آزاد کے حالات اور تصانیف پر تنقید وغیرہ پر مشتمل ہے۔
دراصل یہ کتاب جہاں بانو بیگم کا وہ مقالہ ہے جو "یم۔ اے کے امتحان
کے لئے انہوں نے مرتب کیا تھا۔
(۵) "رسائل طیبہ" مرحومہ طیبہ بیگم کے مضامین، خطوط وغیرہ کا
مجموعہ ہے۔

اس شعبہ کی جانب سے کئی ایک "مدارس تعلیم بالغان کے لئے
بھی قائم کئے گئے ہیں۔ جہاں ہفتہ میں تین روز ناخواندہ بڑی عمر کی
عورتوں کو اردو کی تعلیم دیجاتی ہے، آیندہ اس قسم کے مدرسوں
میں اضافہ کیا جائیگا۔

اس ادارہ کے صدر رابعہ بیگم ہیں جو حیدرآباد کی تعلیم یافتہ
معزز خاتون ہیں جن کے دل میں درد ہے اور اچھا علمی ذوق رکھتی
ہیں۔ اور سکریٹری کے فرائض سکینہ بیگم انجام دیتی ہیں جو طیبہ بیگم مرحومہ
کی دوسری دختر ہیں، علمی ذوق وشوق اور ملک کی خدمت گزاری
آپ کو گویا ورثتاً ملی ہے، سچے جوش اور خلوص دل کے ساتھ آپ
ادارہ کی خدمت انجام دے رہی ہیں، ان کے علاوہ شعبہ کے مجلس
انتظامی میں حسب ذیل خواتین شامل ہیں جن کا علمی مذاق اور انہماک

قابل تقلید ہے :-

(۱) جہاں بانو بیگم یم - اے - (۲) لطیف النساء بیگم یم - اے -

(۳) سارہ بیگم - (۴) بشیر النساء بیگم -

بہرحال اُردو زبان کی خدمت اس انجمن کا خاص مقصد ہے اور اپنے مقصد کی تکمیل میں مصروف ہے -

(۲) بزم نسواں | اُردو زبان کی خدمت کرنے والی دوسری انجمن بزم نسواں ہے اس انجمن کے مقاصد حسب ذیل ہیں -

(۱) خواتین کی ہر جہتی ترقی کے لئے جد و جہد کرنا -

(۲) خواتین کے لئے علمی ترقی کے مواقع فراہم کرنا -

(۳) اُردو ادب کی ترقی کے لئے ہر ممکنہ کوشش -

(۴) معاشرتی خرابیوں کا انسداد -

(۵) ملک میں دیسی صنعت کو رائج کرنا -

ان مقاصد کی تکمیل کے لئے چند شعبوں کے تحت کام جاری ہے، شعبہ تحریر، شعبہ تقریر، شعبہ کتب خانہ، شعبہ دستکاری و پکوان۔ اِس انجمن کی جانب سے ماہوار ایک رسالہ مرتب ہوتا ہے جسمیں اوسط درجہ کے مضامین ہوتے ہیں، چونکہ انجمن کا سرمایہ اس کا کفیل نہیں ہے کہ رسالہ طبع کیا جائے اس لئے فی الحال قلمی مرتب ہوتا ہے، شعبہ تقریر کے تحت ہر ماہ ایک جلسہ کیا جاتا ہے جس میں عورتیں تقریر کرتی اور مضامین سناتی ہیں۔ انجمن کے کتب خانہ میں اُردو کی کتابیں جمع

کی جا رہی ہیں چند ماہوار زنانہ رسالے بھی آتے ہیں۔ یہ رسالے گشت کے ذریعہ ارکان میں مطالعہ کئے جاتے ہیں۔

سالانہ جلسہ کے موقع پر دست کاری کی نمائش ہوتی ہے، پکوان کی عملی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

انجمن کی معتمد ذاکرہ بیگم بنت فضل اللہ احمد صاحب معتمد اردو گشتی کتب خانہ ہیں۔ اگرچہ یہ انجمن بھی دو تین سال سے قائم ہے مگر اُردو زبان کی اچھی خدمت انجام دے رہی ہے۔

(۴) انجمن حیات طیبہ | اس انجمن کے مقاصد کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ "طبقہ اناث میں جو امت محمدیہ کی آئندہ نسلوں کی ذمہ دار ہے۔ اسلامی تعلیم و تمدن کی ترویج کی جائے جسے وہ شعار اغیار کی تقلید میں بھولتی جا رہی ہیں۔ چونکہ قرآن کریم اسلامی تعلیم کا معدن ہے اس لئے یہ سب سے زیادہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کی رغبت دلائی جائے اور اس کے اصولوں کو واضح طور پر سمجھایا جائے۔ احادیث نبوی صلعم اور اسوہ حسنہ کی تلقین کی جائے۔ وعظ اور پند و نصائح۔ ذکر و اذکار کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ بزرگان دین کے حالات زندگی بیان کئے جاتے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ ہماری دینی و دنیوی بہتری و نجات اسی میں ہے کہ اس مبارک تعلیم پر عمل پیرا ہوں اور بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ انسان کو دنیا میں کیسے زندگی

بسر کرنا چاہیئے۔ حقوق اللہ کیا ہیں اور حقوق العباد کسے کہتے ہیں۔ انجمن کے مقاصد میں یہ بھی ہے کہ اسلامی عقائد کی روشنی میں وہ ان چیزوں کی حقیقت اور ان حقوق کی طرف جو اسلامی تعلیم کا جزو لاینفک ہیں توجہ دلائے۔

انجمن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عورتوں کو وہ بھولا ہوا سبق پھر سکھایا جائے کہ مسلمان عورتوں کی کیا شان ہوتی تھی وہ کیسی مائیں ہوتی تھیں جن کے قدموں کے نیچے جنت بتائی گئی ہے۔ جو اپنے بچوں کو خود دار اور غیور زندگی بسر کرنا سکھاتی تھیں۔

انجمن کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ ضرورتمند غریب مسلمان عورتوں کو اپنے زور بازو سے کمائی کے طریقے سکھائے تاکہ وہ باعزت رہ کر روزی کما سکیں اور اپنے ہمت و حوصلہ اور قوت بازو سے افلاس کو دور کر سکیں۔ بار قرض سے بچ سکیں۔ چنانچہ اس غرض سے انجمن کے زیر انتظام گھریلو صنعتوں کا ایک مدرسہ خیریت آباد میں کھولا گیا ہے جس میں ضرورت مند بہنوں کو دستکاری مثلاً سلائی ڈیکوان وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے اور ان کی تیار کردہ چیزوں کی فروخت کا انتظام کیا جاتا ہے اسکے علاوہ ان کو پند و نصائح کے ذریعہ۔ اوہام۔ شرک اور مخرب الاخلاق باتوں سے بچانیکی کوشش کی جاتی ہے۔

اس انجمن کا جلسہ مہینہ میں ایک مرتبہ ماہ ہلالی کے پہلے دوشنبہ کو چار بجے ہوتا ہے اس انجمن کی روح رواں قیصری بیگم اہلیہ مولوی

عبدالرب صاحب اسسٹنٹ انجینئر تعمیرات ہیں۔ انجمن کے انتظامی ارکان حسب ذیل ہیں:۔

صدر انجمن۔ بیگم نواب سرامین جنگ بہادر
نائب صدر بیگم صوفی صاحب (بادشاہ بیگم صاحبہ ایم۔اے)
معتمد و خزانہ دار بیگم مشتاق احمد خاں صاحب (ایجنٹ نظام ریلوے)
مددگار معتمد نام دار النساء بیگم

اراکین

کشور جہاں بیگم، محمدی بیگم بی۔اے (عثمانیہ) قیصری بیگم، طیبہ بیگم

اس انجمن کی پوری کارروائی اردو میں ہوتی ہے تعلیم بالغان کا بھی انتظام ہے۔

(۴) انجمن سراج الخواتین ایک اور انجمن، انجمن سراج الخواتین ہے اس انجمن کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ قرآن شریف اور حدیث کی تعلیم اردو زبان میں دی جائے، اس کے کئی ذرائع اختیار کئے گئے ہیں، ماہوار لکچر ہوتے ہیں، ہفتہ وار درس ہوتا ہے، مختلف رسالے (پمفلٹ) شائع کئے گئے ہیں، درس کا امتحان بھی ہوتا ہے۔

بیگم خواجہ فیاض الدین صاحب اس کی سکریٹری ہیں، نوعمر اور سن رسیدہ دونوں قسم کی خواتین اس میں حصہ لے رہی ہیں۔

لکچر اخلاقی اور مذہبی موضوع پر ہوتے ہیں۔

(۵) انجمن خواتین دکن اگرچہ اس انجمن کے مقاصد اردو سے متعلق نہیں ہیں مگر انجمن کی تقریریں اردو زبان میں ہوتی ہیں گویا انجمن کی زبان اردو ہے، اس انجمن میں بیرون ہند کے کئی اصحاب مختلف عنوان پر تقریر کر چکے ہیں۔

صغرا بیگم ہمایوں مرزا جیسی ہمدرد اور مستعد خاتون اس کی صدر ہیں اور سکریٹری کے فرائض بیگم جمیل الرحمٰن صاحب کے تفویض۔ انجمن کے تحت چند مدارس بھی ہیں جہاں اردو میں تعلیم ہوتی ہے۔

(۶) انجمن ترقی تعلیم و تمدن نسوان حیدرآباد کی نسوانی انجمنوں میں یہ انجمن بھی نام آور ہے سالانہ عظیم الشان پیمانہ پر اس کے اجلاس ہوا کرتے ہیں، حیدرآباد کی کوئی معزز خاتون جلسہ کی صدر ہوتی ہیں، تحریکات منظور کئے جاتے ہیں، بعض خطبات صدارت اردو میں ہوئے ہیں۔ اکثر تقریریں اردو میں ہوتی ہیں، جن خواتین نے صدارت کے فرائض انجام دئے ہیں، ان میں سے بعض کے اسما حسب ذیل ہیں:-

ہر ہائنس شہزادی درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ، شہزادی نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ شہزادی جہاندار النساء بیگم صاحبہ، لیڈی حیدری، رانی صاحبہ ونپرتی وغیرہ۔

خواتین برار کی شاعری اور نثر نگاری

حیدرآباد کے بعد خواتین برار کی نظم و نثر کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں، افسوس ہے کہ محدود معلومات کی بناء پر پوری تفصیل نہیں کی جا سکتی، مگر مختلف رسالوں میں جن خواتین کی نظم و نثر کا حال دستیاب ہوا ہے، اسی کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ چونکہ ہمارا مقصد تذکرہ نویسی نہیں ہے بلکہ خواتین کی اردو کی خدمت گزاری کی صراحت مقصود ہے اس لئے جن خواتین کا تذکرہ صفحات آئندہ میں ہوگا وہ ناکافی نہیں کہا جا سکتا۔

بغدادی بیگم ایلچ پور آپ کا وطن ہے، قاضی قیام الدین صاحب کی دختر ہیں، آپ کی عربی، فارسی، اردو قابلیت مسلمہ ہے، شاعری کے لحاظ سے مشہور ہیں، جذبات نگاری میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ رسالہ عصمت کی خاص مضمون نگار ہیں، نمونہ ملاحظہ ہو

جس کو سرشار وفا آئے نظر کل کائنات ۔۔۔ یاد کیوں آئے اسے ماں باپ کا سونا دیا

اس بلند پروازی تخیل پہ تیرے نثار ۔۔۔ صد ہزاراں گوہر دیا قوت رہانی کروں
یا کروں قربان تیرے ہر شوق پہ جاں اک با ۔۔۔ عمر بھر یا آستاں کی تیرے دربانی کروں

---

[1] عصمت

خورشید آرا بیگم | قاضی محمد قیام الدین صاحب کی دختر بغدادی بیگم کی بہن ہیں، پنجاب یونیورسٹی کی منشی فاضل اور ادیب فاضل ہیں، آپ کو بھی شاعری کا اچھا ذوق ہے، فارسی سے بڑی دلچسپی ہے اکثر فارسی میں شعر کہتی ہیں، اردو نظم گوئی میں بھی ید طولیٰ حاصل ہے، اردو شعر بھی زیادہ تر فارسی آمیز ہوتے ہیں:

آپ کی شاعری کے متعلق راذق الخیری صاحب اڈیٹر رسالہ عصمت کے خیالات حسب ذیل ہیں:-

"خورشید آرا بیگم گنتی کے اُن چند خواتین سے ہیں جن کی شاعرانہ قابلیت ہندوستانی خواتین کے لئے باعث فخر کہی جا سکتی ہے۔ ان کی بلند پایہ موثر نظمیں باوجودیکہ ان میں فارسی عنصر غالب ہوتا ہے نسوانی حلقہ میں پسندیدگی اور قدر و وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں، پُرشکوہ الفاظ میں مناظر قدرت کی مصوری جذبات کی ترجمانی درد و اثر سوز و گداز ان کی نظموں کی خصوصیات ہیں۔"

(رسالہ عصمت بابتہ جولائی ۳۳ء صفحہ ۱)

عصمت، شہاب، سفینۂ نسواں وغیرہ رسالوں میں آپ کا کلام شائع ہوا کرتا ہے نمونہ حسب ذیل ہے:

فلک کی نیرنگیوں پہ قسمت سرشک خونیں بہا رہی ہے
مشیت ایزدی کی قوت، نقوش ارماں مٹا رہی ہے

بشر ہے مجبوریاں بداماں، کشاکش روزگار ساماں
بہ شعبدہ زار حزن و حرماں اثر کی تشنہ دعا رہی ہے

سکوں کا شیرازہ آہ برہم ہے مسرت کی چشم پرنم
عدم کی جانب رواں ہیں ہر دم حیاتِ مشق فنا رہی ہے

قیام کی جس کو ہو ضرورت ہو زندگی جس کی وجہ راحت
اجل اسے کھینچتی ہے حسرت جفا بدامن قضا رہی ہے

ہیں حال زیست سال خوردہ تہ زمیں ہیں نہاں تازہ
شکستہ ہے ساغر تمنا، قضا دستِ ستم غم پلا رہی ہے [1]

اے تغافل کیش اے خاتون مسلم ہوشیار — ہو گئی رخصت جہالت کی شبِ تاریک و تار
سینۂ مشرق ضیائے صبح سے ہے رشکِ طور — مل رہی ہے طالبوں کو علم کی راہ ظہور

دیکھ ناداں ہے جرس آئینہ دارِ ارتعاش
بانگِ رنگیں ذرا بیدار کر دے تجھکو کاش

برق رفتارِ مجسم ہو گئے ہیں کارواں — جانب منزل ہوئے ہیں بادبانی سے رواں
ہیں حدی خوان ترقی رہ نوردانِ علوم — چھوڑ کر زندانِ غفلت توڑ کر بندِ رسوم

نبض میں تیری نہیں پر زندگانی کا لہو
شوقِ منزل ذوقِ بیداری سے ہے بیگانہ تو [2]

صدیقہ سلطان احمد | آپ کا وطن بھی براڑ ہے، زنانہ رسالوں میں مضامین شائع ہوتے ہیں۔

---

[1] عصمت۔
[2] طویل نظم ہے جو نوائے راز کے نام سے رسالہ سفینۂ نسواں میں شائع ہوئی ہے۔

"تعلیم نسواں کے بعد سب سے اہم کام جو انجام دیسکتے
وہ اصلاح رسوم ہے جس قدر اسلام نے رسوم کے بُت کو
توڑا تھا اسی قدر ہندوستانی مسلمانوں میں اب رسوم
کی شدت ہے، کوئی ایسی بری رسم نہیں جو مسلمانوں میں
اور خاص کر مسلمان عورتوں میں نہ پائی جاتی ہو، شرک،
قبر پرستی، اور پیر پرستی کا جس قدر مہلک اور تباہ کن اثر
مستورات پر ہو رہا ہے وہ بیان سے باہر ہے[1]"

طاہرہ حسنین طاہرہ حسنین، امراؤتی میں رہا کرتی ہیں، عصمت کی
مضمون نگار ہیں۔ نمونہ نثر حسب ذیل ہے:۔

"عرفی شیرازی نے اپنی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے
کہ شاعرانِ بلند مرتبت نے جو اچھے اچھے خیالات ظاہر
کئے ہیں۔ یہ ازل میں مجھ سے سنکر لے اڑے، اور
یہاں آکر ظاہر کر دئے ہیں، اگر ایسا ہی کچھ یہ معاملہ ہے تو
خیر بیچارے میر سوز جنت آشیانی ہو گئے، اُن کا ثواب حشر
ہی میں فیصلہ ہوگا۔ البتہ مدیرہ صاحبہ اس پر روشنی ڈالیں
اور حضرت اکبر سے اس غزل کی دست برداری کا اعلان کروا کر
ہم کو شبہ اور غلط فہمی سے بچالیں[2]"

---

[1] النساء۔ [2] عصمت فروری ۱۹۳۱ء

خواتین مدراس کی اردو شاعری اور نثر نگاری

ہندوستان کے دوسرے حصوں کی طرح مدراس کی خواتین میں بھی بیداری پیدا ہو چکی ہے، علم و فن میں طرۂ امتیاز حاصل کرنا اُن کیلئے آسان ہو رہا ہے۔

لیکن چونکہ مدراس میں اُردو زبان عام طور سے فروغ نہیں ہے، اس لیئے کسی غیر مسلم خاتون کے متعلق ہمارے پاس کوئی مواد نہیں ہے۔ جو کچھ ذخیرہ ہم کو دستیاب ہوا ہے وہ صرف مسلم خواتین کی حد تک ہے۔

خواتین مدراس کی اُردو کے تذکرہ میں ہم کو دورِ موجودہ سے پہلے گزشتہ زمانہ کے کارناموں کے متعلق بہت کم علم ہے، ہم صرف ایک خاتون کی نثر کا نمونہ پیش کر سکتے ہیں، جو تیرہویں صدی ہجری سے تعلق رکھتی ہیں۔

حسینہ بیگم مرحومہ | آپ قاضی بدر الدولہ کی دختر تھیں ۱۲۶۳ھ میں تولد ہوئیں اور ۱۳۰۸ھ میں انتقال ہوا۔

عربی، فارسی کی اعلیٰ قابلیت تھی مدارج سلوک بھی طے کئے تھے سلیقہ شعاری، تربیت اولاد وغیرہ میں بے مثل تھیں۔ حسینہ بیگم نے "مسواک" کے متعلق احادیث کا اُردو ترجمہ کیا تھا جس کو انجمن

اصلاح العشیرہ حیدرآباد نے ۱۳۴۸ھ میں شائع فرمایا ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

"روایت ہے عباس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمائے، اگر نہیں شفقت جانتا اُمت پر میرے، ہر آئینہ
فرض کرتا میں اُنہوں پر مسواک نزدیک ہر نماز کے جیسا کہ
فرض کیا میں اپنا اُنہوں کے وضو کے تئیں، روایت کیا
اس کو طبرانی نے۔"[1]

اس کے بعد اب ہم چودہویں صدی ہجری کی خواتین کا تعارف کراتے ہیں، اس دور میں خواتین مدراس نے بھی نظم و نثر نگاری میں خاصی ترقی کی ہے، ان کی نظم اور نثر کسی حیثیت سے شمالی ہند کی اردو سے کم نہیں ہے، بلکہ بعض خواتین تو اردو زبان کی مایۂ ناز کہی جاسکتی ہیں۔

عباسی بیگم مرحومہ

عباسی بیگم کے والد صوبہ مدراس کے باشندے تھے، اور صوبہ مدراس میں تعلیم نسواں کے بانی کی حیثیت سے اُن کا تعارف کرایا جاسکتا ہے، اُنھوں نے اپنی لڑکیوں کو بہت اچھی تعلیم دلائی تھی، چنانچہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ عباسی بیگم دنیائے اردو میں نام آور ہوئیں۔ ۱۹۲۸ء میں عباسی بیگم کا انتقال ہوا۔ ایک عرصۂ دراز تک وہ اردو علم ادب کی خدمت

---

[1] رسالہ مسواک ص ۳

کرتی رہی ہیں، تہذیب، ظل السلطان، مخزن، خاتون، النساء، زمانہ اور تاج وغیرہ میں ان کے بیشبہا مضامین اور عمدہ نظمیں شائع ہو کر مقبولیت حاصل کرتے رہے ہیں "گل صحرا" ان کی مشہور تصنیف ہے۔

نظم و نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

خدا خدا کر
خودی سے باز آنہ خوار ہو خدا کے بندے خدا خدا کر
خدا کا رستہ ہے صاف سیدھا ادب سے چل سر جھکا جھکا کر

کہاں وہ علم و ہنر کے بانی کدھر تغلق کدھر کیانی
کہاں وہ علم و ہنر کے بانی کدھر تغلق کدھر کیانی
ہوئے ہیں زیر زمیں وہ پنہاں نشان ہستی مٹا مٹا کر

عجب ہیں قدرت کے کارخانے عجب ہے کچھ اسکی بے نیازی
عجب ہیں قدرت کے کارخانے عجب ہے کچھ اسکی بے نیازی
عدم سے لایا کبھی بنا کر کبھی بگاڑا بنا بنا کر

کہاں وہ دولت کہاں حمیت کہاں وہ ہمت کے کارنامے
کہاں وہ دولت کہاں حمیت کہاں وہ ہمت کے کارنامے
ہماری ہستی لے ہائے ہم کو گھٹایا آخر بڑھا بڑھا کر

کہاں ہے عباسیوں کی شوکت کہاں ہے عثمانیوں سطوت
کہاں ہے عباسیوں کی شوکت کہاں ہے عثمانیوں سطوت
گئے ہیں راہِ خدا میں سارے سروں کو اپنے کٹا کٹا کر

علوم قبضے میں جنکے تھے سب جہاں پہ قبضہ تھا جن کا بالکل
علوم قبضے میں جنکے تھے سب جہاں پہ قبضہ تھا جن کا بالکل
ہوئے ہیں محروم علم سے وہ خزانے اپنے لٹا لٹا کر

اٹھو بڑھو اب کرو نہ سستی رہے بہت محو خواب غفلت
اٹھو بڑھو اب کرو نہ سستی رہے بہت محو خواب غفلت
بہت سی طے کرنی ہیں منازل قدم بڑھاؤ جما جما کر

پھریں ہمارے بھی دن الٰہی کہ سب یہ جاتی رہے تباہی

ہاں پہ لہرائے اپنا پرچم عروج اپنا دکھا دکھا کر
یہی ہے عباسی ہم کو حسرت یہی ہماری ہے رب ہے خواہش
کہ قوم سرسبز ہو ہماری جہاں پہ سکّہ جما جما کر[1]

نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے :۔

"کملا تو مرجھا کیوں گئی؟ میری چندا روپ کملا! تو نڈھال کیوں ہوگئی؟ میں سمندھن سے پوچھونگی امراؤ سنگھ تیرے پتی سے پوچھونگی کہ تجھے کس نے مرجھایا کس نے دکھ دیا؟
کملا کمزور لہجے میں، میری ماتا، میری گنگا دیبی، میری بھاگیرتی، آہ یہ مجھ سے نہ پوچھو، میں مرجھا گئی تو اس کا سبب بھی تھا، بہار پر خزاں مسلط ہے، چاند پر بدلیاں بھی محیط ہوا کرتی ہیں، میری ماں! آہ مجھ سے نہ پوچھو[2]"

رابعہ سلطانہ بیگم عباسی بیگم کی بہن رابعہ سلطانہ بیگم بھی قابل تذکرہ ہیں، بہن کی طرح ان کو بھی اُردو سے دلچسپی تھی، تہذیب وغیرہ رسالوں میں ان کے مضامین شائع ہوتے اور پسند کئے جاتے تھے، افسوس ہے کہ ان کی نثر اس وقت دستیاب نہ ہوسکی۔

خاندان شاطر "مدراس میں اُردو" میں حضرت شاطر کا مفصل تذکرہ ہوچکا ہے، خاندان شاطر کی خواتین کو بھی شاعری سے

---

[1] رسالہ تاج حیدرآباد۔
[2] تذکرہ جمیل حصہ اول۔

دلچسپی ہے۔ فارسی اور اردو میں بہت اچھا کلام موزوں کرتی ہیں،
اِس موقع پر مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے جو رسالہ معارف میں شائع ہوئی
تھی قابلِ تذکرہ ہے۔

"مدراس میں جو سب سے عجیب چیز دیکھی وہ ایک" شاعری کا
گھرانہ" تھا شاطر صاحب کے والد مرحوم فارسی کے صاحب دیوان شاعر
تھے، شاطر صاحب خود اردو اور فارسی کے برجستہ گو شاعر ہیں، ان کی اہلیہ
محترمہ اور ان کی دو صاحبزادیاں بھی فارسی کی شاعرہ ہیں شاطر صاحب
نے فرمائش کی کہ میں اُن خواتین کو مصرع طرح دوں، چنانچہ اپنی واپسی
کی مناسبت سے حافظ شیرازی کا یہ مصرع زبان پر آیا:

بہ شہر خود روم و شہر یار خود باشم

دو تین گھنٹے کے بعد اُن کی اہلیہ نے اس پر تین شعر، اور انکی
چھوٹی صاحبزادی نے پانچ شعر کہکر بھیجے، میں دیکھکر دنگ رہ گیا،
بڑی صاحبزادی نے ایک اور طرح امتحان دینا منظور کیا کہ نثر میں
کوئی واقعہ ان کے حوالہ کروں، وہ اس کو نظم کر دیں گی میں نے
سیرۃ النبیؐ حصہ دوم سے حضرت جابرؓ اور اُن کے یہودی قرضخواہ
کا واقعہ نکالکر دیا، تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے اس واقعہ کو
شاہنامہ کی بحر اور زبان میں مثنوی کے دس پندرہ شعر میں نظم
کر کے بھیجدیئے، نثر میں پہلا فقرہ یہ تھا" حضرت جابرؓ روایت
کرتے ہیں" انھوں نے نظم میں ادا کیا:

روایت کند جابر نامدار

آج ہندوستان میں عورتوں کی نفس فارسی تعلیم کیاب ہے، پھر فارسی میں شعر کہنا اور اس طرح فی البدیہہ شعر کہنا کس درجہ حیرت انگیز ہے، اور یہ سب پرانی طرز تعلیم کے ساتھ انجام پایا ہے؛

بارك الله فی بیت العلم هذا[1]

ان خواتین کے امتحان کا یہ پہلا یا آخری موقع نہیں ہے، اس قسم کے بارہا موقع ہوئے ہیں، بہرحال خاندانِ شاطر کی خواتین صوبہ مدراس کی قابل ترین خواتین ہیں جن کی شاعری بلند پایہ اور قابلیت مسلمہ ہے۔

چونکہ ہم کو فارسی شاعری سے اس وقت کوئی بحث منظور نہیں ہے اس لئے اردو شاعری کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

حبیب | حضرت شاطر کی شریک زندگی ہیں، آپ کی تعلیم کسی مدرسہ کی منت پذیر نہیں ہے، حبیب آپ کا تخلص ہے

کلام کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

کرو تو چشم کو وا آج یا اولو الابصار — سنو آتی ہے چمنستان میں نرگس بیمار

ہوئے ہیں ناز سے غنچے بھی محو آرایش — لبھائے لیتی ہے دل شاخ تار و نکی بہار

ہر اک طرف گل نرگس تو اک طرف سوسن — ہر ایک سمت کو لالے کی لال لال قطار

: : : : : : : : :

---

[1] معارف نومبر ۱۹۲۵ء

لگے گلاب کے ہیں پھول ایسے گلشن میں — گلِ حدیقۂ جنت ہیں جن پہ چمن سے نثار
کھڑا ہے ناز سے سروِ چمن بصد انداز — وہ مدعی ہوں کہ مجھکو ملی ہے قامتِ یار
خزاں کے پاؤں سے سبزہ ہوا تھا جو پامال — یہ کہہ کے اُٹھا ہے زندہ رہے سیج بہار
یہ موتیا کے ہیں گچھے کہ دستِ قدرت نے — جڑے درخت بلوریں میں ہیں دُرِ اسکور

بنا ہے گلشنِ بے خار آج ریگستان — وہ دیکھو آئی زمینِ عرب پہ آئی بہار
ہر ایک ذرہ یہاں کا ہے نازشِ خورشید — ہر ایک قطرہ ہے مانندِ دیدۂ بیدار
کس کے سجدے کو اصنام سر کے بل ہیں گرے — صنم پرستوں کے چہروں پہ چھا گیا ہے غبار
بسانِ گریۂ مسکین ہے آج شیرِ فلک — نہیں ہبل کو لرزش سے ایک آن قرار
ہر ایک گوشہ عرب کا ہے آج خلدِ نمو — ہر ایک ذرہ وہاں کا ہے اک تجلی زار

آثمہ

حضرت شاطر کی بڑی دختر، آپ اپنے شوہر کے ساتھ قلمرو آصفیہ میں قیام پذیر ہیں، آپ کی ایک نظم کا کچھ انتخاب پیش ہے۔

صحت کی سناتی ہوں حقیقت — جسکی ہے ہمیں بڑی ضرورت
ہیں نعمتیں حق کی یوں تو بسیار — ہر چیز بجائے خود ہے نعمت
لیکن ہے بشر کی زندگی کا — اک جزوِ عظیم مال و صحت
بنیاد ہیں خانۂ بدن کی — لاریب یہ صحت اور دولت
گویا ہیں ستون یہ دونوں اشیاء — قائم ہے اُنہیں سے یہ عمارت
پھر بھی جو کرو توازن اُن کا — صحت کو ہے مال وزر پہ سبقت

ہو کوئی امیر یا ہو مفلس — صحت کی ہر اِک کو ہے ضرورت

.. ..

پانی کا ہوا انتظام معقول — سرکار سے اِس کی ہو اعانت
نگرانی ہو ڈاکٹر کی ہر دَم — قصاب حریص پر یہ شدت
واسطے نہ کبھی مریض بکرے — ہرگز نہ ہو اس میں کچھ رعایت
پابند ہو اس اصول کا جو — تا دیر رہیگا وہ سلامت

ہے مختصر یہ کلام آئشہ
صحت ہے تو ہے ہزار نعمت

[...]یا | حضرت شاطر کی چھوٹی دختر مسز عظیم کا کلام حسب ذیل ہے۔ یہ نظم
[...]ں انڈیا ویمینس کانفرنس کے جلسہ ششم (۱۹۳۱ء) میں سنائی گئی تھی۔

[...]ج کیوں ہند کو ہے خطۂ مدراس پہ ناز — کیوں یہ آراستہ ہے آج بصد زیب طراز
[...]لی آمد پہ ہے یہ جوش و طرب چار طرف — شہر میں ہوتا ہے اس شان سے کس کا اعزاز

.. ..

[...]شیں تجھکو خبر کیا نہیں حیراں کیوں ہے — لے یہ سن آتی ہے ہاتف کی بھی اس دم آواز
[...]د کے طبقۂ نسواں کی جو ہے کانفرنس — اس کے اجلاس ششم کا یہ ہوا ہے آغاز
[...]ب ہو کے نمایندے وہ آئے ہیں یہاں — ہند کا جن میں ہے ہر ایک جگر گوشۂ ناز
[...]ت قوم میں جھیلی ہیں صعوبات سفر — آئے کس شوق سے طے کر کے رہ دور و دراز
[...]ت قوم کی ہر اک کے ہے سینہ میں اُمنگ — ہے قدم رہبری سعی میں گرم تک و تاز

سب شگفتہ رخ و خنداں لب و بیدار دماغ — سب کے سب اہل دل و دیدہ ور و نکتہ نواز
سب ہیں اس بزم میں سرشاریِ حبِّ وطن — یاں نہیں دخل نے و چنگ و شراب شیراز

. . . .

ناخنِ فکر سے سلجھائیں وطن کے عقدے — رہے سر رشتۂ امید وطن اُن سے دراز
اے ضیاؔ تا بہ کجا نازش و فخر و دعوے — ہاں زباں اب ہو با ہنگ دعا نغمہ طراز

اب کہاں ذوقِ طلب اور وہ بیصبری شوق
خضر جویا ہیں انہیں پھر کوئی موسیٰ نہ ملا

بجلیاں حسن نظر سوز کی ہیں اب بھی نہاں
ہاں تجھے حوصلہ چشم تماشا نہ ملا

زندگی اس کی ہے برباد بگولے کی طرح
جس کی آنکھوں کو ترا نقش کفِ پا نہ ملا

غرقِ عصیاں کو ملا مژدۂ حسنِ فرجام
تیرے اقدام کے صدقے تجھے کیا کیا نہ ملا

میرے ساقی ادھر آ، پھر بہارِ جانفزا آئی
گلستاں سے پھر آتی ہے نوائے نغمہ پیرائی
خوشی کا گاتے ہیں پھر گیت مرغانِ ہوا مل کر
نشاط انگیز ہے پھر فصلِ گل کی جلوہ فرمائی

یہ کیسا نوبہار آب کے پیام زندگی لائی
کہ ابھرے خاک کی چٹکی سے آثار مسیحائی

حجاب امتیاز

والد کا نام مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم، والدہ عباسی بیگم مرحومہ امتیاز علی صاحب تاج کی شریک زندگی۔ والد صوبہ مدراس کے باشندے تھے، کچھ عرصہ کے لیئے انہوں نے حیدرآباد میں بھی بود و باش اختیار کی تھی، علامہ سید علی بلگرامی جب یہاں معتمد تعمیرات تھے تو مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم ان کے پرسنل سکریٹری تھے، ان کے حیدرآباد کے زمانہ قیام میں حجاب امتیاز پیدا ہوئیں، پھر مدراس میں ان کی پرورش اور تعلیم ہوئی، اب آب و دانہ نے انہیں جنوب سے شمال میں پہونچا دیا ہے، لاہور میں تاج جیسے ادیب کی رفیق زندگی ہیں۔

مسز حجاب امتیاز کی تعلیم و تربیت زیادہ تر مشن کے اسکولوں میں ہوئی، اس لیئے انگریزی معاشرت سے پوری طرح واقف ہیں، ہوائی جہاز رانی میں آپ نے خاصی مہارت حاصل کرلی ہے، ہندوستان کی آپ پہلی مسلم خاتون ہیں جنھوں نے یہ امتیاز حاصل کیا ہے۔

والدہ کی خاص تربیت اور تعلیم کے باعث آپ کو کم سنی سے ہی اردو مضمون نویسی کا شوق پیدا ہوگیا، اب تو آپ نے اردو کی ادبی دنیا میں کافی شہرت و امتیاز حاصل کرلیا ہے، ادب لطیف اور حزنیہ نگاری میں آپ کے قلم نے خوب خوب روانی دکھائی ہے۔ ہندوستانی

مسلم خواتین میں شاید ہی کوئی آپ کی مدمقابل ہوسکتی ہے۔ اب تک پانچ چھ کتابیں آپ کے مضامین کی شائع ہوچکی ہیں آپ کے زور قلم کا نمونہ حسب ذیل ہے:-

"میں جانتی ہوں کہ تم کو سمندر کے نیلگوں پانیوں اور سفید موجوں سے عشق شدید تھا! خوبصورت دھوپ اور نرم چاندنیوں سے تمہیں روحانی سرور حاصل ہوتا تھا! شاعر کے گیت اور فاختاؤں بلبلوں کی آشیانے درد واقف کا حیات عشق کی صدائیں تمہیں بے خود بنا دیتی تھیں! غروب وطلوع کے نظائر تمہیں دیوانہ بنا دیتے تھے، آہ! تم میرے لئے بجائے اک ماں کی مقدس اور بزرگانہ ہستی کے بچپن کی رفیق اور نوعمر بے تکلف ساتھ کی کھلی سہیلی تھیں!! اور ہر موضوع پر آزادانہ دلربایانہ انداز میں بحث وگفتگو کیا کرتی تھیں! میں جانتی ہوں کہ تم دنیا کی ماؤں میں نرالی ماں تھیں! ....

میں نے دیکھا کہ موسم گل کی قدردان شہرت سے مخمور رچرڈ یا اب یوں خزاں میں سرو کے اک سنسان درخت پر بیٹھی معرفت الٰہی کا راگ الاپنے والے مہجور پرند' فاختے' کی رفاقت کر رہی ہے اور اسکے سامنے سنگ مرمر کی ایک چھوٹی سی خوبصورت

وطن سے

کے

ی

شعراء

ائع

لطیفہ

آنسہ ب، ن ابراہیم | ب، ن بیگم ابراہیم مدراس آپ کا وطن ہے رسالہ عصمت و تہذیب وغیرہ کی مضمون نگار ہیں، کروشیا وغیرہ دست کاری کے متعلق بھی آپ کے کئی مضمون شائع ہوئے ہیں عصمتی انعام بھی آپ نے حاصل فرمایا ہے۔

"دنیا کے ہر گوشہ میں عزیز و اقارب رشتہ داروں، دوستوں میں آپس میں ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینے کی رسم قدیم زمانہ سے چلی آرہی ہے، اگر غریب بھی ہوگا تو معمولی سی چیز ہی مگر تحفۃً دیگا ضرور، تحفے دینے سے دلوں میں محبت بڑھتی اور یگانگت پیدا ہوتی ہے، مگر جہاں تحفے تحائف دلی مسرت کا باعث ہوتے ہیں وہاں بداعتدالی کی وجہ سے رنجش بھی ہوجاتی ہے[1]"

ایچ احمدی بیگم | محمد حسین صاحب کی دختر، صوبہ مدراس آپ کا وطن ہے رسالہ عصمت کی مضمون نگار ہیں، افسانے وغیرہ لکھا کرتی ہیں۔

"دوسرے دن پروفیسر پرتاب نے اپنے دوستوں کو دعوت دیدی، یہ سنکر کہ ناچ نہ ہوگا کچھ دوستوں نے خفگی کا اظہار کیا، ایک نے کہا بغیر ناچ کے پارٹی میں کیا لطف آئے گا۔ دوسرے نے کہا ناچ ضرور ہونا چاہیئے تیسرے

۱؎ عصمت مئی ۱۹۳۵ء

کہا تم مہاتما کب سے بن گئے جو ناچ گانے سے نفرت ہے۔"[1]

مسز نذیر حسین | آپ بھی مدراس میں متوطن ہیں، مضمون نگاری کا شوق ہے، تہذیب میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں، عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"زکواۃ کا مصرف یہ نہیں کہ دکھاوے کے لئے ہم وہ روپیہ جو قوم کی حالت سدھارنے کے لئے ایک ٹیکس کی صورت میں ہم پر خرچ کرنا فرض تھا، ایسے پیشہ ور گداگروں کو دیدیں اور اس طرح بجائے ثواب کے عذاب کمائیں اگر مسلمان خیرات کا مفہوم سمجھتے اور اس پر عمل کرتے تو آج قوم کی حالت ایسی خراب نہ ہوتی۔"[2]

لطف النساء بیگم | لطف النساء بیگم، آئشمہ حضرت شاطر کی صاحبزادی ہیں، آپ کی نظم کا نمونہ گزر چکا ہے، مضمون نگاری کا بھی شوق ہے، آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"الغرض مردوں کو چاہیئے کہ اپنی مستورات کو اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ سوسائٹی میں نشست و برخاست کا موقع دیں تاکہ وہ آداب مجلس سے بخوبی واقف ہو جائیں، سوسائٹی سے مطلب پردہ کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ میں پردہ کی زبردست حامی ہوں، یہ خیال سراسر غلط ہے کہ

---

[1] رسالہ عصمت بابتہ جون ۱۹۳۴ء۔ [2] تہذیب نسواں بابتہ جولائی ۱۹۳۸ء

خواتین محفلوں میں بے سر وپا گفتگو کرتی ہیں۔ ہاں جب
ان کے معلومات ہی محدود ہوں، اور گفتگو کا کوئی موضوع
نہ ملے تو آخران کی قوت ناطقہ کس کام میں صرف ہوگی[۱]"

محبوب بیگم | عبدالغفور صاحب کی شریک زندگی، رسالہ النساء کی مضمون نگار تھیں۔ عبارت کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"ہماری قوم کی کچھ ایسی حالت بد ہوگئی ہے کہ کسی طرح
جلد بنائے نہیں بنتی، حالانکہ قوم کے عقلمند مرد اور عورت
دن رات دل وجان سے کوشش کر رہے ہیں، مگر
معلوم نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو قوم کی اصلاح و بہبودی
کیا منظور ہے ہماری بہت سی دلی کوششوں کا اثر برعکس
دکھائی دے رہا ہے[۲]"

آنسہ الیس یعقوب | آپ کے اکثر مضامین تہذیب وغیرہ میں شائع ہوتے ہیں آب شہاب (ناہید) میں بھی نظر سے گزرتے ہیں، خوب لکھتی ہیں:۔

"کمرے میں پہنچ کر میں نے ہوا کے لئے کھڑکیاں کھول
دیں۔ اور پھر نرم بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کرلیں، آخر کب تک
آنکھیں بند رکھتی۔ تھوڑی ہی دیر بعد میری نگاہیں کھڑکی
سے باہر افق پر نکلتے ہوئے چاند کا نہایت انہاک سے ساتھ

۱۔ سبد رس اگست ۱۹۳۸ء   ۲۔ النساء جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ

نظارہ کر رہی تھیں، موسم گرما کا آغاز تھا۔ اور قمری مہینے کی آخری تاریخیں تھیں۔ چاند آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ اور فضا کا ذرہ ذرہ نقرئی سمندر میں غوطہ زن معلوم ہوتا تھا۔ کائنات پر ایک خوفناک سکوت مطلق چھایا ہوا تھا۔ مجھے یوں ہی لیٹے لیٹے گیارہ بج گئے[1]"

حسینہ بیگم - حسینہ بیگم صاحبہ سیٹھ حمید حسن صاحب (مدراس) کی دختر ہیں۔ سیٹھ صاحب کو نسوانی ترقی کا بڑا خیال ہے

حسینہ بیگم عصمت کی مضمون نگار رہیں :-

"شہر اور صوبہ مدراس میں اور جنوبی ہند میں اسلامی پردہ کے ساتھ مسلم عورتوں اور مردوں کے مشترکہ جلسوں کے بانی والد ماجد ہیں انہیں کی خاص کوششوں سے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مدراس منعقدہ ۱۹۲۶ء میں پس پردہ تین سو خواتین اسلام نے نہ صرف شرکت کی بلکہ عملی حصہ لیا اور تقریریں کیں، اس موقع پر نواب صدر یار جنگ بہادر اعزازی سکریٹری نے بیحد اعتراض اور مخالفت کی تھی، مدراس میں یہ پہلا مشترکہ اسلامی جلسہ تھا[2]"

---

[1] شہاب نامہ - بابت خورداد ۱۳۲۹ف - [2] عصمت مئی ۳۳ء

مسز عباس علی مسز عباس علی (مدراس) عصمت کی مضمون نگار رہیں۔ نمونہ عبارت حسب ذیل ہے :-

"بچے ابتدا ہی سے اسکولوں میں انگریزی پڑھکر اپنی دینی تعلیم سے محروم رہجاتے ہیں، اور بڑے ہوجانے پر جب ہم اُن کو دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو اُن کو نفرت سی ہوجاتی ہے، اور اپنے دینی عقائد معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے مذہب کا خیال نہیں رہتا، دوسرے مذہب والوں کو دیکھو جب بچہ پڑھنے کے قابل ہوجاتا ہے تو اس کو پہلے اپنے "مذہبی تعلیم دیجاتی ہے"[۱]

---

[۱] عصمت فروری ۱۹۳۱ء
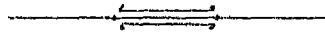
خواتین میسور و بنگلور

بڑار، اور مدراس کے بعد ہم اب خواتین میسور کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ خواتین میسور نے بھی اپنے بہنوں کی طرح اُردو کی خدمت گزاری میں حصہ لیا ہے۔ بنگلور، اور میسور کی بعض خواتین کی نظم و نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

نظم

سلیمہ مرتضیٰ بی۔اے سلیمہ بیگم کو میسور سے تعلق ہے، "ہمدردی" کے عنوان سے آپ کی ایک نظم پیش کی جاتی ہے جو عصمت میں شائع ہوئی ہے، نظم انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے۔

داستان غم کسی مغرور نے میری سُنی — باعثِ درد و الم تھی حالتِ آشفتگی
اسکی نخوت نے اجازت بات کرنیکی نہ دی — ڈالکر بل تیوری پر اشرفی دی گو مگر

دل بھرے اور درد و غم سے چین جب مجھ کو ملا
اُس نے جو کچھ تھا دیا فی الفور واپس کر دیا
انکسار و عجز سے یہ عرض بھی میں نے کیا
شکر اس بندہ نوازی کا ادا ہو مجھ سے کیا

بعد چندے تھی وہی غربت وہی درد و ملال — راہ پر گذرا میرے ایک مفلس و ارفتہ حال
اپنے کپڑے مجھکو پہنا کر کیا دل کو نہال — رات دن کی میری خدمت جبکہ بیمار تھا و بال

ہوا ادا کس منہ سے کس انداز سے کس طور سے
شکر اس لطف و کرم کا تیرے اے روشن خصال

قاضی الحاجات ہو زہرجن کا شیدا ہو جہاں — اے بہشتی حور ہمدردی مگر تجھ میں کہاں[1]

فاطمہ صغرا بیگم | فاطمہ صغرا بیگم، (بنگلور) کا کلام بھی بعض رسائل میں دیکھا گیا ہے نمونہ حسب ذیل ہے:-

صد شکر تیرا یا رب تو نے یہ دن دکھایا
ورنہ کہاں یہ اختر اے واجب العطایا
اس گھر کو اے خدا تو دار الاماں بنا دے
ہو شاد اس میں ہر اک اپنا ہو یا پرایا
ہوں اس میں شادمانے ہر وقت ہر زمانے
محفوظ ہر بلا سے رکھ اس کو تو خدایا
صدقہ میں پنج تن کے بھائی رہیں سلامت
نخل مراد اپنا ہے آج لہلہایا

.. ..

ہوں مستجاب ساری صغرا کی التجائیں
لطف خدا ہو ہم پر ابر کرم ہو چھایا[2]

---

[1] عصمت اپریل ۳۲ء — [2] کلام نسواں صفحہ ۱۱۲

نثر

نظم کے بعد ہم نثر کا نمونہ پیش کرتے ہیں، امید ہے کہ موجب دلچسپی ہوگا۔

حمیدہ خانم مرحومہ حمیدہ خانم مرحومہ، یوسف علی صاحب کی دختر اور میسور کی پہلی مسلم خاتون تھیں جنھوں نے یم۔اے کی ڈگری حاصل کی تھی، پولٹیکل اکانمی اور انگریزی ادب میں آپ کو غیر معمولی قابلیت حاصل تھی۔ اردو سے بھی دلچسپی تھی، رسالہ عصمت کی خصوصی مضمون نگار تھیں، مختصر افسانے لکھنے کا اچھا سلیقہ حاصل تھا۔ افسوس ہے کہ بے وقت جوان موت نے اُن کو اردو کی خدمت کرنے سے محروم کر دیا۔

نمونہ حسب ذیل ہے:-

"وہ تیرہ سال کی ایک بھولی بھالی لڑکی تھی، اُس کی شادی ایک ساٹھ برس کے بڑھے سے ہوئی، والدین کو اپنی خوش قسمتی پر ناز تھا کیونکہ یہ بزرگ یعنی ۶۰ برس کے دولہا میاں اپنے قصبہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور ذی عزت شخص تھے، اور ان کی دولت پر قصبہ کی ہر کنواری لڑکی کے والدین کی نظر تھی، بظاہر وہ خوش اخلاق ملنسار اور سخی تھے، دو دفعہ حج کر آئے تھے، پہلی بیوی زندہ تھی، دوسری کا انتقال ہو چکا تھا"[1]

---

[1] رسالہ عصمت آگسٹ ۱۹۳۴ء

(۲) فاطمہ انور علی بیگم | فاطمہ انور علی بیگم صاحبہ بنگلور کی رہنے والی ہیں "عصمت" کی مضمون نگار ہیں، "عصمتی کردینا" آپ کی تصنیف شائع ہوچکی ہے، دست کاری پر آپ کے مضامین اچھے شائع ہوتے ہیں، ترجمے اور طبع زاد مضمون بھی لکھا کرتی ہیں،

"سکائی سپیکر" یعنی بہت بلند آسمان سے باتیں کرنے والی عمارتوں کا تعمیر کرنا نیویارک میں ایک معمولی کھیل بن گیا ہے اور فٹ بال، بیس بال اور گھونسہ بازی سے بڑھ کر وہاں لطف دیتا ہے، تعمیراتی انجینیر ایک دوسرے سے بلند عمارات بنانے میں ہر وقت ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں، کرسلر کی عمارت جو ایمپئر اسٹیٹ کی عمارت کا قریب قریب مقابلہ کرتی ہے (۱۰۴۶) فٹ اونچی ہے، اس کا بہت کچھ حصہ دھات سے بنا ہوا ہے، اور اس کی چوٹی ایک باریک نوک دار شکل میں ختم ہوتی ہے[۱]"

(۳) مریم خانم بی اے | مریم خانم بی۔ اے میسور وطن ہے، رسالہ عصمت میں آپ کے مضامین شائع ہوتے ہیں،

"مسلم خواتین کو لباس میں خواتین مغرب کی ہرگز تقلید نہ کرنی چاہیئے، کیونکہ ان کا مقصد نیم عریاں لباس سے

---

[۱] عصمت آگست ۱۹۳۴ء

صرف حُسن اور دلفریبی کی نمائش اور مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے، عورت کو بے سبب باہر نہ نکلنا چاہیئے ورنہ لباس کے متعلق احکام کی ضرورت نہ تھی، مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی عزت کرنی اور ہروقت ایک دوسرے کی دلسوزی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ بہت سے خانگی جھگڑے ہمیشہ کے لئے مٹ سکتے ہیں اگر مرد اور عورت ایک دوسرے کے آرام اور خوشی کا ہر وقت خیال رکھیں اور مناسب ہے کہ عورت مرد کی محنت کا زیادہ خیال رکھے۔"[1]

(۱) مسز عبدالجبار — مسز عبدالجبار کا تعلق بھی بنگلور سے ہے، رسالہ عصمت کی آپ بھی مضمون نگار ہیں:۔

"دوست کے آنسو! آف وہ قیمتی قطرات اشک! تمہیں کچھ معلوم ہے تمہاری حیات کے آخری لمحوں میں تمہاری پیاری آنکھوں سے جو دو قطرے موتیوں کی طرح ڈھلے تو میں نے کس جوش الفت سے والہانہ محبت کے ساتھ انہیں اپنے ہونٹوں سے جذب کر لیا کیا کوئی ان آنسوؤں کی قیمت دے سکتا ہے، کیا میری زندگی کی موجودہ مسرت بخش گھڑیاں بھی ان دو آخری آنسوؤں کی یاد بھلا سکتی ہیں۔"[2]

---

[1] رسالہ عصمت اگست ۱۹۳۶ء۔ [2] حقوق نسواں اور پردہ عصمت۔

رفعت خلیلہ | رفعت خلیلہ بھی بنگلور میں رہتی ہیں، رسالۂ کوثر بنگلور کے علاوہ زیب النساء، عصمت وغیرہ میں بھی آپ کے مضامین آتے ہیں۔

"سکھی! جب تمہارا سرمدی نغمہ "ایوان" کی خوبصورت
دیواروں سے ٹکرا کر متزلزل فضاؤں میں تحلیل ہونے
لگتا ہے، تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ---- گویا
موسیقی کے "حسین دیوتا" زمین کی سیر کر رہے ہیں ----
تمہارے مسحور نغموں سے ایک خواب شیریں کی سی
مدہوشی طاری ہو جاتی ہے ---- تمہاری زمزمہ
سنجیوں، اور ساز کی کیف پرور صداؤں میں ---- سکھی!
میری کشتیٔ حیات تیرتی نظر آتی ہے ---- میں سوچتی
ہوں کہ آیا "تم" نغموں کے لئے ہو؟ ---- یا تخلیق نغمہ
تمہارے لئے ---- بتاؤ! "تم" نے بھی کبھی یہ سوچا ہے؟[۱]

حامد افروز | حامد افروز، بنگلور آپ کا وطن ہے، کوثر کی مضمون نگار تھیں، ادب لطیف پر کئی مضمون شائع ہوئے ہیں، نمونہ ملاحظہ ہو۔

"اے چاند! تو کس خوبی کے ساتھ نیلے آسمان پر چمک رہا ہے
تیری اس چمک دمک سے میں رشک میں ہوں، انسان

۱۔ رسالہ کوثر

وہ انسان جو اپنے سے زیادہ کسی اچھی چیز کو دیکھ نہیں سکتا؛
اس لئے بعض اوقات وہ قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں
سے بھی رشک کرنے لگتا ہے، لیکن میں تو صرف رشک
ہی کرتی ہوں ـــــ حسد نہیں[1]

آبادی سے تھوڑی دور ـــــ کھیتوں کے نزدیک
ایک طرف پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں ـــــ دوسری طرف
چھوٹا سا تالاب ـــــ شام کا وقت ـــــ جھلملاتی
دہوپ ـــــ تالاب میں سورج کی کرنیں مچل مچل کر پڑ رہی
تھیں ـــــ ماہی گیر بھی اس پرکیف نظارے سے کچھ
دیر کے لئے ساکت و صامت بیٹھے رہ گئے ـــــ میں
میری بہن اور بھائی ایک چٹان پر کھڑے سورج کی آخری
ـــــ مگر ـــــ "زرین زندگی" کو نظر حیرت سے
تک رہے تھے ـــــ[2]

س میمون النساء بیگم | آپ بنگلور کے ایک ذی عزت خاندان سے تعلق رکھتی ہیں آپ کے والد صیغہ پولیس میں
ب انسپکٹر تھے اور اب وظیفہ پاتے ہیں۔

میمون النساء بیگم کی تعلیم گڈ شیپرڈ کانونٹ اور سینٹ جوسنس ہائی اسکول
ں ہوئی، اور اب یونیورسٹی کے امتحان کی تیاری میں مصروف ہیں امتحان نہیں

---

[1] چاند سے خطاب (رسالہ کوثر)   [2] سورج کی آخری کرن۔

آپ ہمیشہ اول آتی رہیں۔
مطالعہ کا بیحد شوق ہے، ہمیشہ مطالعہ میں مصروف رہا کرتی ہیں انگریزی
اور اردو دونوں زبانوں کے ادب سے دلچسپی ہے، اردو میں اکثر
حزنیہ نگاری کرتی ہیں، آپ کی نثر کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

"رراتوں کی خوفناک تاریکی اور ہیبتناک اندھیرا میرے دل
میں خوف پیدا نہیں کر سکتے، قیامت کے مانند وحشتناک اور
قبر جیسی بھیانک راتوں میں گھٹا ٹوپ چھائی آسمانوں پر سے
قبروں میں سونے والے مردوں کے دل ہلا دینے والی
گرج اور رات کی چھاتی پھوڑ دینے والی (؟) جب صفحۂ
زمین پر رہنے والے انسانوں پر لرزہ تاری کر دے، میرے
مغموم دل میں ولولہ پیدا ہونے لگتا ہے، خوابیدہ جذبات
بیدار ہو جاتے ہیں، میرے دماغ میں ایام گذشتہ کی
یاد تازہ ہو جاتی ہے اور میں محویت میں کھو جاتی ہوں"

"سنسان راتوں میں جب دنیا پر خموشی چھا جاتی ہے اور
خدا کی مخلوق بے حس و بے ہوش پڑی رہتی ہے، میری
امنگیں جاگ اٹھتی ہیں، دل بلیوں اچھلنے لگتا ہے،
اور میں بہت دور نکل جاتی ہوں، دریا کی بیقرار موجیں ناکامیابی
پر چھاتی پیٹتی اور بدنصیبی پر سر پھوڑتی ہوئی ساحل سے
ٹکرا کر فنا ہو جاتی ہیں، تند ہوائیں اسکی ناکامیابی پر واویلا کرتی ہوئی

گذر جاتی ہیں، اور مجھے زندگی کے بہترین دنوں کی یاد طوفان غم کے ایک بے پایاں سمندر میں ڈبو دیتی ہے اور میں ——— ناکامیاب زندگی پر خوب آنسو بہاتی ہوں۔"

خاتمہ صفحات گزشتہ میں خواتین دکن نے اُردو زبان کی جو خدمت انجام دی اور دے رہی ہیں اسکی تفصیل کیجا چکی ہے۔ قلمرو آصفی کی حد تک جیسی صراحت کیگئی ہے وہ مدراس اور میسور کی حد تک دشوار تھی، کیونکہ ہمارے معلومات کا ذریعہ محدود تھا لیکن اسکے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہاں کی مشہور خواتین کو متروک نہیں کیا گیا ہے۔

صفحات ماقبل سے خواتین دکن کی اُردو کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ شمالی ہند اور پنجاب کی خواتین جسطرح اُردو کی خدمت گذاری میں مصروف ہیں اوسی طرح دکن کی خواتین بھی اُردو زبان کی خدمت پوری مستعدی، جوش اور انہماک کے ساتھ کر رہی ہیں۔

حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ نے جس طرح صنف قوی میں تعلیمی رُوح پھونک دی ہے اُسی طرح صنف نازک میں بھی ایک برقی لہر دوڑا دی ہے، اس کے بہترین نتائج جلوہ نما ہو رہے ہیں، توقع ہے کہ ہماری مستورات بھی علم و ہنر کے بیش بہا زیورات سے آراستہ ہو کر علم ادب و سائنس میں خصوصی درجہ حاصل کرتی جائیگی۔ اور ساتھ ہی ساتھ اُردو زبان کی خدمت گذاری میں مصروف رہکر اس کو ترقی یافتہ زبانوں کے صف اول میں جگہ ملنے کے لئے کوشش اور سعی کرینگی۔ فقط

حریت آباد
حیدرآباد دکن

ہاشمی

مولف کی دوسری کتابیں

(۱) "دکن میں اُردو" (طبع ثالث) جسمیں دکن میں اُردو کی ابتداء اور ارتقاء کی پوری صراحت درج ہے کئی یونیورسٹیوں کے ایم اے کے کورس میں شامل ہے، مجلد قیمت ۔ ۸/ ہے

(۲) "مدراس میں اُردو" دکن میں اُردو کا دوسرا حصہ اس میں صوبۂ مدراس اور میسور وغیرہ میں اُردو کی ابتداء اور ارتقاء کی تاریخ ہے ۔ مجلد قیمت عـــہ ۸/

(۳) "یورپ میں دکھنی مخطوطات" انگلستان اور فرانس کے کتب خانوں میں جو دکھنی قلمی کتابیں محفوظ ہیں اُن کے متعلق تفصیلی صراحت ہے (۷۱۲) صفحات قیمت للعہ

(۴) "مقالات ہاشمی حصہ اول" ادبی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ مجلد عا/ کلدار

(۵) "ذکر نبی" آنحضرت صلعم کی سیرت مبارک پر چند فلسفیانہ مضامین عـــہ

(۶) "حضرت امجد کی شاعری" حضرت امجد حیدرآبادی کی شاعری پر تبصرہ عـــہ

(۷) "مکتوبات امجد" حضرت امجد کے مکتوبات ۔/۸

(۸) "رہبر سفر یورپ" سفر یورپ کے لئے حقیقی رہبر ہے ۔ ۔/۸

(۹) "سلاطین دکن کی اُردو شاعری" ۔/۴

(۱۰) "دفتر دیوانی کے اُردو مخطوطات کی فہرست"

(۱۱) نجم الثاقب مختصر شافعی فقہ ۔/۲

(۱۲) "خواتین عہد عثمانی" حیدرآبادی خواتین کی پچیس سالہ ہر جہتی ترقی کا مفصل تذکرہ جو اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے ۔ قیمت عـــہ ۴/

(۱۳) "خیابان نسواں" عورتوں کی تعلیم و معاشرت وغیرہ پر مختلف مضامین عـــہ

نصیر الدین ہاشمی ممتاز منشن روڈ خیریت آباد حیدرآباد دکن